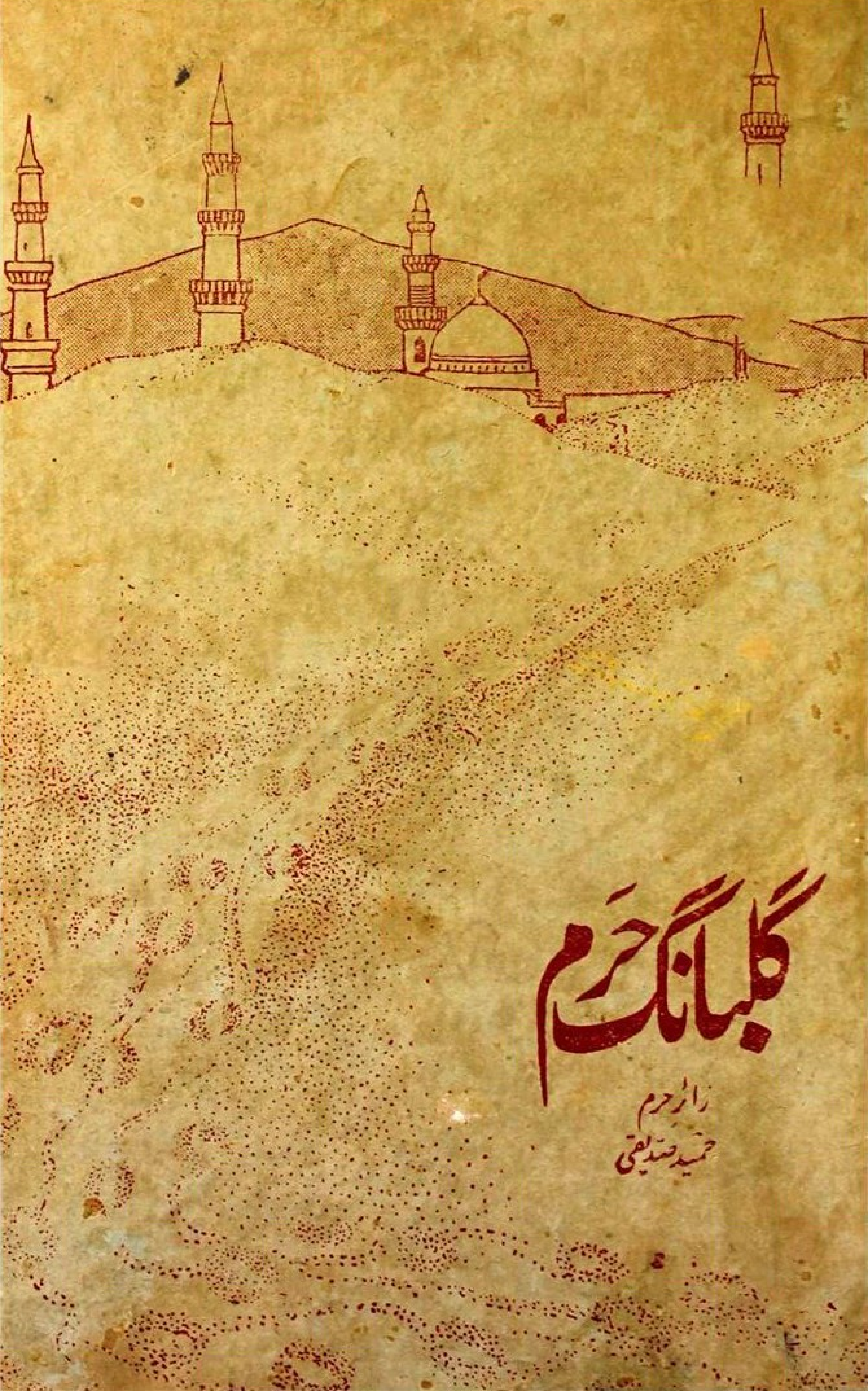


گلبانگ حرم

زائرِ حرم

حمید صدیقی

یہ بھی لطفِ شہِ لولاک سمجھتا ہوں حمیدؔ
ورنہ میں، اور نوا سنجِ گلستانِ حرم

گلبانگِ حرم

زائرِ حرم

حمید صدیقی

لکھنوی

ناشر

تنویر بکڈپو بلوچپورہ روڈ لکھنؤ

چوتھا ایڈیشن

مع اضافہ

قیمت مجلد

تین روپیہ

مطبوعہ عالم نامی پریس لکھنؤ

سنہ ۱۳۷۴ ہجری

ملنے کا پتہ

(۱) حاجی غنی احمد تاجر کتب چوک۔ لکھنؤ

(۲) منیجر مطبع رزاقی، پٹکاپور — کانپور

فہرست

زائرِ حرم

آسمان کے ستاروں کے نام اور اُن کے اقسام و اثرات تو ہئیت داں یا مُنجّم" ہی جانے، ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ انھیں میں کوئی ستارہ ایسا ضرور ہے کہ اگر اس تنگنائے عالم میں کسی پر چمک جائے، تو اُس کی بلند اختری کا ٹھکانا نہیں رہتا۔

اِس قسم کے واقعات میں "ایک دوست بیتی" رشک انگیز حد تک دلکش اور سبق آموز ہے، اور جب تک ایسا ہی اتفاق پھر پیش نہ آئے، یہی کہا جائے گا کہ یہ نجمِ سعادت انسان کی عمر میں شاید ایک ہی مرتبہ چمکتا بھی ہے۔

یہ واقعہ اور اسکے تدریجی مراحل بہت ہی دلچسپ ہیں اور نتیجہ خیز۔

جمعہ کا مُبارک دن تھا، میں نماز کے لئے اپنے دوست حمید صاحب کے ساتھ مسجد جا رہا تھا، حاجی محمد مصطفٰے خاں صاحب[1] کی روانگیِ حجاز کی اطلاع اُسی دن ملی تھی، راستے میں مجھے اب تک تعجب تھا، کہ اِس اِلہامی تحریک کے یہ الفاظ میرے مُنھ سے کیونکر نکلے تھے، کہ: "حمید صاحب! بڑا نادر موقع ہے، خاں صاحب کے ساتھ آپ بھی عزمِ بیت اللہ کیوں نہیں کرتے"۔

اِن الفاظ کا سُننا تھا کہ میرے دوست کا چہرہ مُضطرب آرزو و بیتاب تمنّا کا پردہ در بن گیا، ان کی ساری ہستی سمٹ کر آنکھوں میں آگئی، اور انھوں نے حیرت سے میری طرف دیکھا، جیسے بچّہ پہلی مرتبہ کسی بازیگر کا کوئی شعبدہ دیکھے اور حیران رہ جائے، صاف محسوس ہو رہا تھا کہ

---

[1] مالک کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ۔

اُلوفِ احترام سے یا اِس خوف سے کہ وہ اس سفر اور اس فریضہ کے مستطیع نہیں ہیں، ان کا کلیجہ کانپ رہا ہے، اور صنوفِ اشتیاق سے کہ کاش حریمِ رسالت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کا شرف نصیب ہو جائے اُن کا دل بھر آیا ہے، اُن کی پُر کیف، بتیاب و پُر خلجان خامشی میری بات کا پُر معنی جواب تھی، لیکن یہ کسے خبر تھی کہ ان الفاظ پر فرشتے آمین کہہ چکے ہیں اور اُن کی رُوح لبیک، اور قدرت کا فیصلہ نویس قلم یہ نعمتِ عظیم یہ عطائے بیکراں ان کی تقدیر میں لکھ چکا ہے۔

کئی دن تک یہی سلسلہ جاری رہا کہ صبح سے گفتگو شروع ہو کر شام تک جاری رہتی، مختصر یہ جب میرا اصرار اور اُن کا اضطرار بڑھتا ہی چلا گیا، تو "لسان الغیب" سے تفاول کی ٹھہری، بُردرِ قتا پر جو شعر نکلا وہ ایک بشارتِ کبریٰ تھی، گویا دیوانِ حافظؔ میں پوشیدہ۔ ؎

بہ ہیچ در نہ رَوم بعد ازیں ز حضرتِ دوست
چو کعبہ یافتم آیم ز بُت پرستی باز

آفتابِ اُمید کی یہ ہلکی سی کرن تھی جس نے تذبذب، بے بضاعتی، تہی مائگی کے کُہر کو کچھ دُھندلا دُھندلا چمکا دیا، خود میری یہ حالت تھی کہ میں برابر یہ کہے چلا گیا کہ یہ سعادتِ اَزلی آپ کے مُقدّر میں ہے اور بتوفیقِ الٰہی ضرور نصیب ہوگی، میرے بار بار یہی کہنے سے اُن کی رُوح اور قلب کی ساری کیفیتیں اُن کے بشرہ سے نمایاں ہو جاتیں، اور وہ ایک فخریہ عجز و افتادگی سے اپنی گردن جھکا لیتے، شاید خدا کو اُن کی یہی بات پسند آگئی۔

القصہ اِس کوشش میں، مَیں اور میرا اصرارِ پیہم، اکبرؔ اور اُن کی خاموش طبیعت، احمدؔ اور اُن کی پریشان گوئی، اعظمؔ اور اُن کی سیماب بیت، یہ سب ایک طرف تھیں، اور حمید صاحب مع اپنی محترزو اندیشہ پسند طبیعت کے دوسری طرف، خاںؔ صاحب کی رَوانگی کا وقت جتنا قریب سے قریب تر ہو رہا تھا، اُتنی ہی اس بندۂ خدا کی زبان اظہارِ مُدعا میں خشک ہوتی جا رہی تھی، لیکن اس نرم طبع

اور خود دار شخص کے جھکنے سے ہوتا ہی کیا، کیونکہ خدا کے کام "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" کے اصول سے انجام پایا کرتے ہیں، یقیناً مجھ سے پہلے میرے عزیز اور جگت بھائی سید فضل حسین صاحب نے اس بخت وپز کی اطلاع خاں صاحب کو دے دی ہوگی، کیونکہ جونہی موقع پا کر میں نے حمید صاحب کی اس آرزو کو اُن کے سامنے پیش کیا، تو انھوں نے اپنی آمادگی کا اس فراخ حوصلگی وکشادہ دلی سے اظہار فرمایا، گویا وہ پہلے سے اس کے لئے تیار تھے، اب کیا تھا اس کوہِ گران کا درمیان سے ہٹنا تھا کہ ہمارے دوست کے دل میں اُمید وبیم کی تاریکی انوارِ یقیں سے بدل گئی، اور اس خوش خبری سے اُن کی آنکھوں میں وہ آنسو ڈبڈبا آئے، کہ جو بے پایاں مسرت کے جزو لاینفک ہیں۔

اگرچہ اس خود غرضی کے زمانے، اور مطلب پرستی کی دُنیا میں کون کس کا ہوتا ہے، مگر نہیں اسی دُنیا میں کوئی کسی کا ہوتا ضرور ہے، چنانچہ خاں صاحب کی اقبال مندی کی پناہ میں آجانے کے بعد اُن کے ارادے کی ساری ابتدائی دشواریاں جامۂ کہن کی طرح تار تار ہوگئیں، اور خود بخود پیدا ہو جانے والی آسانیاں اُن کے شاندار مستقبل کا پتہ دینے لگیں، احساسات کے وفورِ شوق واضطراب کی کثرت نے ہر تلخی کو شیرینی میں تبدیل کرنا شروع کر دیا، اور اسبابِ سعادت نے اُن کے عزم و ارادے کی تکمیل کرادی۔

اب باقی تھی بزرگوں کی اجازت، ذاتی معاملات کی یکسوئی، اسبابِ سفر کی یکجائی، اور اس تھوڑے سے وقت میں سید فضل حسین صاحب کی "شگفتہ" کوششوں سے پروانۂ راہداری کا حصول، مگر یہ سب مرحلے اس طرح طے ہوگئے، کہ دیکھنے وسننے والوں کو بجز حیرت وتعجب کے، اور کوئی زحمت نہ اُٹھانا پڑی۔

یکم مارچ کو "بستۂ دوست" حمید اس عمر میں جبکہ نگاہیں زیادہ تیز، دماغ زیادہ حاضر، اور دل زیادہ حسّاس ہوتا ہے، اس سفر نیاز کے لئے روانۂ حجاز ہوگئے، اور شبانہ روز کی سوزش و

شورش کے ساتھ یہ بُعدِ عظیم طے کر کے احاطۂ قرب میں فائزالمرام۔

"ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم"

اَرضِ مُقدّس میں انھوں نے جو کچھ دیکھا اُس کو تو اُن کا دل ہی خوب جانتا ہوگا، لیکن جو کچھ پایا، وہ محبّت نظر آنکھ کے سامنے ہے، وحدت کدۂ ابراہیمیؑ کی زیارت (جسے دیکھ کر جوشِ احترام سے چیخنے کو دل چاہتا ہے) طوفِ حرم، سعیِ صفا و مروہ، قیامِ منیٰ، میدانِ عرفات، اور تمام مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد محبت وارتباط کا یہ نادر مجموعہ نافِ عالم کو خیرباد کہتا ہوا قلبِ کائنات کی جانب والہانہ شوریدگی و مدہوشی کے ساتھ "فرق فرسا" ہوا۔ کاش! اس راہ میں حمیدِ سرمست کا یہ بینوا دوست بھی اُن کے ہمراہ ہوتا، اور سوز و گداز کی سرشاریوں سے مملو دل والے حمید کو اُس خطۂ پاک کی طرف، جسے دیکھ کر فرطِ مسرّت سے رونے کو جی چاہتا ہے، اور جسکی معطّر صباحت، معنبر ملاحت، صبح و شام کا تموّجِ نور، اور اس کی زیبائی و رعنائی، عقل و ادراک تو ایک طرف رہے، قلب کی گرفت سے بھی باہر ہے، بڑھتے ہوئے دیکھتا، کسی نے خوب کہا ہے۔ ؎

خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است

اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

مگر میں کہتا ہوں کہ کہنے والے نے پھر بھی کم کہا، کُرّۂ زمین کا یہی تنہا فخر ہے کہ اسبق الموجودات، اکمل المخلوقات، شہنشاہِ کونین وسیلتنا فی الدّارین کا جسدِ اطہر و مُطہر اسکے قلب کے اندر امانت ہے، امانتِ خداوند ذی الجمال۔

خوشا نصیب اُن کے کہ عنایاتِ الٰہی والطافِ نامتناہی کے طفیل وہ اس عمر میں دُنیا کی مُزخرفات سے اپنا دل بچا کر مدینۂ منوّرہ کی حاضری و زیارت سے بہرہ مند ہو آئے، اور "حضرتِ دوست" کی نوازش کارانہ توجّہ کی بدولت وہاں پہونچ گئے، کہ جس کی تمنّا میں

بہتوں کے بال سفید ہو گئے، اور پھر بھی محروم رہ گئے، خاں صاحب کا احسان و کرم، ایثار و لطف اُن کی پُر خلوص محبّت اور دلکش معیّت، حمید صاحب کی سہولتوں کی کفیل ہو گئی، اور حضرتِ دوست کی ہمّتِ عالی نے ان کو ہند کی مسموم جانگسل سے نکال کر وادیِ بطحا و طیبہ کی نسیم جان و ایمان پرور میں پہونچا دیا۔ ؎

اجرش دہد خدائے کہ کردست یاوری
با آں کساں کہ ناصر و یاور نداشتند

تین ماہ سے زائد سفر و قیامِ حجاز کے بعد خیالات و جذبات کا یہ ہم آہنگ اتحاد جب بخیر وطن پہونچا، اور حمید صاحب کو میں نے ریل سے اُترتے دیکھا، تو اُنکی آنکھیں و دل دونوں لبریز تھے، اِس فرق کے ساتھ، کہ لب آسا ہنستا ہوا جانے والا حمید، لب چشم آسا روتا ہوا آیا، اَب یا تو انھوں نے کوئی چوٹ دل پر کھائی تھی، اور یا اُن کے قلب و رُوح میں کوئی مُست کیفیت تھی کہ جس کا خمار اُن کی آنکھوں میں اَب تک نمایاں تھا، اور چہرہ حرمین کی برکتوں کی فراوانی سے رُوشن، اِس موقع پر حضرتِ نکہتؔ شاہجہاں پوری نے مُبارک باد پیش کرتے ہوئے اپنی ایک رُباعی میں حمید صاحب کی جن کیفیات اور وارداتِ قلبی سے متاثر ہو کر اپنے حُسنِ خیال کا اظہار کیا ہے، وہ اُن کے جذبۂ محبّت اور اضطرابِ شوق کی آئینہ دار ہے، خوب فرمایا ہے۔ ؎

اے آنکہ مُشرّف شدی از سیرِ حجاز	رفتی بہ حریمِ کعبہ سرگرمِ نیاز
با سرِّ حقیقت آشنا آمدۂ	صد کعبۂ عشق را شوی برگ و ساز

بعد کی فرصتوں میں جب میں نے حمید صاحب کے جذبات دیکھے، تو یہ ثابت ہو گیا کہ وہ خدا پرستی کی نیکیاں اپنے ساتھ لائے ہیں، اور جب اُن کا نعتیہ کلام سُنا، تو یقین ہو گیا کہ وہ اپنا دل مدینۂ منوّرہ کی آرزوؤں میں تبدیل کر آئے ہیں، اور اُن کی رُوح میں ایک خوش آیند لے پیدا ہو گئی ہے

جس کو قائم رکھنے کی اگر انھوں نے کوشش جاری رکھی، اور روح کی تمناؤں، دماغ کی تخئیل، اور دل کی حسرتوں کو اس نقطۂ اصل سے آوارہ نہ ہونے دیا، تو اُن کی صفتِ قلبی وضمیرِ عاشقی کا پڑھایا ہوا یہ سبق اُن کی زندگی کو مرتب کردے گا اور مزین، اور جب انھوں نے اپنے آپ کو ایسا بنا لیا ہے تو رحمتِ الٰہی اُن کے ساتھ، اور مشکوٰۃ نبوت سے پائی ہوئی ضیا اُن کی مشعلِ راہ۔

آج کل کے حیرت انگیز ذرائعِ سفر کے سامنے نہ تو بعید سے بعید مسافت کوئی چیز ہے، اور نہ دنیا کی کوئی شے امکان کے دائرہ سے خارج، تو کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ اشتیاق واضطراب پھر اُن کو سرورِ عالم (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) کے پاکیزہ شہر میں کہ جہاں امام مالکؒ نے انتہائی اَدب سے جوتہ ہی نہ پہنا، حضرتِ جامیؒ نے سر کے بل بھی حرمِ منوّر میں داخل ہونے کی جرأت نہ کی، جہاں کی آستاں بوسی کو تاجدارانِ عالم اپنی نجات سمجھتے ہیں، جہاں ماہتاب اپنے نور کو فرش بوسی کے شرف سے جب تک مشرف نہیں کرلیتا اُس میں خنکی ولطافت پیدا ہی نہیں ہوتی، جہاں آفتاب کی شعاعِ زریں جس وقت تک گنبدِ خضرا کو دُور سے بوسہ نہیں دے لیتی، دُنیا میں اُجالا ہی نہیں ہوتا، اور جہاں جبرئیلِ امینؑ ملائکۂ مقربین کے پَروں کے ساتھ اَب بھی ہر صبح سلام کو حاضر ہوتے ہیں، ہمارا یہ جوان صالح مدّاحِ دیارِ حبیبِ اکرم (صلّے اللہ علیہ وسلّم) پھر نہ پہونچ جائے، اور کیا یہ کہنا بیجا ہوگا کہ اُن کا ہندوستان آنا اُن کے حجاز جانے سے بہتر ہے، کیونکہ وہ حجاز گئے تھے ہندوستان آنے کیلئے اور اَب ہندوستان آئے ہیں حجاز جانے کے لئے، خدا سے دُعا ہے۔ ؎

"کہ ایں آوارۂ اَرضِ حرم آوارہ تر بادا"

میری دلی تمنّا ہے کہ اَب وہ اپنے حرارت بھرے سینہ کے محفوظ الفاظ رقص صَوتی وتوازن و ترنّم، تخئیل کی بلندی وطرفگی اور اس لطیف جس کو اُس کی اصلی لطافت کے ساتھ جو روضۂ مطہّرہ کی زیارت کے باعث پیدا ہوگئی ہے صرف مدحِ رسُولِ انام علیہ السّلام میں صَرف کریں، اور اپنی

اس اَرضی زبان میں وہ سماوی تخئیل بھریں کہ مُحسنؐ کی بلندی تک پہونچنے میں اُن کو مایوسی نہ ہو، کیونکہ حمد ونعت شاعری کا اعلیٰ علیّین ہے، اور موجودہ شعر گوئی عام طور سے حماقتِ منظوم اور شاعری کا اسفل السافلین۔

جو چیز بے قرار ہو کر ڈھونڈھی اور پھر پائی جاتی ہے اُس کی خوشی کا کیا اُن کو اندازہ نہیں؟ اسلئے میری دُعا ہے اور دل سے، کہ اُن کا یہ جوش، یہ التہاب، اُن کو ہر چیز سے بیگانہ کردے، اِس مئے دانش رُبا کا خمار کبھی کم نہ ہو، اور خوش نصیب زائرِ حرم اعمالِ صالح کے لئے آگے بڑھنے میں اس عہدِ زرّیں کے صالحین کی تقلید کے واسطے پیچھے نہ ہٹے، اور خدا کرے کہ اُن کا وہ لُطف و درد سرمدی مسرّت جو وہاں سے اپنے دل میں لائے ہیں کبھی کم نہ ہو، حریم نبوت کے مناروں سے آنے والی اذانوں کی کانپتی ہوئی صدائیں اُن کے گوشِ دل میں ہمیشہ گونجتی رہیں، اُنکی آنکھوں کی وہ تابناکی جو روضۂ اقدس کی زیارت سے پیدا ہوئی ہے کبھی ماند نہ ہو، اور حرم کعبہ کے مرعوب کردینے والے حُسن کے بعد حرم نبوت کے مغلوب کردینے والے جمال میں فنا ہو کر وہ حیاتِ جاودانی پائیں، اور ہوائے مدینۂ منورہ کا یہ شوق اس طائرِ بے پرواز کو پھر ایک دفعہ وہیں لے اُڑے، اور اپنے ساتھ مجھے بھی۔ ے

دولتم ایں بس کہ بعد از محنت و رنج دراز
بر حریم آستانت می نہم روئے نیاز

اسیر فتراک دوست

عبدالحی

پیش لفظ

(از علامۂ عصر مولٰنا عبدالماجد صاحب دریابادی بی اے)

حمید صاحب لکھنوی "زائرِ حرم" کے نام سے مشہور ہیں، یہ لقب اُن کے حق میں اسم با مسمّٰی ہے، زیارتِ حرم اُن کی رگ رگ میں بس گئی ہے، "قال"، سے گذر کر "حال"، بن چکی ہے۔

کلام ان کا اکثر شائع ہوتا رہتا ہے، کہیں کہیں اِن سطور کے راقم کی بھی نظر سے گذرا، یہ ممکن نہ ہوا کہ جب کبھی نظر پڑی کلام کو بے پڑھے چھوڑ دیا ہو، کشش ہی کچھ ایسی ہے۔

بحریں عموماً رواں و شگفتہ، زباں صاف و سادہ، مضامین اغراق و غلو سے پاک، کلام جاندار اتنا، کہ گویا صفحۂ کاغذ پر چھپا ہوا نہیں، زندہ وذی رُوح شاعر کی زبان سے ترنّم کے لہجے میں اُدا ہو رہا ہے، اور دل کا شوق و نیاز ہے کہ اُبلا پڑتا ہے!۔

نعت گو، اُردو میں بھی بہت سے ہوئے ہیں، اور ہیں، کم ایسے ہیں جو ایسا مذاقِ سلیم رکھتے ہوں اور اتنے ادب شناس دربارِ نبوت کے ہوں!۔یہاں نہ دوسرے انبیاء کرامؑ سے تقابل ملے گا، نہ ان حضرات کے لئے شائبۂ توہین کہیں سے نکلے گا، نہ دنیا کے اُس سب سے بڑے مُعلّم، مُزکّی، متّقی، ہادیؐ کے حق میں کوئی مدحیہ کلمہ رکیک یا بازاری انداز کا ملے گا، اور نہ (نعوذ باللہ) استخفاف و سُوءِ ادب کا کوئی نشان کعبۃ اللہ و شعائرِ دین کے حق میں پایا جائے گا، یہ وصف عام نہیں، خاص ہے، معمولی نہیں، غیر معمولی ہے۔

مُحبّ نبیؐ و عشقِ رسُولؐ کے دعویداروں کے لئے خدا کرے یہ کلام نمونہ، معیار، اور دلیلِ راہ کا کام دے۔ محبّت نام بے قیدی کا نہیں، اور پیمبر کے ساتھ عشق تو اصلاً مترادف ہے، انکے پیام کیساتھ عشق کا۔

عبدالماجد
دریاباد ــــــ بارہ بنکی

۲۷ر فروری ۱۹۴۱ء

تقریظ

(از حضرت العلّامہ سید سلیمان صاحب ندوی)

"گلبانگ حرم"، کے مطالعے سے آنکھیں روشن ہوئیں، نعت کی راہ شاعری کی سخت ترین راہوں میں سے ہے، اور تمام اصنافِ شاعری سے مشکل ہے، بقول عرفی ۔ ؎

"آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را"

اس کے لئے اوّل قلب کا عشق بندی سے معمور ہونا شرط ہے، پھر تعبیر و اظہار پر قدرت، اور پھر فصاحت و بلاغت اور شاعری کے جملہ اصول و لوازم کی رعایت! شعراء میں سے امیر خسروؒ اور مولٰنا جامیؒ کو یہ دولت ملی تھی، زائرِ حرم مُبارکباد کے قابل ہیں کہ اُن کا کلام ان سب معیاروں پر پورا ہے ــــــ ماشاءاللہ سوزِ دل ہے، عشق و محبّت سے قلب معمور ہے، شاعری کے جملہ محاسن پر قدرت ہے، اور جملہ لوازم شاعری کی بالکلیہ رعایت ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فیض سے مسلمانوں کو مستفیض فرمائے ۔ والسّلام

سیّد سُلیمان

۱۶ ستمبر ــــ ۱۹۴۷ء

(بھوپال)

تقریظ

از جناب پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی بی اے (علیگ)

نعت کہنا آسان نہیں ہے، یہ نعت کی خوش نصیبی ہے، نعت گویوں کو سراہنے والے بہت مِلجاتے ہیں، یہ نعت کی بدنصیبی ہے، سرکارِ دو عالم ؐ سے عام شعرا جس عقیدت کا اظہار کرتے ہیں وہ رسمی یا مذہبی زیادہ ہوتی ہے، شخصی بہت کم، نعت ہی نہیں دوسری اصنافِ سخن کا بھی یہی حال ہے، اِسلئے ہمارے ہاں کی شاعری زیادہ تر ڈھرّے کی شاعری ہوکر رہ گئی ہے۔

آج سے پہلے حمد و نعت میں کچھ نہ کچھ کہنا ہر شاعر کے لئے ضروری ہوتا تھا، ظاہر ہے اس کا نتیجہ کیا ہوتا، خدا ہو، رسولؐ ہوں، کوئی ہو، جب تک شاعر کو اُس سے شخصی شغف نہ ہوگا، بات نہ بنے گی، کبھی بہت زیادہ، اب بہت کم، نعتیہ شاعری پر وجد یا رقص کرنا بعضوں کے نزدیک عبادت، ورنہ خوش اطواری یا وضعداری سمجھی جاتی تھی، سماع کی محفلوں میں آپ نے کیسے کیسے بے سرو پا گانوں، یا اشعار پر لوگوں کو "دست افشاں و پائے کوباں" دیکھا ہوگا، میں یہ نہیں کہتا کہ نغمہ یا نعت کا اثر نہیں ہوتا، میں تو صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ لایعنی اشعار یا گانے پر سر دُھننا کوئی سلیقہ کی بات نہیں ہے، خواہ وہ اشعار یا نغمے خدا ہی کے سامنے کیوں نہ پڑھے یا گائے جائیں، میرا تو یہاں تک خیال ہے کہ گھٹیا شعر بڑھیا سے بڑھیا گانے کو چوپٹ کر دیتا ہے، ایسے اشعار یا ایسے گانے پر بھی اگر کوئی رقص یا وجد کرے اور یہ بتائے کہ یہ عبادت ہے تو پھر میں کچھ نہ کہوں گا، سوا اِسکے کہ عبادت کا میں بھی قائل ہوں لیکن اِس پر تیار نہیں ہوں کہ عبادت آپ کریں، اور خوں بہا میں اَدا کروں!۔

اُردو نعت میں میں چند بزرگوں کا قائل ہوں، مثلاً :- حالیؔ مرحوم، اصغرؔ گونڈوی مرحوم، اور حضرت اقبالؔ مغفور کا، جہاں تک شاعرانہ حُسن آفرینی وحُسن کاری کا تعلق ہے، میں محسنؔ کاکوروی مرحوم کے کمال کا بھی معترف ہوں، کیسی پُرخار و پُرخطر راہوں سے کس لُطف و مشاقی سے یہ گذرے ہیں کہ بے اختیار دل سے تحسین نکلتی ہے، لیکن محسنؔ کے ہاں صنّاعی ہے، سپردگی نہیں، تخئیل کی رعنائی ہے، رُوح کی وارفتگی نہیں، سخن ہے، شغف نہیں۔

اصغرؔ مرحوم کی شاعری میں نزہت و نور کی جو فضا ہے وہ اُن کی شخصی تاثرات سے مِل جُل کر نعت میں جلوہ گر ہوئی ہے، غالباً ایک ہی نعت کہی ہے، اور خوب کہی ہے۔

حالیؔ مجسّم انسانیت تھے، پھر رحمتِ عالمؐ کے حضور میں! اُردو نعت میں آج تک نظم کہی گئی ہو یا نثر حالیؔ کی نعت کا جواب نہ ہوا، ایک سے ایک سحر طراز آئے، لیکن حالیؔ سے نہ آگے بڑھ سکے، نہ روگردان ہو سکے، مُستفید سبھی ہوئے۔

اقبالؔ کو رسالت مآبؐ سے جو شخصی والہانہ عقیدت تھی، وہ طرح طرح سے اُن کے کلام میں جلوہ گر ہے، مجھے اکثر یہ محسوس ہوا ہے، کہ اقبالؔ کے کلام کا وزن وقار اور حُسن و جلال رسُولِ عربیؐ ہی کی گرانمایہ شخصیت کے محور پر گردش کرتا ہے، اور یہی وہ قوت ہے جو اُن کے کلام میں کبھی کہیں سے ڈھیلا پن نہیں آنے دیتی۔

اقبالؔ کے بعض نکتہ چیں یہ کہتے ہیں کہ اقبالؔ پر مذہب کی گرفت ہے، یہ اعتراض رسمی اور اصطلاحی ہے، دراصل اقبالؔ پر سب سے بڑے انسان کی گرفت ہے، سب سے بڑے مذہب کی نہیں، اور اقبالؔ کا یہ اتنا بڑا امتیاز ہے جو صرف بہت ہی بڑے اشخاص یا شعرا کے حصّے میں آیا ہے!۔

نعتیہ کلام کی محرومی یہ رہی کہ ہمارے بیشتر شعرا نے اسے ایک مقدس رسم سمجھ کر اختیار کی، اور سننے والوں نے ثواب کی خاطر آہ یا داہ کرلی، اس طرح کے کلام، اس طرح کے شعراء اور اس طرح کے

متقاصد نے مل جل کر نعت کو شریفوں یا شاعروں کا شیوہ نہیں، مراثیوں کا پیشہ بنا دیا ہے۔

حمید صاحب کے "گلبانگِ حرم" میں آپ کو کمالاتِ شاعری کے نمونے نہ ملیں گے، کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے شاعری مقصود بھی نہیں، خوبصورت ترکیبیں، تشبیہ و استعارات کے نوادر، زبان و بیان کے کرشمے بھی نظر نہ آئیں گے، حمید صاحب غالباً اس قسم کی باتوں کے کچھ زیادہ قائل بھی نہیں ہیں، اُن کے کلام اور شخصیت دونوں میں جو بات ممتاز نظر آتی ہے، وہ اُن کی رسولِ اکرم ﷺ سے شخصی اور مخلصانہ عقیدت ہے (مولویانہ نہیں)۔ اُن کو دیارِ حرم کے چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ سے عشق ہے، جس کو وہ بڑے معصومانہ اور شریفانہ انداز سے بیان کرتے ہیں، اخلاص و محبت سے زیادہ سرشت کو سنوارنے والی شاید ہی کوئی اور چیز ہوتی ہو، میں غیر شخصی محبت کا بھی احترام کرتا ہوں، مثلاً کسی کو مذہب سے محبت ہو، وطن سے محبت ہو، غریبوں یتیموں غلاموں سے اُلفت ہو، لیکن میرے نزدیک سب سے کاری محبت وہ ہوتی ہے جو کسی شخص کے واسطے سے نشو و نما پاکر عالم پر محیط ہو جائے! شاعری میں یہی حقیقت جلوہ گر ہوتی ہے، تو شاعری کی بعض کوتاہیوں کو بھی دل آویز بنا دیتی ہے۔

"گلبانگِ حرم" میں پاکیزگی اور معصومیت ملتی ہے، پڑھنے والے پر اس کا اثر پڑتا ہے، اور ہم شاعر اور اسکے موضوع دونوں سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ جگر صاحب کے ہمراہ حمید صاحب سے حنا بلڈنگ میں صرف ایک بار ملاقات ہوئی، جگر صاحب کا پہلے سے قائل تھا، اب "حنا بلڈنگ" کا بھی قائل ہوں۔

رشید احمد صدیقی

یونیورسٹی علی گڑھ - ۱۵ر جولائی ۱۹۴۸ء

تقریظ

(از جناب مولانا احمد حسن صاحب امجدؔ حیدرآبادی)

"مدینہ کی گلیوں والے" حمیدؔ صاحب سے ابتداءً خط و کتابت کی ملاقات تھی، اس کے بعد لکھنؤ کے چوک "حنا بلڈنگ" میں صورتاً بھی نیاز حاصل ہوا، اُن کے کلام کا پہلے ہی معترف تھا، اُنکی شریفانہ صورت، خلوص و محبت اور اخلاقِ حمیدہ اور بھی قولِ شارح ہو گئے ——— جس طرح دنیا کی ہر چیز کی دو قسمیں ہیں، اُسی طرح شاعری کی بھی دو قسمیں ہیں:-

۱- محمود! جیسے حمیدؔ صاحب کی شاعری، جو حمدِ الٰہی اور نعتِ رسالت پناہی کا مجموعہ اور سرمایۂ نجاتِ دُنیا و آخرت ہے۔

۲- مذموم! جس کی مثالیں بہت عام ہیں، جس سے یتبعھم الغاوون کے تحت ضلالت کی ہدایت ہوتی ہے۔

حمیدؔ صاحب کی یہ نظمیں ہر طرح محمود ہیں، کلام میں ایک خاص کیفیت اور والہانہ انداز ہے، معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کسی کی محبت میں وارفتہ اور دُنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر دل کے اسرار زبان پر لا رہا ہے۔

فقیر الی اللہ:- **احمد حسن امجدؔ**

درویش منزل ——— حیدرآباد دکن

تقریظ

(از رئیس المتغزلین حضرت جگر مراد آبادی)

بنیادی طور پر دنیا میں نہ کوئی نیا جذبہ ہے اور نہ کوئی نیا خیال، محض شاعر کی انفرادیت انداز بیان کے ساتھ ساتھ جذبہ و خیال کو بھی نئی صورت میں پیش کر دیتی ہے، اگر شاعر نے تنہا اپنی جہت سے کہا ہے، تو شعر میں اُس کی صوری یکتائی کی طرح اُسکے باطنی تاثرات کا ہونا بھی لازمی ہے، بہ صورتِ دیگر محض مشق و مہارات، اور قافیہ و ردیف کی مدد سے اگر دوسروں کے خیالات و جذبات کو نظم کر دیا گیا ہے وہ کتنا ہی کامیاب کیوں نہ ہو، شعر کہلائے جانے کا مستحق نہ ہوگا، بلکہ اگر کچھ کہا جا سکتا ہے تو صرف ایک کامیاب نقالی۔

شاعر کے شعر و ادب میں اُس کی زندگی کا پایا جانا بھی لازمی ہے، اسکے علاوہ شاعر کی ذہنیت اور اس کی استعداد کو بھی پاکیزہ اور بلند ہونا چاہئے، اسلئے کہ اگر شاعر نے اپنی انفرادیت کا حق ادا کیا ہے تو اُسکے کلام میں اُسی کی ذہنیت و استعداد کا پرتو ہوگا، اِس صورت میں اگر شاعر پاکیزہ نفس، وسیع النظر ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع معلومات بھی رکھتا ہے، تو اُسکے کلام میں اُس کی تمام مزاجی خصوصیات کی جھلک نمایاں طور پر موجود ہوگی۔

حمید صاحب کو قدرت نے شاعر پیدا کیا ہے، وہ استعدادِ عشق و جمال کے ماتحت شدید الاحساس انسان ہیں، صادق اور پاکیزہ اخلاق و جذبات کے مالک ہیں، اُن کی ہستی سراپا خلوص و محبت اور مجسّم سوز و گداز ہے۔

موصوف سے میرے تعلّقات بیحد مخلصانہ ہیں، میں نے انھیں خلوت و جلوت میں دیکھا ہے، ایک زمانے تک کے تجربے اور مشاہدے کے بعد میں جس نتیجہ پر پہونچا ہوں، اُسکے متعلّق اشارہ کر چکا ہوں اور اسی قدر کافی ہے۔

یہی تمام اُن کی مزاجی خصوصیات ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں، صداقت و واقعیت اور سوز و گداز کے ساتھ ساتھ اُن کے کلام میں بیحد سادگی پائی جاتی ہے، ایسی سادگی جس پر ہزار ہا رنگینیاں نثار کی جاسکیں، سب سے اہم بات جو مجھے محسوس ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ موصوف کی زندگی اور اُن کے کلام میں تضاد مطلق نہیں پایا جاتا، بہ الفاظ دیگر گویا اُن کی زندگی اُن کی شاعری ہے، اور اُنکی شاعری اُن کی زندگی!۔

جنابِ حمید مجاز میں بھی کہتے ہیں اور حمد و نعت میں بھی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس درجہ کا سوز و گداز درد و اثر اُن کے نعتیہ کلام میں پایا جاتا ہے اُن کی عشقیہ شاعری میں اُس حد تک اسکی افراط نہیں، اور ایسا ہونا بھی چاہیئے، جنابِ حمید صحیح طور پر مذہبی انسان ہیں، اور میں ذاتی واقفیت کی بنا پر اُن کی یہ جامع اور اشرف تعریف کرسکتا ہوں کہ وہ بڑی حد تک سچے مُسلمان ہیں، اور ایک مسلمان کو جو استغراق اور شیفتگی و فریفتگی سرکارِ رسالت مآب صلّے اللہ علیہ وسلّم سے ہونا چاہیئے وہ ان میں دقیع درجے تک موجود ہے، اگر اس استغراق اور جذب کا درجہ بلند نہ ہوتا، تو اُن کی دنیاوی بے سرو سامانی اور اس کی مجبوریاں اُن کو اس کی ہرگز اجازت نہ دے سکتی تھیں، کہ وہ ایک ہی بار نہیں، بلکہ سات بار اُس ارضِ پاک پر جاکر سجدے کرسکے، جس پر عرش و کرسی کو

بجا طور سے رشک آتا ہے، اور جس ارضِ پاک کو سربلند کرنے والے کی ذاتِ اقدس کو عرصۂ شہود میں لانے پر خود خالق و مالکِ ارض و سما فخر کرتا ہے۔

حمید صاحب کے کلام میں جو خلوص و محبت، اور کیف و تاثیر موجود ہے، اُس سے اِس بات کا ضرور پتہ چلتا ہے کہ وہ نہ صرف درکِ حقیقت سے بہرہ مند ہیں، بلکہ اپنی ذات میں گم شدہ حقیقت ہونے تک کا امکان رکھتے ہیں، اُن کی رُوح حُسنِ حقیقی کی تلاش میں سرگرم کار رہتی ہے، اور اُن کا دل نشۂ عشق میں سرشار! اور اب اُن کی حاضری بھی حاضری ہے، اور غیر حاضری بھی حاضری بن چکی ہے۔

موصوف کو دیارِ حبیبؐ سے حد درجہ عشق ہے، بارگاہِ مدینۃ الرسولؐ کی یاد، اور گنبدِ خضرا کا تصوّر اُن کی زندگی کا سہارا ہے، ذکرِ حریمِ رسالتؐ اُن کے لئے خلاصۂ ایمان و باعثِ حیاتِ جسم و جان ہے، لیکن اُن کی فطرتِ صالحہ "با محمدؐ ہوشیار" کی راز دار ہے، اِسلئے اُن کے پورے کلام میں ایک شعر بھی ایسا نہیں مل سکے گا جس میں حدودِ ادب کا پوری طرح احترام ملحوظ نہ رکھا گیا ہو۔

مجھے مکمل یقین ہے کہ ناظرین حضرتِ حمید کے کلام کو سندِ قبولیت عطا فرمائینگے، اور بڑی سی بڑی حد تک میری رائے کی تصدیق کرینگے۔

دُعا کرتا ہوں کہ خدائے عزّوجل موصوف کے افکار کو دائمی زندگی عطا فرمائے، اور اُنھیں بھی تا دیر زندہ و سلامت، بامُراد و مسرور رکھے۔ آمین یا ربّ العالمین!۔

مخلص:۔

جگر عفی عنہ

تقریظ

(از حضرت العلامہ مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی احسن اللہ الیہ)

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی

"حدیث" بات یا سخن کے ہندی و فارسی الفاظ کا عربی ترجمہ ہے، انھیں کی بات صرف بات، اور انھیں کا سخن صرف سخن ہے، شاید اسی کا اظہار مقصود تھا، کہ "حدیث" صرف انھیں کی باتوں کا نام تھا، جن کی باتوں میں سارے جہان کی سچی باتیں سمائی ہوئی تھیں، مگر ملفوظاتِ طیبہ علی صاحبہا الف سلام وتحیۃ کے ساتھ ساتھ بتدریج ان افعال و اعمال کو بھی اسی لفظ حدیث کے نیچے درج کر لیا گیا، جو اگلوں کے نمونوں کی نمائندگی کرتے ہوئے پچھلوں کے لئے رہتی دنیا تک "اُسوۂ جامعہ" کی آسمانی سند کے استناد سے ممتاز ہیں، پھر دائرے میں وسعت پیدا ہوئی، اور حدیث کا اطلاق اُن چیزوں پر بھی ہونے لگا، جنھیں دیکھنے والے نے دیکھا، اور دیکھنے کے بعد یہ نہ فرمایا، کہ آئندہ انھیں نہ دکھایا جائے، اصطلاحاً اسی کا نام "تقریر" ہے ——— پس دیکھا گیا تھا، کہ :- ؎

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول متیم اثرہا لم یفد مکبول

کی تشبیب کے ساتھ سُنانے والا قصیدہ سُنا رہا ہے، اور اُڑھانے والا اُسے چادر اُڑھا رہا ہے، جو "العالمین" پر "ارحم الراحمین" کی رحمت کی چادر بن کر چھایا ہوا ہے۔

کہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ تقریر سے بھی، فعل سے بھی، قول سے بھی، اگر شاعری کے کسی حصہ کی "مسنونیت" ثابت ہو چکی ہے تو یہ وہی حصہ ہے جسے "گلبانگِ حرم" کے نام سے آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرتِ "زائرِ حرم" کی جسمانی زیارت سے محروم ہوں، اور رُوحانی ائتلاف کا شرف بھی ان دیباچوں کے پڑھنے سے پہلے حاصل نہ ہوا تھا، جو اِسی "گلبانگِ حرم" کے ساتھ شریک ہیں، اِن میں رفیق العرفات حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی، اور حُبّی فی الدُّنیا والآخرہ حضرتِ آمجد کے قلم کی گلکاریوں کے ساتھ "والہانہ تعارف نامہ" ہمارے برادرِ عزیز الحاج مولوی عبدالحی خانصاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اُن کے تعارف کے الفاظ کو یہ جاننے سے پہلے کہ یہ الفاظ کس کے ہیں، ہر ہر سطر پر دل شہادت دے رہا تھا، کہ یہ کسی جانے پہچانے کے جذبات ہیں، لکھنے والے کے نام پر آخر میں نظر پڑی، اور دل کی شہادت درست تھی، اِس کی تصدیق سے مسرت ہوئی۔

"زائرِ حرم" اَب میرے لئے بھی جانے پہچانے ہو چکے ہیں، میں نے اُن کو پہچان لیا، اور انشاءاللہ وہ بھی مجھے نہ بھولیں گے، اُن حالات میں نہ بھولیں گے جو اُن کے آگے پیش آنے والے ہیں، پہلا قصیدہ جب سُنایا گیا تھا، تو سُنانے والے کو "بردِ یمانی" سے سرفرازی بخشی گئی تھی، جس سے خدا ہی جانتا ہے کتنے سلاطین اور خلفاء سربلندی حاصل کرتے رہے۔

مجھے اُمید ہے کہ اس راہ کے راہرو کے لئے انشاءاللہ یہ "سُنّت" قائم ہو چکی ہے، یہ اُنکی سُنّت ہے جن کی سُنّت خدا کی سُنّت ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا

"زائرِ حرم" کو اُمیدوار رہنا چاہیے، اس سُنّتِ قائمۂ جاریہ سے خدا نے چاہا تو ان کو بھی حصّہ ملے گا۔

کیا بیسویں صدی کے "رئیس المتغزلین" کے مدحی اعترافات میں ان کو اپنے مدحی قصائد اور غزلوں کے صلے کی جھلک نظر نہیں آتی، میرے خیال میں حضرتِ جگر مُرادآبادی کے توصیفی و توثیقی کلمات نے "زائرِ حرم" کی "شعریت" پر مُہرِ شہادت ثبت کر دی ہے۔

صاجدیوں کے لئے "زائرِ حرم" کا سارا کلام اُن کے دلوں کا ترجمان ہے، پہلی نظر میں نظر نے

بعض اشعار کو چُن لیا، مثلاً :- ؎

دیکھے تو چشمِ خاص سے اُنکی طرف کوئی — کیا چیز ہے نگاہِ محبت لئے ہوئے

خود حقیقت بھی ہے اسیر اسکی — اللہ اللہ مجاز کا عالم

درِ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حضوری کا یہ تجربہ جو "زائرِ حرم" کو ہوا، شاید ہی اس تجربے سے کوئی حاضر ہونے والا محروم رہا ہو۔ ؎

درِ حضورؐ پہ دل تھا کچھ اِس طرح سے غنی
کہ جیسے قبضے میں کونین کا خزانہ تھا

اربابِ بصیرت نے "زائرِ حرم" کے کلام کی جس خصوصیت کا تذکرہ کیا ہے، خود بھی جس کا اظہار اُنھوں نے اپنے اِس شعر میں کیا ہے، کہ :- ؎

رہے پاسِ آداب اے دل ہمیشہ
ہوں دیوانگی میں قرینے کی باتیں

بلاشبہ اُن کے کلام کی یہ بڑی خصوصیت ہے، اوّل سے آخر تک باوجود انتہائی وارفتگی کے "دین باختگی" سے اُن کا دامن بچا رہا ہے۔

مناظر احسن گیلانی
۹ فروری ۱۹۴۷ء

اربابِ صحافت کے تبصرے

مدیر "دارالعلوم"

حضرتِ حمید صدیقی کا ایک شاعر کی حیثیت سے تعارف کرانا درحقیقت اُن کی شخصی عظمت اُن کے قلبی احوال اور اُن کے کمالات کی انفرادیت کا ایک طرح سے انکار کرنا ہے، حمید صاحب کا صحیح تعارف یہ ہے، کہ وہ ایک سچے محبِ رسولؐ، خانوادۂ نبوت کے ایک جانثار عاشق، گلزارِ رسالتؐ کے ایک عندلیبِ خوشنوا، صحرائے عرب کے قیس عامری، اور مقاماتِ مقدسہ کے ایک ایسے چاہنے والے ہیں، کہ وہاں کے ہر جلوے کو وہ اپنی آنکھوں میں چھپالینا چاہتے ہیں، وہاں کے ہر منظر پر جان دیتے ہیں، اور ہر بام و در سے اُنھیں والہانہ عشق ہے۔ حمید صاحب کی شاعری میں زبان، ادب، خوش آہنگی، ترنّم، بے ساختگی، موزونیت اور لطافت سب کچھ ہے، لیکن اِسکے باوجود اُن کی شاعری مروّجہ شاعری سے بالکل الگ ہے، حمید کا مقام عام شعراء سے بہت اُونچا ہے، عشقِ نبویؐ کا جو سوز و گداز اور اُنس، رَوضۂ اطہر کا جو کیف و نیاز اُنھیں حاصل ہے، وہ محض بارگاہِ الٰہی کا ایک عطیۂ کریمانہ ہے، ذوقِ سخن سازی اور مشقِ خیال آرائی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اُنھیں آستانِ رسولؐ پر راز و نیاز کی یکسوئی، شرکتِ حضوری کی سعادت، اور عرض و معروض کی اجازت حاصل ہے، اور صحنِ حرم میں لعل و نگیں کی طرح دمکتے ہوئے سنگ پارے، اور "گنبدِ خضرا" کے اِرد گرد چکر کاٹتے ہوئے معصوم کبوتروں سے مانوس ہیں۔ اُنھوں نے "چشمۂ زمزم" کی رَوانی سے اپنے کلام میں رَوانی مستعار لی ہے۔ "میزابِ رحمت" کا تقدّس اُن کے کلام میں چھلکتا ہے۔ "ملتزم شریف" کی بزرگیاں اُن کے دل و دماغ میں ایک کیفِ لازوال بن کر بس گئی ہیں۔ "صفا و مروہ" کی تاریخی عظمت اُن کی شاعری کا ایک وقار۔ "میدانِ عرفات" کی لذّتِ جبینی

اور خدا کے نیک بندوں کی لپشیاں نگاہیاں، اُن کی زندگی کی ایک دولتِ بیدار بن کر رہ گئی ہیں، اور یہ دولتیں اور نعمتیں وہ ہیں کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی ان پر رشک کریں تو بجا ہے۔

حمید صاحب کے نعتیہ کلام کا یہ مجموعہ محبانِ رسولؐ کے لئے ایک تحفہ ہے، ہمیں اُمید ہے کہ اہلِ ذوق حضرات "گلبانگِ حرم" کے مطالعہ سے خود کو محروم نہیں رکھیں گے، اور زائرِ حرم کے ان تبرکات کی قدر کریں گے۔

("دار العلوم" دیوبند)

جمادی الثانی ۱۳۷۱ھ

مُدیر "صدقِ جدید" ——————

زیارتِ حرم سے مشرف ہونے والے ہندی مسلمان ہر سال ماشاء اللہ ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں، لیکن "زائرِ حرم" کا لقب صرف "حمید لکھنوی" کے حصے میں آیا —————— محض قسمت و نصیب سے نہیں، ایک حد تک حقِ استحقاق کی بنا پر بھی ——————

"گلبانگِ حرم" کا تیسرا ایڈیشن پیشِ نظر ہے، ماشاء اللہ خوب پھیلا، بار بار کا چھپا ہوا، —————— بعض اہلِ قلم نے کلام کو پرکھا ہے، جانچا ہے، تولا ہے، اور بعض نے شاعر کے حق میں "نذرِ عقیدت" پیش کر دی ہے، بعض دیباچے ان میں سے خود اس قابل ہیں کہ مزے لے لے کر پڑھے جائیں، قصیدہ کہ، خود قصیدہ گو کی شان میں ——————

کلام کی داد اس سے قبل دی جا چکی ہے، اور پھر یہ تو نقشِ ثانی بھی نہیں، نقشِ ثالث ہے، کمیت و کیفیت، حجم و نوعیت، دونوں میں پہلے ایڈیشن سے کہیں بڑھ چڑھ کر —————— بحریں عموماً

مُبک و شگفتہ، کلام بے تکلف و بیاختہ، پڑھتے جائیے اور جھومتے جائیے ــــــــــــ

حمید دیوانے ہیں، مگر دیوانگی میں بھی "بکارِ خویش ہشیار" خود لوٹتے ہیں، تڑپتے ہیں، دوسروں کو لٹاتے ہیں، تڑپاتے ہیں، لیکن اتنا ہر حال میں یاد رکھتے ہیں کہ محبوب ہے کون؟ وہی، جو آقا و سردار بھی ہے، بزرگوں کا بزرگ، اور بڑوں کا بڑا ــــــــ مستی و سرشاری کے ساتھ اتنا فرقِ مراتب اور پاسِ ادب، کمتر ہی کسی کے حصے میں آتا ہے، اور حمید انھیں "کمتروں" میں ہیں ـــــ خود بھی تو کہہ گئے ہیں۔ ؎

رہے پاسِ آداب اے دل ہمیشہ
ہوں دیوانگی میں قرینے کی باتیں

اس تازہ ایڈیشن میں کوئی ۶۰ صفحے کتاب کے اس موضوع سے الگ، شاعر کی غزلیات اور سہروں وغیرہ کی نذر نظر آتے ہیں، یہ سارا کلام بھی رنگینی، لطافت، شادابی سے خالی نہیں، عطریت معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کے تارِ نفس میں سرایت کئے ہوئے ہے، اور نفاست و پاکیزگی، خوش سلیقگی، جیسے کلامِ حمید کا جزو بن گئی ہے ــــــــ "صدقِ جدید" ۲۴ راگست ۱۹۵۱ء

مُدیر "معارف" ــــــــ

"گلبانگِ حرم" زائرِ حرم حضرتِ حمید صدیقی لکھنوی کی پُر کیف نعتیہ نظموں کا ایک دلکش مجموعہ ہے، جنمیں بڑی روانی، شگفتگی اور ادب شناسی، اسکے ساتھ کمال سرشاری و سرمستی سے بارگاہِ نبوت میں عقیدت و محبت سے لبریز جذبات کی نذر پیش کیگئی ہے، اُمید ہے کہ اہلِ ذوق کے حلقے میں یہ مجموعہ مقبول ہوگا۔

"معارف" اعظم گڈھ
جولائی ۱۹۴۷ء

الیہ یصعد الکلم الطیب

(آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ نے، ۸ جولائی ۱۹۶۳ء کو "گلبانگِ حرم" پر جو تبصرہ نشر کیا تھا اُسکے کچھ اجزا یہ ہیں)

حضرتِ حمید اُن صاحبانِ ایمان میں سے ہیں جن کے قلوب بادۂ ولائے رسولؐ سے لبریز رہتے ہیں، بڑی بات یہ ہے کہ وہ زیارتِ حرمین شریفین سے بھی شرف یاب ہو چکے ہیں، اور اس لذتِ دیدار نے ان کے نعتیہ کلام میں خلوص و صداقت، جوش و اضطراب کی ایک لہر دوڑا دی ہے۔

حضرتِ حمید نے نعتیہ اشعار رسمی طور پر یا وقتی جذبات کے ماتحت نہیں کہے ہیں، بلکہ وہ خود اپنے قول کے مطابق اسی دُنیا میں گُم رہتے ہیں، ردیف و قوافی کی شگفتگی، بحور کی رنگینی و ترنم آفرینی، اور فنی پختگی کے علاوہ اُن کے اشعار میں بلا کی جاذبیت و نشتریت ہے، جو اُن کے صداقتِ جذبات اور خلوصِ نیت کی آئینہ دار ہے۔ وہ ارضِ حرم میں جاکر بادلِ ناخواستہ واپس آئے ہیں، اسلئے اُن کی شاعری کہیں ایک کامیابِ دید کا نعرۂ مسرت، اور کہیں کسی عاشقِ مہجور کا نالۂ فراق معلوم ہوتی ہے، دَرد و خلش، شیفتگی و فریفتگی ہر جگہ نمایاں ہے، تخئیل لطیف ہے، اور اُسکے استعمال میں اعتدال خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے ——

عرفی شیرازی بڑے پتے کی بات کہہ گیا تھا:- ؎

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است ۔۔۔ آہستہ کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را

حمید صاحب نے اِس نکتے کو برابر پیشِ نظر رکھا ہے، شدتِ جذبات کے باوجود منزلِ ادب شناسی سے سرِ مو تجاوز نہیں کیا ہے، ہر بات جچی تُلی، رکاکت سے بَری، اور حقیقت پر مبنی ہے، پڑھتے وقت کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے ہم اُن کے ساتھ طیبہ و بطحا کی فضائیں دیکھ رہے ہیں۔

ایک باعظمت یاد

از حضرت الحاج مولوی محمد صبغت اللہ صاحب شہید انصاری (فرنگی محلی)

سنہ ۱۳۶۹ھ کی ۶ ذی الحجہ تھی، اور اقطار عالم سے عازمین حرمین کو لانے والے سب ہی جہاز جدّہ آچکے تھے، کہ شام کو سعودی ریڈیو نے جدّہ پہونچ جانے والے خوش نصیبوں کی تخمینی تعداد کا ذکر کرتے ہوئے اُن احرام بندانِ حریم قدس میں چند ممتاز لوگوں کے ناموں کا بھی اعلان کیا، ان قابلِ ذکر و درخورِ اعلان حضرات میں مختلف ممالک سے آنے والے علماء، رؤساء، زعماء، اور اربابِ وجاہت کے نام تھے، میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، جب اُن ہی ناموں میں ایک اُس خوش بخت کا بھی نام سُنا، جو نہ تو عالم تھا نہ رئیس، نہ زعیم تھا نہ کسی وجاہتِ دُنیاوی کا مالک، یہ ایک غریب فقیر تھا، جس کا نام "زائر حرم جناب حمید صدیقی لکھنوی" بتایا گیا تھا۔

اللہ اللہ: ایک فقیرِ خانہ نشین اِس قدر مستحقِ ذکر، اِس قدر سزاوارِ اعلان، اور اتنا ممتاز کہ اللہ اور اُسکے رسولؐ کے خاص مہمانوں میں اُس کا بھی نام، اور پھر اس انداز سے، جیسے وہ "حرم" میں بھی اُسی طرح روشناس ہے جس طرح "حِل" میں، اور جس طرح "عجم" کے اُردو داں اربابِ ذوق کی انجمنوں میں وہ قابلِ ذکر ہے، اُسی طرح "عرب" کی اس دُنیا میں بھی گمنام نہیں، جو اُردو نعت و منقبتِ رسولؐ کا ذوقِ تسلیم رکھتی ہے۔

مگر یہ تعجب کیوں تھا؟ جس کا ممدوح اور مرکزِ ستائش "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی سراپا حمد ہو، جس کا منتہائے ذکر- "ورفعنا لک ذکرک"، کا مخاطب ہو، جس کا منتہائے تخیل محمود ملائکہ اور

الحمدُ رب العالمین ہو، اور جس کی شاعرانہ فکروں کی آخری حد وہ ہے جس کا ذکر توریت و انجیل، زبور اور دیگر صحفِ آسمانی کا "شہ پارہ" ہو، اگر وہ خود ممدوح ہو جائے، اگر اُس کا ذکر خود بلند ہو جائے، اگر وہ خود دسزاوارِ داد و آفریں ہو جائے، اور اگر اُسکے چرچے دُنیاوی صحیفوں اور روزناموں میں ہونے لگیں تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، کیا اِس دُنیا میں اُن لوگوں کی کمی ہے جو بڑوں پہ لکھتے لکھتے، اعاظمِ عالم پہ ریسرچ کرتے کرتے، اور قابلِ ذکر ہستیوں پر تالیفات نہیں، مقالے قلمبند کرتے کرتے خود بڑے عظیم اور قابلِ ذکر ہستی نہیں ہو گئے ہیں۔

حدیثوں میں حضورِ انور (صلے اللہ علیہ وسلّم) کی خدمت میں پیش کئے ہوئے درودوں کی ایک خصوصیت یہ بھی ملتی ہے کہ خوش نصیب لبوں سے نکلنے والا درود بحر و بر، شجر و حجر، اور آبادی و صحرا پر سے گذرتے ہوئے اعلان کرتا جاتا ہے کہ میں فلاں بن فلاں کا درود ہوں، اِس اعلان کو سُننے والا ہر ایک اسکے بعد اس فلاں بنِ فلاں کیلئے دُعاہائے مغفرت و فوز و فلاح کرتا ہے، تو اس ماثور بلکہ مفروض ذکر و دُعائے رسُولؐ پر نظر ڈالتے ہوئے ایک "سوختہ جانِ درواں" اپنے مدرکۂ معیار اور اپنے ذوق و ماحول کے مطابق ذکرِ رسُولؐ کرے، تو کیا بحر و بر اور شجر و حجر کی دُعائیں نہ لے گا؟۔

بیشک ایک گڈریا "کلیمِ طور" کی طرح صحیح اور شایانِ شان ذکرِ رب نہیں کر سکتا تھا، مگر اسکے ذکر و فکر کو "ذرہ نواز" نے کیا قابلِ التفات نہیں خیال فرمایا؟ اور اس میں کیا شک ہے کہ جس طرح "نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ" کہنے والوں سے لیکر ایک عامی و بدوی کی اپنے معیار سے تحمید و تقدیس و تسبیح و تمجید و ذکر کے باوجود اُس کا صحیح ذکر اُس کی "كَمَا هُوَ" ستائش نہیں ہوئی ہے،

اور جس کو سب سے زیادہ جاننے والے اور جس کے کامیاب ترین روشناس کرانے والے نے فرمادیا "ماعرفناك حق معرفتك" اسی طرح اُسکے محمد صلے اللہ علیہ وسلّم (بے اندازہ تعریف کردہ) کے اَبدی و ازلی "صاحب" "سب سے زیادہ عزیز و مزاج شناس" "ناعت" اور اس کی نکتہ سنج

اور دن اور اُس سے زیادہ راتوں میں بھی اُن کے ساتھ "عِيشَةٍ رَّاضِيَه" بسر کرنے والی بھی صحیح مدح وحقیقی ستائش اور کماحقہٗ نعت کب کر سکی ہیں، آپ سمجھ رہے ہیں کہ میرا اشارہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ حضرت سیدنا علی مرتضیٰؓ، اور اُمّ المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہؓ (اللہ اُن سب سے راضی ہو) کی طرف ہے۔

مگر اپنے ادراک وظرف واستطاعت کے مطابق نعت گویانِ رسولؐ اور مدّاحینِ ممدوحِ ربّ العالمین (صلے اللہ علیہ وسلّم) صلہ واجر پاتے ہیں، قرآن مجید فرماتا ہے: "ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودّا" ایمان وعملِ صالح کا ایک دُنیاوی ثمرہ "ودّ" اور محبوبیت وشہرت وذکرِ خوب بھی ہے، تو اگر ذکرِ رسولؐ عین ایمان ہے، اور اگر ستائشِ خاتم النبیینؐ بے شبہ ہمزبانیِ صاحبِ عرش ہے، اور حضورؐ کی خدمت میں دُرود وسلام پیش کرنا "یُصلّون علی النبی" کے مرجعہائے ضمیر سے اتنی مناسبت پیدا کر دیتا ہے جو بلند مرتبہ خریدارانِ یوسفؑ سے ایک سُوت کی گتھی لانے والی بڑھیا کو تھی، تو ہر ناعت وذاکر ومدّاحِ رسولؐ کی غیر فانی شہرت، قابلِ رشک عظمت، اور بلندیِ ذکر کا قیاس کر لو۔

ہمارے حمید صاحب کی اِس قابلِ رشک بلندی پر اِسلئے کہ میں اُن کا دوست ہوں اور اِسلئے کہ میں تا قیامت اُن کا اِسلئے ممنون رہوں گا کہ اُنھوں نے میرے لئے وہاں دُعائیں کی ہیں، جہاں کی ہوئی دُعاؤں کے لئے ہر وقت بابِ اجابت کُھلا رہتا ہے، مجھے بڑی خوشی بھی ہوئی، اور رشک بھی آیا۔

اسکے بعد میرا اُن کا ساتھ رہا، اور خوش نصیبی سے طابہ اور طیبہ کے عزم پر ہم دونوں کو ایک ساتھ رفعتیں اور بلند پروازیاں حاصل ہوئیں، پھر حاضریوں میں، نمازوں میں، مواجہ اقدس میں، آستانِ رسولؐ پر، اور اُن کے اُس دوست کے گھر میں بھی جو دیارِ قُدس کے لئے اُن کا "گائڈ" بادشرطہ

اور میر ساماں ہی نہیں، صاحبِ اصطفائے اعظم (ان اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً و من الناس) کا آستاں بوسِ دیرینہ ہے، جس کے متعلق اُسکے پہچاننے والے دوست اس بار اُسے مدینۂ منورہ میں پا کے کہہ رہے تھے: "تلک عشرۃٌ کاملہ"

یہ "رفاقت" الحمدللہ اُس دن بھی تھی جب میں اور یہ "زائرِ حرم" اور اگر زیادہ لطیف کہوں، تو یہ "شاعرِ حرم"، جناب حاجی محمد اصطفا خاں صاحب کے مکان (دولت کدہ نہ کہوں گا، مدینہ میں کیا دُنیا بھر میں ہم غریبوں کے لئے تو دولت کدہ ایک ہی ہے، یعنی وہی جہاں دُنیا جہان کا "اُن داتا" اور ابُوالقاسم و قاسمؐ آج بھی کھُلی ہوئی فیض بخشیاں فرمارہا ہے) پر حاضر تھے، معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ محافلِ میلاد شریف کا انعقاد اب مدینۂ منورہ میں قانوناً جائز نہیں ہے، اور اس قسم کی تقریباتِ مقدسہ کے لئے بھی حکومت کی اجازت ضروری ہے، مگر اس شیفتۂ رسُولؐ، اس شیدائے ذکرِ نبیؐ کی طرف سے محفلِ میلاد شریف کا اہتمام تھا، اور مرتے وقت تک میں حاجی اصطفا خاں صاحب کے اس احسان کو نہ بھولوں گا، کہ ان کی بدولت مجھے اُس سرزمین میں ذکر و مدحِ رسُولؐ کا شرف حاصل ہوا، جہاں میری خوش نصیب دادیوں نے ان ہی کوچہ و بازار میں دُف بجا بجا کے دارین کے سب سے بڑے محبوبؐ مہمان کا استقبال کرتے ہوئے اس کی غیر فانی منقبت و ستائش کی تھی۔

میرے ذکرِ رسُولؐ سے مشرّف ہونے کے بعد اس "شاعرِ حرم" نے حسبِ معمول سلام پڑھا اور حضرت الحاج مولٰنا محمد عبدالغفور شاہ صاحب نقشبندی مہاجر مدنی کے اصرار پر چند اور نظمیں بھی سُنائیں، اُردو دانوں اور محفل کے سُخن سنجوں نے اس کی کماحقہ داد و ستائش ابھی ختم نہیں کی تھی، کہ ایک مدنی بزرگ (اور مدینہ میں کون ہے جو بزرگ اور مستحقِ احترام نہیں ہے) نے مجھ سے عربی میں فرمایا کہ "میں بھی حمید صاحب کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں، تم سامعینِ کرام کو میری طرف مخاطب کر دو، اور میرے ہر شعر کا اُردو میں ترجمہ بھی سُناتے جاؤ" یہ فرما کے اُنھوں نے جو کچھ سامعین کو ۵ ۲ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ کو "اصطفا منزل"

(وہ عالیشان عمارت جسے حاجی محمد اصطفا خاں صاحب نے زائرینِ حرم کے لئے وقف کر دیا ہے) میں سُنایا، میں اُس کا ترجمہ کرتا گیا۔

میرے لئے عربی سے اُردو میں ترجمہ کوئی نئی چیز تو نہ تھی، مگر ترجمہ کا نام سُنتے ہی مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی، یہ کیفیت میرے اوپر اِسلئے تھی کہ وہ سرزمین جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ سے لے کے ہر زبان اور ہر انداز سے صرف ایک محبوب کی تعریف کی گئی ہے، اُسی سرزمین میں، اُسی کے حرم کے سامنے، اُسی کے مواجہ اقدس سے صرف چند گز کی دُوری پر، اُس گلی سے بالکل قریب (جس میں ناقۂ اقدس کے وُرود پر انصار مرد و زن نے نظم و نثر میں بے مثال نذرِ عقیدت پیش کی تھی) ہمارے مخدوم مولنا عبدالرحمٰن عثمان صاحب مدنی (مدرّس مدرسۂ علوم شرعیہ) ایک غریب مداحِ رسولؐ اور شاعرِ حرم کی شان میں قصیدہ خوانی کر کے گویا فرما رہے ہیں :-

رتبہ شہیدِ عشق کا گر جان جایئے   قربان ہونے والے کے قربان جایئے

میرے خیال میں مدینہ والے کے صدّیقی مدّاح کے لئے دُنیاوی شرف و امتیاز کی یہ آخری حد تھی کہ خود مدینہ میں وہ حمید (قابلِ ستائش) ہو رہے تھے، اور پھر اعیانِ مدینہ میں سے ایک بزرگ و محترم عالم کی زبان سے، اختتامِ محفل پر سب سے پہلے میں نے ہی حمید صاحب سے عرض کیا کہ اس نظم کو "گلبانگِ حرم" میں اِسلئے بھی شائع ہو جانا چاہیئے کہ ہمارے خوش گو نوجوانوں کو نعت گوئی کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے اور اُنھیں معلوم ہو کہ ان کے پاس ایسے موتی بھی ہیں جن کو عدن والے دستِ قبول سے لیتے ہیں، انکے پاس ایسے لعل بھی ہیں جو یمن والوں کے نزدیک سرمایۂ یُمن و سعادت ہیں، اور کنعاں میں بیرونی حُسن کی بھی قدر ہوتی ہے، میں ممنون ہوں کہ اُنھوں نے میرے مشورہ کو قبول فرماتے ہوئے ان اشعار کو اپنے مایۂ نازش دیوان کی تازہ اشاعت کا ایک نمایاں جزو بنایا، اور اِسلئے بھی مشکور ہوں کہ ان عربی اشعار کے ساتھ حضرت العلاّمہ مولنا سیّد مناظر احسن صاحب گیلانی کی چند مزید سطریں (وہ ترجمہ کی

شکل میں سہی) ہماری نظروں کے سامنے آگئیں، اور مجھے مولانا گیلانی کی تحریر سے اتنا ہی عشق ہے، جتنا اُن کی گفتار و تقریر سے۔

ناظرین ان اشعار کو غور سے پڑھیں، اور شعراان کے ترجمہ پر سر دُھنیں، اور اُس کیف میں میرے سہیم بنیں جو اُس مبارک محفل میں مجھے حاصل ہوا تھا، فاضل مدّاحِ حمید نے ایک جگہ بلاغت و مطالبِ حمید کی ستائش کرتے ہوئے لبید کا بھی ذکر کیا ہے، اگر لبید کا ذکر اتفاقی نہیں ہے، تو لبید کی ایک خصوصیت و امتیاز میں آپ کو یاد دلائے دیتا ہوں، عرب کے شعرائے جاہلیت میں صرف اس لبید کو یہ شرف حاصل ہوا تھا کہ اُسکے مصرع "الا کل شیٔ ماخلا اللہ باطل" کی خود افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے داد دی تھی، تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ حمید صاحب کو جامی و سعدی، شہیدی و محسن (رحمہم اللہ) کی طرح خود دربارِ ممدوحؐ سے داد ملنے والی ہے، آیئے ان اشعار کو پڑھ پڑھ کے ہم مدنی شاعر کی ہمزبانی کر کے حمید صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہیں۔ ؎

جزاك الله بالفردوس اخرى	وفی دنیاك بالعيش الرغيد
ملے اِس مدح کے بدلے میں تم کو	وہاں جنّت یہاں عیش و مسرت

اور پھر مدنی فاضل کی طرح اپنے شاعرِ حرم سے بڑے ناز و فخر کے ساتھ کہیں۔ ؎

یعد لحبه رؤياك سعدا	ويحسب يوم انسك يوم عيد
کرشمہ ہے یہ نعتِ مصطفےٰؐ کا	اور اس اُلفت کی ہے واللہ یہ برکت
تمہاری دید ہے اپنے لئے عید	زیارت ہے تمہاری اک سعادت

کلامِ شاعرِ حرم کا شیدائی :-

فقیر شہید انصاری (فرنگی محلی)

(۱۶ فروری ۱۹۵۱ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقد و دعاء للشیخ عبدالحمید صدیقی مادح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شدا فی طاب فی باب المجید — بمنزل اصطفا عبد الحمید

نظم سنائی مدینہ میں باب مجیدی کے آگے — اصطفا خاں کے مکان میں عبدالحمید نے

فجاء بما سبا الالباب منّا — ومیّل کلّ عطفٍ بل وجید

ایسی نظم سنائی کہ لوگوں کیلئے وہ ہوش ربا ثابت ہوئی — اور جذبات و عواطف کو اُسنے اُبھار دیا

قصائد غادرت الشعراء منها — معانیها تعزّ علی لبید

ایسی نظم تھی کہ شعراء اُسے سُنکر شرمندہ ہوگئے — اور دانشمندوں کے لئے تو وہ ایک قیمتی سرمایہ تھی

یقدّمها الطیبة خیر عقدٍ — یفوق قلائد الدر النضید

(عبدالحمید نے) طیبہ (مدینہ) کیلئے ایک بہترین ہار پیش کیا — ایسا ہار جو موتیوں کی مالا سے کہیں زیادہ بڑھا چڑھا ہوا ہے

وکیف وحبّہ من حبّ طٰہٰ — یصاغ یقاس بالعقد الفرید

اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب اُسکی محبت حضرت طٰہٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت سے پیدا ہوئی، اور اسی سے ڈھلی، وہ دُرِ یکتا کا مالک ہے

امادح من علی علیاہ اثنی — الٰہ العرش فی الذکر المجید

اے مدّاح تو اُسکی مدح کر رہا ہے جس کی سربلندیوں کی — تعریف عرش والے معبود نے کلام مجید میں کی ہے

وفی التوراۃ والانجیل قدما — بآیٍ ما علیها من مزید

اور توریت اور انجیل میں بھی پہلے ہی سے اُسکی تعریف فرما چکا — ایسی تعریفیں جن پر مزید اضافہ نہیں ہوسکتا

افرت باحمدٍ ابیات شعرٍ — فکانت کلّها بیت القصید

تم نے گرمجوشی کیساتھ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شعر کے جو بیت پیش کئے، سب ہی قصیدے کی بیت ہی چاہئے تھا کہ وہ بنجائے

وكنت وانت بالتقدير احرى ... تلقب شاعر الهند المجيد

تمہارے لئے یہی مقدر ہو چکا تھا، اور تم حقدار ہو کہ ... ہندوستان کے محترم شاعر بن جاؤ

ليلك سلالة الصديق ازكى ... تهانٍ من اخي حبٍ اكيد

اے خانوادۂ صدیق کے چشم و چراغ اپنے دوست سے ... جو غیر متزلزل محبت تم سے رکھتا ہے مبارکباد قبول کرو

يعد لحبه رؤياك سعداً ... ويحسب يوم انسك يوم عيد

تمہاری محبت کی وجہ سے تمہاری دید میری خوش بختی ہے ... اور تم سے ملاقات کا دن میرے لئے عید کا دن ہے

فعش تحيي القلوب تحيل بئرًا ... معطلةً الى قصرٍ مشيد

تم زندہ رہو، دلوں کو زندہ کرتے رہو، اور جو کنویں ... بیکار ہو چکے ہیں، انھیں صاف کر کر کے قصر رفیع بناتے رہو

فمدحك لابن عبد الله روح ... وريحانٌ لارواح العبيد

ابن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نعت بندوں کیلئے ... روح و ریحان، جانوں کی آسودگی و مسرت کا ساز و سامان ہے

ونبراسٌ الى الجنات يهدي ... ويدني ذروة الامل البعيد

جنت کے باغوں کی راہ نمائی کے لئے وہ چراغ ہیں ... اور دور دراز کی امیدوں کو قریب لے آئی ہے

جزاك الله بالفردوس اخرى ... وفي دنياك بالعيش الرغيد

حق تعالیٰ آخرت میں اس کا صلہ فردوس تمھیں عطا کرے ... اور تر و تازہ شاداب آسودہ زندگی دنیا میں تمھیں ارزانی ہو

وصلى الله ربي كل حينٍ ... على المختار ذي الخلق الحميد

اپنی رحمتیں ہر لحظہ میرا رب اپنے اس برگزیدہ پر ... نازل فرماتا ہے، جو اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہے

وآلٍ والصحابة ما تغنّى ... حماء الايك او عبد الحميد

اور انکے آل و اصحاب رضی اللہ عنہم پر رحمتیں نازل ہوتی رہیں جب تک ... کبوتر بن کی شاخوں پر گاتے رہیں اور عبد الحمید بھی زمزمہ سنج رہے

ناظمها:-

"عبد الرحمن عثمان"

(المدينة المنورة في ٢٥ ذي الحجة سنة ١٣٦٩هـ)

قطعۂ تاریخ طبع گلبانگِ حرم

از:- الحاج حضرتِ شفیقؔ جونپوری

من کلامک یا حمید الحمد للہ العظیم
زاد شوق الروضۃ فیہا النبی المحترم

اہلِ عرفاں وجد کرتے ہیں ترے اشعار پر
دھوم ہے اُمُّ القریٰ سے تا بگلزارِ ارم

نعتیہ اشعار تیرے ہر طرف مقبول ہیں
تجھ کو کہتا ہے زمانہ بلبلِ باغِ حرم

سیکڑوں سینوں میں تیرا لحنِ دلکش مرحبا
کر چکا روشن چراغِ الفتِ خیر الامم

تیرے ذوقِ نعت گوئی کا نیا انداز ہے
معترف ہیں جملہ اربابِ سخن، اہلِ قلم

تیرے اِک اِک شعر میں وہ سوز ہے، وہ کیف ہے
یاد آتا ہے مدینہ، آنکھیں ہو جاتی ہیں نم

تیرے نغمے کو یہ کہہ کر یاد کرتا ہے شفیقؔ

دولتِ دیں، لحنِ روح القدس گلبانگِ حرم

۱۳ ھ ۷۲

حرفِ گُفتنی!

کسی شخص کا بھی اپنے احوال کا قلمبند کرنا، اور اُس سے زیادہ اپنے کلام پر تبصرہ کرنا اِسلئے بھی مشکل ہوتا ہے کہ اُس کی تحریر یا گفتار بے لاگ ہو ہی نہیں سکتی، انسان کا تو سب سے زیادہ لگاؤ خود اپنی ذات کیساتھ ہوتا ہے، اِسلئے وہی انسان کسی روایت و بیان میں بے لوث ہو سکتا ہے، جو ذاتیات سے بہت دُور رہا ہو۔

سیّدنا ابُوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی ایک روایت صحاح میں ملتی ہے، جسمیں وہ خود فرماتے ہیں کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا، کہ :- "جو شخص تصدیق قلبی کیساتھ لا الٰہ الا اللہ کہے گا، وہ جنّت میں داخل ہوگا۔" میں نے اس پر عرض کیا :- "وان زنیٰ وان سرق" چاہے یہ کلمہ پڑھنے والا زنا بھی کرے اور سرقہ کا بھی مُرتکب ہو؟" حضورؐ نے فرمایا :- "چاہے زنا و سرقہ بھی کرے۔" میں نے پھر یہی عرض کیا، اور حضورؐ نے پھر وہی مُژدہ سُنایا، تیسری بار جب پھر میں نے یہی پوچھا کہ :- "زنا و سرقہ کے باوجود کیا یہ شخص داخلِ جنّت ہوگا؟" تو حضورؐ نے پھر اثبات میں جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :- "علیٰ رغمِ انف ابی ذرٍ یعنی ابُوذر کی ضد پر یہ شخص ضرور داخلِ جنّت ہوگا۔"

"علیٰ رغمِ انف ابی ذرٍ" جناب ابُوذرؓ کے مُسلسل سوالات پر اظہارِ ناراضی ہی کا جملہ تھا، یہ روایت کرتے وقت سیّدنا ابُوذرؓ اگر اس ارشادِ رسُولؐ کو خود ہی نہ بیان کر دیتے تو شاید دُنیا کو اس ناگواری کا علم بھی نہ ہوتا، تو ابوذرؓ کا ایسا نفس کہاں ہے۔

اِسلئے ایک خود نوشت لکھنے والا عموماً افراط و تفریط کے الزام سے بَری نہیں ہو سکتا، کوئی کہے گا خودستائی فرمائی گئی ہے، کوئی کہے گا تواضع اور فروتنی کی بھی کوئی حد ہے۔

بہرحال میں "حمید" ہوں، حمید کے معنے آپ کو معلوم ہیں کہ پسندیدہ اور مستحق ستائش کے ہیں۔

کسی کے قابلِ مدح بننے کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ وہ دُنیا کے سب سے بڑے سزاوارِ ستائش، مستحقِ تعریف اور حقدارِ حمد و منقبت کی تعریف کرتا رہے، اور ہر شخص خوب جانتا ہے کہ ازلی مستحقِ تعریف، پیدائشی حقدارِ حمد، اور سراپا منقبت و مدحت، اِس دُنیا میں خدا کے بعد صرف وہی انسانِ کامل ہے، جس کو آج بھی دُنیا "محمدؐ" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتی ہے۔

محمدؐ بگویم ترا یا محمدؐ

کہ وصفِ تو بیرونِ زامکانِ من

"لکھنوی" ہوں، اِسلئے شعر و شاعری کا ذوقِ فطری بھی واضح ہو گیا، لیکن شعر و سخن سے دلچسپی کسی کو قصداً نہیں ہوتی، بلکہ یہ سوز و گداز کی چنگاری خود بخود سُلگتی ہے، اور پھر خرمنِ دل و دماغ کو پھونک ڈالتی ہے، مجھ سوختہ دل پر بھی اُس نادیدہ تجلّی کا ظہور ہوا، اور آپ یہ نہ پوچھئے کہ کس طرح ہوا، مگر ہاں یہ ضرور ملاحظہ فرمائیے کہ جذبات کی چنگاریاں کس صورت میں برق زن ہوئیں، انھیں کے اثرات نے "گلبانگِ حرم" کی صورت اختیار کر لی ہے، اور مجھے مسرّت ہے کہ میں انھیں آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کر رہا ہوں، فنی حیثیت سے اس کا معیار کیا ہے، یہ صاحبانِ فن، یا دعویدارانِ فن جانیں، میں صرف اس قدر جانتا ہوں کہ میرے دل کی زبان نے سچے جذبات کی ترجمانی کو اپنا شعار بنا لیا ہے، اور اب یہی سچائی میری شاعری اور شعریت ہے۔

یوں تو اس شغل کا چسکا اگرچہ پہلے بھی تھا، لیکن اُس رومانی کلام میں جس کی دُنیا آج دلدادہ ہے، کوئی خاص بات اب مجھے نظر نہیں آتی، میری موسمی شاعری کچھ دنوں تک ہنگامی بنی رہی، مگر حُسنِ اتفاق کہ مقدّر نے جلد یاوری کی، اور میرے دل اور ایمان کا وہ ارمان پُورا ہوا جس کا میں برسوں سے سوتے جاگتے خواب دیکھتا رہتا تھا، یعنی اپنے مُربّی و محسن مخدومی جناب حاجی محمد مصطفٰے خاں صاحب قبلہ کی معیّت میں سفرِ حجاز کا موقع ہاتھ آیا، اُن کی پُر خلوص عنایات کا شُکریہ کس زبان سے ادا کر دوں، رہبرِ طریقت کہوں یا مرکزِ شفقت، جو کچھ ملا آپ کی کرم فرمائیوں کا فیض ہے، اور ہر دم دامی ہے۔

بجانِ اصطفا پیرِ مُغانم
تمیدِ تشنہ شد از ساغرش مُست

سفرِ حجاز نے میری آنکھیں کھول دیں، اور جلوہ زارِ مدینۃ الرّسُول (صلے اللہ علیہ وسلم) کے نظّارے نے دل میں ایک ایسی تڑپ پیدا کی، جو نہ صرف حاصلِ عمر ہے، بلکہ خدا کرے کہ میری آخری سانس بھی اسی تڑپ کا حاصل ہو۔

معلوم نہیں یہ شرفِ زیارت کا اثر تھا، یا بارگاہِ رسالتؐ کی حاضری کا فیضان، کہ میری توجہ اور طبع آزمائی مدحتِ حریمِ رسالتؐ کا مرکز بن کر رہ گئی، اِس میں مجھے کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی، یہ تو میں نہیں عرض کر سکتا، مگر ہاں اشعار کی شکل میں اپنے جذبات کی ترجمانی کر کے میں اپنی مُراد کو ضرور پہونچ گیا، اور انشاء اللہ ہمیشہ پہونچتا رہوں گا۔

اَب مجھے سوائے ذکرِ دیارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کوئی صنفِ شاعری محبوب نہیں، میں اس رنگ میں ایسا کھو گیا ہوں کہ یادِ مدینہ و رسُولِ اکرمؐ (فدائے اوشوم) کے علاوہ کوئی اَور تذکرہ اچھا نہیں معلوم ہوتا، دیارِ حبیبؐ کا تصوّر، وہاں کے مناظر، اور وہی لیل و نہار، اور اشغال و اذکار دل و دماغ میں اِس طرح پیوست ہو گئے ہیں، کہ سوچتا ہوں تو وہیں کی باتیں، اور دیکھتا ہوں تو وہیں کے مناظر، سنتا ہوں تو وہی نغمے اور خیال آتا ہے تو اُسی فضائے پاک کا ——— غرض :۔ ؎

"دیوانہ راہوئے بس است"

اِسلئے اک ذرا سا اشارہ اور ایک معمولی سی تحریک مجھ کو اُسی عالم میں پہونچا دیتی ہے جو میرا منتہائے نقطۂ نظر ہے اور وہی کیفیتیں اشعار کا جامہ پہن کر میرے دلی جذبات کی ترجمانی کرتی رہتی ہیں۔

بے شبہ انھیں جذبات کا فیضان ہے کہ بعض مقامات پر اہلِ دل حضرات کے بقول میرے کلام میں وہ تأثر نظر آجاتا ہے جو صرف اہلِ علم و معانی کا حق ہے، خدا جانے اِس رائے میں اہلِ دل حضرات کی

محبت کا دخل کس حد تک ہے، اور واقعہ کیا ہے، اگر کچھ واقعہ کی صورت ہے. تو یہ سب برکت ہے اُس درِ یارِ پاک کی، جس نے مجھ جیسے ہیچمدان کی زبان کو گویائی کا میرے نزدیک صحیح راستہ دکھایا، اور شرفِ غلامی بخشا۔

اِس حقیقی رہنمائی کے بعد اُس اصطلاحی رہنمائی کو بھی میں کیونکر نظر انداز کر سکتا ہوں جو اُستاذی حضرت جگر مرادآبادی مدظلہ العالی نے فرمائی، فنی اعتبار سے اگر اس مجموعہ میں آپ کو کچھ ملے، تو اُسے محض فیضانِ جگر سمجھئے، میں ایک وجدان کے ماتحت فن سے بے نیاز ہو کر اپنی دُھن میں نہ جانے کیا کہہ جاتا، اور دُنیا اُسے کیا سمجھتی، مگر حضرتِ جگر نے اس رمز کو سب کے سمجھنے کے قابل بنانے میں ہر قدم پر رہنمائی فرمائی۔

لوگ کسی چیز کی مقبولیت کو انسانی سعی کا حاصل سمجھتے ہیں، مگر میں اُس "فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ" کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں جس کی نظرِ لطف سے (بغیر سعی و جانفشانی) "گلبانگِ حرم" کا پہلا، دوسرا اور تیسرا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا، اور چوتھے ایڈیشن کے متعلق اربابِ ذوق کے تقاضے شروع ہوئے، اور مسلسل فرمائشی خطوط کی خلش میرے دل کے ساتھ رہی، مگر زمانہ نامساعد تھا، اِدھر کاغذ کی دشواری، اُدھر طباعت کی اُلجھن، انجام یہ ہوا کہ ایک سال اِسی کشمکش میں گذر گیا، اب یہ چوتھا ایڈیشن جدید نظموں اور غزلوں کے اضافے کے ساتھ پیشِ نظر ہے، جس میں بعض حضرات کے توجہ دلانے سے اِس قدر اور بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ جا بجا تشریح طلب مسائل و ارکانِ حج، اور خاص خاص مقامات پر اشارات و کنایات کے ماتحت کچھ نوٹ لکھ دیئے گئے ہیں، ان کا ماخذ "سفرنامۂ حجاز" مصنفہ مولٰنا عبدالماجد دریابادی ہے، یا "حجِ اکبر" ـــــــ اِن اقتباسات کا مقصد یہ ہے کہ زائرینِ حج علاوہ دیگر شائقین کو فہمِ کلام میں آسانی ہو، وارداتی و کیفیاتی اشعار کی شرح اِسلئے لاحاصل سمجھی کہ محسوسات و وجدانیات سمجھانے کی چیز نہیں، پھر کنایہ میں جو لطف ہے وہ تصریح میں نہیں، پھول کی بستہ پنکھڑیوں کو اگر منتشر کر دیا جائے تو پھول کہاں، اور اُس کی دلکشی کہاں!۔

شاعری کا مُدعی کس طرح بنوں، جو حُسنِ تنقید اور داد کا طالب ہوں، مجھے اپنی اس بے بضاعتی پر

نازہے جس نے میرا رشتہ حرمِ نبویؐ سے مربوط بنایا، اگر آپ میری علمی بے بضاعتی اور اَمرِ واقعی کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اِس مجموعۂ سخن کے مطالعے سے میری ہی طرح ان مشاہدات و تأثّرات سے بہرہ اندوز ہوں، تو دو ایک دُرود و سلام مجھ ناچیز کی طرف سے بھی دربارِ رسالتؐ میں پہونچا دیں۔

"زاں نیازے کہ با او ہست مرا نازے ہست"

خاکپائے اہلِ مدینہ:۔

حمید صدّیقی (عفی عنہٗ)

نذرِ حمید

بحضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

حمیدِ خستہ حال و نجور، اپنے اخلاص و عقیدت کے چند پھول

(جو اُس کی نسبتِ غلامی کیلئے مایۂ ناز ہیں)

بارگاہِ رحمت و رسالتؐ میں بصد آدب و نیاز پیش کرتا ہے!

رحمتِ عالم عالمیاںؐ سے اُمید ہے، کہ اِن کو

شرفِ قبولیت سے محروم نہ فرمایا جائے گا ——— اِسلئے کہ:۔

وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين

وَمِن مَذهَبي حُبُّ الدِّيارِ لِأَهلِها

وَلِلنّاسِ فيما يَعشَقونَ مَذاهِبُ

میرے مذہب میں دیار سے محبت کرنا صاحبِ یار کی وجہ سے ہے

اور عشق میں لوگوں کے الگ الگ مذہب ہوا کرتے ہیں

عالمِ حضوری

یا شفیع المذنبیں بارِ گُناہ آوردہ ام

بر درت ایں بار با پُشتِ دوتاہ آوردہ ام

(حضرتِ جامیؒ)

ہمّتم بدرقۂ راہ کُن اے طائرِ قُدس

کہ دراز ست رہِ مقصد و مَن نوسفرم

(حضرت حافظؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خُدا حافظ

ہو رہا ہوں جُدا خدا حافظ
دوستو، اقربا خدا حافظ

ہند سے جا رہا ہوں طیبہ کو
لو چلا قافلہ، خدا حافظ

سب عزیز اور دوست شاد رہیں
ہے یہ دل سے دُعا، خدا حافظ

اپنی حفظ و اماں میں رکھے
سب کو ربُّ العُلا، خدا حافظ

بخشدیں مِل کے سب خدا کے لئے
میری ہر اک خطا، خدا حافظ

جا رہی ہے سُنا کے مژدۂ دید
تیرا بادِ صبا خدا حافظ

تابِ نظّارۂ جمال کہاں
نگہِ شوق کا خدا حافظ

لیکے جاتے ہیں ہم مدینے کو
صِرف اِک مُدّعا خدا حافظ

آیئے آیئے گلے مِل لیں
وہ بھی وقت آگیا خدا حافظ

جب جُدا ہو رہے تھے اہل و عیال
سب نے رو کر کہا، خدا حافظ

سُن کے ہر بار "فی امان اللہ"
میں بھی کہتا رہا خدا حافظ

اہلِ دل کی زبان سے نکلا
جانے والے ترا خدا حافظ

چاہتا ہوں حمید ساتھ رہے
مخلصوں کی دُعا خدا حافظ

معراجِ شوق

دیکھا ہے جب سے جدّہ کا ساحل نہ پوچھئے
~~کیفِ نگاہ و شیفتگیِ~~ بیتاب کسقدر ہے مرا دل نہ پوچھئے

پیشِ نظر ہے کون سی محفل نہ پوچھئے
اظہارِ لطفِ دید ہے مشکل نہ پوچھئے

دل جانبِ مدینہ ہے، رُخ جانبِ حرم
اب انتہائے کشمکشِ دل نہ پوچھئے

دل میں طرح طرح کی خلش پا رہا ہوں میں
کس کی نگاہِ لطف ہے مائل نہ پوچھئے

اک جذبِ محویت میں چلا جا رہا ہوں میں
مجھ سے نشانِ جادہ و منزل نہ پوچھئے

کیوں اپنے جذبِ شوق کے قرباں نہ جاؤں میں
کیا چیز دردِ دل میں ہے شامل نہ پوچھئے

اُٹھنے کو جب بہت سے حجابات اُٹھ گئے
پھر کیوں حجابِ زیست ہی حائل نہ پوچھئے

کس کی تجلّیاں ہیں تصوّر میں جلوہ گر
کیا آج بن گیا ہے مرا دل نہ پوچھئے

معراجِ شوق ہو گئی حاصل مجھے حمیدؔ
اب مجھ سے میری زیست کا حاصل نہ پوچھئے

حال و قال

خدا کا حریم جلال آ رہا ہے
نگاہوں میں نورِ جمال آ رہا ہے

تصدّق ہیں جس پر دو عالم کے جلوے
وہی عالمِ بے مثال آ رہا ہے

عجب مستیاں ہیں عجب لغزشیں ہیں
مجھے حال کے بعد حال آ رہا ہے

بہت یاد آتی ہیں اپنی خطائیں
بہت گریۂ انفعال آ رہا ہے

زباں پر ہے لبیک کا نغمہ جاری
نہ وجد آ رہا ہے، نہ حال آ رہا ہے

خدا جانے کیا حال ہو آج اپنا
یہی بار بار اک خیال آ رہا ہے

جواب اس کا کیا اے دلِ زار ہو گا
جو لب پر مرے اک سوال آ رہا ہے

حمیدِ حزیں پر بھی چشمِ کرم ہو
وہ آوارہ و خستہ حال آ رہا ہے

جانبِ حرم

چلے ہیں جانبِ ارضِ حرم لرزیدہ لرزیدہ
محمدؐ مصطفیٰ خاں، اور ہم نمدیدہ نمدیدہ

پریدہ رنگِ رُخ ہے، اشکِ غم غلطیدہ غلطیدہ
نظر دُزدیدہ دُزدیدہ، قدم لغزیدہ لغزیدہ

مرے ذوقِ طلب کا کیا کہوں میں اب جو عالم ہے
ترے حُسنِ تصوّر کی قسم شوریدہ شوریدہ

سکونِ قلب کی لہروں سے یہ محسوس ہوتا ہے
کوئی ہے مائلِ لطف و کرم پوشیدہ پوشیدہ

کھنچے آتے ہیں اک وارفتگیِ شوق میں حاجی
بسوئے وادیِ "اُمّ السّلم"[1] سنجیدہ سنجیدہ

پیادہ پا، برہنہ سر، پریشاں حال "تکرونی"
وہ جن کے جیب و دامن ہیں بہم بوسیدہ بوسیدہ

ببولوں کی گھنیری چھاؤں، اور وہ خاک کا بستر
وہ خاص انداز میں مصری بہم خوابیدہ خوابیدہ

جلالت خانۂ کعبہ کی، اور یہ نُور کا عالم
نگاہیں پڑ رہی ہیں دمبدم ترسیدہ ترسیدہ

---

[1] مکۂ مکرمہ اور مدینۂ منورہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے، اسی کو "ذی سلم" بھی کہتے ہیں، یہاں ببولوں کے درخت کثرت سے ہیں، پاپیادہ آنے والے مسافر ببولوں کی چھاؤں میں آرام کرنے کی غرض سے یہاں اکثر ٹھہر جایا کرتے ہیں، شاید اسی نظر افروز منظر کے متعلق حضرتِ حافظؒ نے فرمایا ہے۔ ؎

یارب ایں کعبۂ مقصود زیارتگہِ کیست
کہ مغیلانِ طریقش گل و نسرین منست

قریبِ "مُلتزم"[1] آتو رہے ہیں زائریں، لیکن
نہایت مُضطرب سرتاقدم لرزیدہ لرزیدہ

زبانوں پر "الٰھی انت مقصودی و مطلوبی"
نظر سُوئے غلافِ محترم بالیدہ بالیدہ

نمازوں کی صفوں میں کس طرح بڑھ بڑھ کے ملتے ہیں
بہ ہر سُو شرقی و غربی بہم چسپیدہ چسپیدہ

اِدھر اہلِ نظر کی ہیں نگاہیں محوِ نظارہ
اُدھر وہ پردۂ بیت الحرم جُنبیدہ جُنبیدہ

نگاہیں شوق کی پڑنے لگیں "میزابِ رحمت"[2] پر
بدوشِ برق اُٹھا ابرِ کرم تابیدہ تابیدہ

عجب افسردگی ہے وقتِ رُخصت سب کے چہروں پر
جسے دیکھو وہی با چشمِ نم غمدیدہ غمدیدہ

کہیں ہندی، کہیں مصری، کہیں جاوی، کہیں شامی
کھڑے ہیں اک طرف اہلِ عجم رنجیدہ رنجیدہ

حمیدؔ اک خاص کیفیت میں ہے محوِ غزلخوانی
لئے ہاتھوں میں "گلبانگِ حرم" نازیدہ نازیدہ

---

[1] حجرِ اسود اور کعبہ کے درمیان جو جگہ ہے اُسے "ملتزم" کہتے ہیں، اُس کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے، کہ خاص محلِ مقبولیت ہے۔ ۱۲

[2] ایک سونے کا پرنالہ جسے "میزابِ رحمت" کہتے ہیں، جو بیت اللہ کی شمالی سمت میں چھت کے اُوپر نصب ہے، بارش ہوتی ہے تو اس کا پانی حطیم ہی میں آکر گرتا ہے، حقیقتاً "بارانِ رحمت" کا مشاہدہ یہیں ہوتا ہے، میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دُعا مانگنا موجبِ قبولیت ہے۔ ۱۲

"تجلّی گاہ"

کیا جوشِ محبت ہے، کیا جذبِ تمنّا ہے — صد شکر کہ اب ہم ہیں، اور وادیٔ بطحا ہے

یہ کیفِ حیات افزا، یہ لذّتِ بے پایاں — اب اور ہی عالم ہے، اب اور ہی دُنیا ہے

کچھ اور تجلّی ہے مُشتاق نگاہوں میں — تا حدِ حرم شاید اب قافلہ پہونچا ہے

یہ قافلہ چلتا ہے کس شان سے مِل جُل کر — خالی کہیں محمل ہے، تنہا کہیں ناقہ ہے

اشعار سے چھائی ہے کیفیّتِ وجدانی — ہر طرزِ حُدی گویا اک وجد کا نغمہ ہے

کیا رات سُہانی ہے، کیا چاندنی چھٹکی ہے — اِک حُسن کا منظر ہے، اِک نُور کا دریا ہے

انوارِ محبّت کی اللہ رے نظر بندی — پردہ کبھی جلوہ ہے، جلوہ کبھی پردہ ہے

جب سامنے آجائے جو عین حقیقت ہو — دھوکا اِسے نظروں کا، کافر ہے جو کہتا ہے

اُس جلوۂ معنی کی اللہ ری دل آویزی — معلوم یہ ہوتا ہے نادیدہ ہویدا ہے

محویتِ خاطر کی اب حد ہی نہیں کوئی — بیباک نگاہیں ہیں، اور پردۂ کعبہ ہے

ہر جُرعۂ زمزم پر ساقی کو دُعائیں دو — یہ میکدۂ عرفاں، کوثر کا نمونہ ہے

کیا منظرِ دلکش ہے اللہ کی رحمت کا — اُٹھتی ہیں جدھر نظریں اک نور برستا ہے

لبّیک، لبّیک

حَرِیمِ کبریا ہے اور میں ہوں — زباں صرفِ دُعا ہے اُور میں ہوں

کھنچا جاتا ہوں میں بطحا کی جانب — کوئی خود رہنما ہے اُور میں ہوں

زباں پر سب کی ہے "لبّیک لبّیک" — عجب دلکش نوا ہے اُور میں ہوں

چلا ہوں جانبِ کعبہ بصد شوق — نبیؐ کا آسرا ہے اُور میں ہوں

وفورِ شوق سے ہیں بند آنکھیں — درِ مقصود وَا ہے اُور میں ہوں

عجب کچھ جوش پر ہے اَبرِ رحمت — سُرور افزا گھٹا ہے اُور میں ہوں

طوافِ کعبہ ہے، وقتِ سحر ہے — نَسِیمِ دلکُشا ہے اُور میں ہوں

کبھی ہوں سعیؔ راہِ عشق میں محو — کبھی، کوہِ صفا ہے اُور میں ہوں

ؔ سعی نام ہے صفا و مروہ کے درمیان سات پھیرے کرنے کا، صفا و مروہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں جنکے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے "اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰه" (بیشک صفا و مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں) حضرت بی بی ہاجرہؓ اپنے شیرخوار نورِ نظر سیدنا اسمٰعیل علیہ السّلام کے لئے پانی کی تلاش میں مضطر و بے قرار انھیں پہاڑیوں پر چڑھ چڑھ کر دیکھتی تھیں کہ شاید دُور سے کوئی قافلہ نظر پڑ جائے اور اُس سے پانی حاصل ہو جائے، اُس سعی کی یادگار آج تک قائم چلی آتی ہے۔ ۱۲

کبھی ہوں "مسجدِ شق القمر[1]" میں — کبھی "غارِ حرا[2]" ہے اور میں ہوں

پڑے ہیں کُشتگانِ خنجرِ عشق — یہ میدانِ "منیٰ[3]" ہے اور میں ہوں

منیٰ کی کیسی یہ پُر نُور شب ہے — بس اک نُورِ خدا ہے اور میں ہوں

کہاں اب نقدِ جان و دل کی پروا — کہ بازارِ منیٰ ہے اور میں ہوں

نہیں اب گردِ بادِ کُفر کا غم
حریمِ کبریا ہے اور میں ہوں

---

[1] یہ مسجد "مسجدِ انشقاق القمر" کے نام سے مشہور ہے، جو "جبلِ بوقبیس" پر واقع ہے، جہاں ماہِ عربؐ کے اشارے سے چاند کے ۲ ٹکڑے ہوئے تھے، یہیں سُلطان العاشقین سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اذان دی تھی۔ ۱۲

[2] جس میں ابتداءً وحی نازل ہوئی تھی، اور جہاں بعثت سے پہلے حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر تنہائی میں عبادت کیا کرتے تھے، یہ غار جبلِ نُور پر واقع ہے۔ ۱۲

[3] قبلِ حج نوئیں کی شب میں، اور بعدِ حج تین دن یہاں کا قیام ارکانِ حج میں داخل ہے، یہ مقام سال بھر تک ویران رہتا ہے، موسمِ حج میں آبادی کے یہ تین دن قابلِ دید ہوتے ہیں، منیٰ کا مقام برکت والا مقام ہے، یہیں سیدنا حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام کی قربان گاہ ہے۔ ۱۲

انوارِ بیتُ اللہ

جلوۂ کعبہ سے دل مدہوش ہے — کس غضب کا آج کیف و جوش ہے

دیکھ کر انوارِ بیتُ اللہ کے — دل ہے سکتے میں، زباں خاموش ہے

محو کر دیتی ہے آوازِ اذاں — جس کو دیکھو وہ سراپا گوش ہے

پردۂ کعبہ پہ کیوں نظریں ہیں لوٹ — کیا وہ اس پردے میں خود روپوش ہے

سایۂ میزابِ رحمت میں ہوں میں — وا حطیمِ[1] پاک کی آغوش ہے

جھومتی آتی ہے طیبہ سے گھٹا — کس قدر ابرِ کرم کا جوش ہے

چاہِ زمزم پر کھڑے ہیں تشنہ لب — ہر طرف گلبانگِ نوشا نوش ہے

ساقیِ کوثر کی دُھن ہے اور حمید

بے پیے سرشار ہے، مدہوش ہے

---

[1] خانۂ کعبہ کا وہ شمالی صحن جو بشکلِ آغوش ایک قوسی دیوار سے گھِرا ہوا ہے اُسے "حطیم" کہتے ہیں، کعبۃ اللہ کے ساتھ ساتھ اس کا بھی طواف ہوتا رہتا ہے۔ ۱۲

نشاطِ دید

میں ہوں، مکّہ کی پاک بستی ہے
آج کچھ اور میری ہستی ہے

وہ کہاں آج سارے عالم میں
جو مرے دل میں جوشِ مستی ہے

"جبلِ بُوقُبیس" پر ہوں میں
کس بلندی پہ میری پستی ہے

دیکھ تو اے نگاہِ شوق ذرا
کیسی رحمت یہاں برستی ہے

اللہ اللہ دینِ حق کا ظہور
جو ہے محوِ خدا پرستی ہے

رو رہا ہوں میں کیوں، خُدا جانے
ساری خلقت تو آج ہنستی ہے

پھر مدینے کے دیکھنے کو حمید
نگہِ شوق کیا ترستی ہے

عالمِ بیخودی

دلِ غمزدہ کیوں نہ مسرور ہوگا | جو پیشِ نظر قبّۂ نور ہوگا
حضوری کے جلوؤں سے معمور ہوگا | یہ سینہ مرادادیِ طور ہوگا
وہاں جارہا ہوں خدا کے کرم سے | جہاں ہر طرف نور ہی نور ہوگا
اسی آستاں پر کروں گا میں سجدے | جو نورِ تجلّی سے معمور ہوگا
بر آئے گی ہر آرزوئے مسرّت | کہ دل سے ہر اندوہ غم دور ہوگا
مزے آئیں گے عشرتِ بیخودی کے | جو ہوگا وہاں مست و مخمور ہوگا
نظر آئے گا دور سے جب وہ گنبد | تو کیا حال اے قلبِ مہجور ہوگا

مدینے میں بن جائے گا میرا مدفن
اگر میرے آقا کو منظور ہوگا

جوشِ تمنّا

اِس طرف دل مرے سینے میں تڑپتا ہو گا
اُس طرف جلوہ فگن گنبدِ خضرا ہو گا

بجلیاں کوندرہی ہوں گی دمِ نظّارہ
قابلِ دیدنگاہوں کا تماشا ہو گا

اب مدینے کے دل آویزوہ کوچے ہوں گے
اور یہ دلدادہ اُنھیں کوچوں میں پھرتا ہو گا

سجدے میں ہوں درِاقدس پہ کہ سُوئے کعبہ
کثرتِ شوق میں احساس کب اس کا ہو گا

لذّتِ ذوقِ جبیں سائی ملے گی کیا کیا
سر جب آسُودۂ سنگِ درِ والا ہو گا

دلِ بیتاب کی حالت ہی بدل جائے گی
آپ کا لُطف وکرم مجھ پہ جو شاہا ہو گا

جان نکلے تو سہی رَوضۂ اقدس کے قریب
یہ تو اللہ کو ہے عِلم کہ پھر کیا ہو گا

بیخودی میں اگر احساسِ تمنّا نہ رہا
کِس طرح ہائے پھر اظہارِ تمنّا ہو گا

جب تصوّر سے یہ عالم ہے مرے دل کا حمیدؔ
ہو گا کیا سامنے جب وہ درِ والا ہو گا

وفورِ شوق

دیکھیں گے کسی کا آستاں ہم
کس درجہ ہیں آج شادماں ہم

کیوں کھنچنے لگا ہے خود بخود دل
معلوم نہیں، چلے کہاں ہم

حق جن سے ادا ہو شکریے کا
رکھتے نہیں وہ دل و زباں ہم

اللہ کا لطف ہے، کرم ہے
دربارِ نبیؐ کہاں، کہاں ہم

ہو گا کرم جنابِ باری
پائیں گے حیاتِ جاوداں ہم

اللہ اللہ اب سنیں گے
ہُوہُو کی صدائے دلستاں ہم

سینے سے لگا کے چوم لیں گے
روضہ کی وہ پیاری جالیاں ہم

جبریلؑ ہیں پاسباں جس کے
ہوں گے اُس گھر کے میہماں ہم

شب گذرے گی زیرِ قبۂ نور
دیکھیں گے وہ صبح کا سماں ہم

منھ سے نکلے گی اپنے تکبیر
کانوں سے سنیں گے جب اذاں ہم

جھرمٹ سے الگ کبوتروں کے
دیکھیں گے حرم کی قمریاں ہم

حیرت سے کہیں گے بیخودی میں
اللہ! یہ آگئے کہاں ہم

آداب سے بھی کہاں ہیں واقف
اے خسروِ مُلکِ دوجہاںؐ ہم

خُلدِ آرزو

نزولِ رحمتِ پروردگار دیکھیں گے
کہ پھر حبیبِ خدا کا دیار دیکھیں گے

ہمارے دیدہ و دل پر نہ جانے کیا گزرے
تجلّیات کو جب ہمکنار دیکھیں گے

ہمیں بھی روضۂ جنّت میں اے صبا لے چل
جمالِ معرفتِ کردگار دیکھیں گے

لگائیں گے اُسے آنکھوں میں مثلِ خاکِ شفا
جہاں مدینے میں اُڑتا غبار دیکھیں گے

سوادِ گنبدِ خضرا کو ذوالحلیفہ سے
وفورِ شوق میں دیوانہ وار دیکھیں گے

کبھی فرازِ اُحد کی فضائے رنگیں کو
کبھی ریاضِ قُبا کی بہار دیکھیں گے

بحدِّ شوق نظر روضۂ منوّر کو
قریب و دور سے ہم بار بار دیکھیں گے

نظر میں لے کے تمنّائے دل کی رنگینی
حریمِ قدس کے نقش و نگار دیکھیں گے

طوافِ روضۂ اقدس کرینگے پڑھ کے درود
جو اپنے دل کو بہت بیقرار دیکھیں گے

چھڑی ہے بات ادب و شوق میں بہم کیا ہو
درِ حبیب کو جب بار بار دیکھیں گے

بلائے گردشِ لیل و نہار دیکھ چکے
~~[illegible]~~ حرم میں رونقِ لیل و نہار دیکھیں گے

پہونچ گئے جو دیارِ نبی میں قسمت سے
تو پھر تجھے بھی غمِ روزگار دیکھیں گے

فیضانِ عشق

سُوئے ارضِ طیبہ کھنچا جا رہا ہوں
"یہ عالم ہے جیسے اُڑا جا رہا ہوں"

تحیّر کا عالم ہے کھویا ہوا ہوں
کِھنچا جا رہا ہوں، چلا جا رہا ہوں

مجھے تو نہیں ہوش، کچھ تو ہی بتلا
کہاں اے دلِ مبتلا جا رہا ہوں

مری آرزوؤں کا اب پُوچھنا کیا
حضورِ شہِ دوسرا جا رہا ہوں

نہ پُوچھو کہ کِس عالمِ بیخودی میں
مَیں اشعار پڑھتا ہوا جا رہا ہوں

خُدا نے سرِ عرش جس کو بُلایا
اُسی کی کشش سے کِھنچا جا رہا ہوں

قدم ڈگمگائے ہوئے پڑ رہے ہیں
میں اُفتاں و خیزاں چلا جا رہا ہوں

حبیبِ خُدا کا ہے جوشِ محبّت
سراپا محبّت بنا جا رہا ہوں

نہ کچھ فکرِ منزل، نہ کچھ ہوشِ جادہ
کسی خاص دُھن میں چلا جا رہا ہوں

یقیں ہے کہ رحمت سے کر دیں وہ پُورا
جو دل میں لئے مدّعا جا رہا ہوں

یہ وارفتگیِ محبّت تو دیکھو
کہ منزل سے آگے بڑھا جا رہا ہوں

نہ بھیجا پیامِ غمِ دردِ فرقت
میں خود آج بادِ صبا جا رہا ہوں

حمیدؔ اک کرم یہ بھی ہے مصطفیٰ کا
بہمراہیِ اصطفا[1] جا رہا ہوں

---

[1] مخدومی و محترمی جناب حاجی محمد مصطفٰے خاں صاحب قبلہ ۱۲

بحضورِ ساقیِ کوثرؐ

پھر مئے توحید کا ساغر پئے چلے
پھر حضورِ ساقیِ کوثرؐ چلے

سوز و سازِ آرزو لیکر چلے
بادلِ پُر شوق و چشمِ تر چلے

لے چلی تھی رحمتِ پروردگار
پھر نہیں معلوم، ہم کیونکر چلے

رہنمائی ہو رہی ہے غیب سے
ساتھ اپنے کیوں کوئی رہبر چلے

اُف وہ داغِ دل جو پھر تازہ ہوئے
ہائے وہ زخمِ جگر، جو بھر چلے

الفراق، اے دردِ عصیاں، الفراق
ہم حضورِ شافعِ محشرؐ چلے

پھر نگاہوں میں ہے طیبہ کی بہار
پھر وہی سب دیکھتے منظر چلے

نعرۂ لبیک لب پر بار بار
جس طرف تھا قُبۂ انور چلے

گنبدِ خضرا پہ ہونے کو نثار
رات آئی، اور مہ و اختر چلے

دل میں لے کر ایک جُملۂ آرزو
ہم بھی سُوئے رَوضۂ اطہر چلے

جُھک گئی پاسِ ادب سے خود جبیں
دل بھر آیا، اور اشکِ تر چلے

اللہ اللہ کیفِ عنبر وقتِ وداع
آئے تھے ہنستے ہوئے، رو کر چلے

پھر نویدِ نعمتِ ہجراں لئے
ہم خُدا کے گھر سے، اپنے گھر چلے

مقامِ تجلّی

صبا اِس طرح جھومتی جا رہی ہے
کہ جیسے مدینے یہی جا رہی ہے

سرِ شام ہی سے ہے اُن کا تصوّر
ابھی سے مری نیند اُڑی جا رہی ہے

یہ کیا سُن رہا ہوں میں "اللہ اکبر"
کہیں مجھ کو آواز دی جا رہی ہے

مرے دل کو ہے اِس طرح شادمانی
کلی جیسے کوئی کھلی جا رہی ہے

محبّت کا حاصل مِلا جا رہا ہے
متاعِ محبّت لُٹی جا رہی ہے

مرے ساتھ ساتھ آج بادِ صبا بھی
خراماں خراماں چلی جا رہی ہے

نہ آنکھوں میں آنسو، نہ ہونٹوں کو جُنبش
مگر عرضِ غم یوں بھی کی جا رہی ہے

دو عالم لُٹائے چلا جا رہا ہوں
مگر خاص نعمت مِلی جا رہی ہے

مقامِ تجلّی قریب آ چلا ہے
نظر خود بخود گم ہوئی جا رہی ہے

کِسے تاب ہے جو نظر بھر کے دیکھے
نقابِ حقیقت اُٹھی جا رہی ہے

ابھی ہونے والی ہے پردے کو جُنبش
نگاہوں کو تسکین دی جا رہی ہے

مدینے میں میری نظر ہر قدم پر
رُکی جا رہی ہے، تھمی جا رہی ہے

یہ محسوس ہوتا ہے ہر دم، کہ جیسے
یہاں زندگی کچھ بڑھی جا رہی ہے

حمیدؔ اہلِ محفل کی ہیں مجھ پہ نظریں
مری نظم شاید پڑھی جا رہی ہے

قُربِ مقصُود

تیرے کوچے میں حمیدِ خستہ حال آ ہی گیا
اپنے بندے کا تجھے آخر خیال آ ہی گیا

آج اک جھونکا نسیمِ صبح کا میرے لئے
لیکے پیغامِ طرب پیکِ وصال آ ہی گیا

جس کو آنکھیں ڈھونڈھتی تھیں اور دل بیتاب تھا
آ گیا وہ مظہرِ حسن و جمال آ ہی گیا

میں ابھی غرقِ تصوّر تھا کہ دیکھا یک بیک
رُوبرو میرے وہ حُسنِ بے مثال آ ہی گیا

اے دلِ درد آشنا، اے جانِ مضطر ہوشیار
ہاں سنبھل اَب وہ مقامِ وجد و حال آ ہی گیا

مُژدہ اے دل آفریں صد آفریں اے اضطراب
سامنے آنکھوں کے مینارِ بلالؓ آ ہی گیا

دیکھ کر اُن کی نگاہِ خاص کا لُطف و کرم
کیا کہوں بیساختہ لب پر سوال آ ہی گیا

اللہ اللہ مجھ سے عاصی پر یہ اُنکی رحمتیں
بے گناہی کو بھی رشکِ انفعال آ ہی گیا

اُن کی اک اَدنیٰ توجہ کا اثر ہے یہ حمید
بے کمالی میں بھی کچھ رنگِ کمال آ ہی گیا

منزلِ طیبہ

مدینے سے بادِ صبا آرہی ہے ‏ لئے مژدۂ جاں فزا آرہی ہے

یہ رہ رہ کے دل کیوں دھڑکتا ہے آخر ‏ کہاں سے یہ بانگِ درا آرہی ہے

غبار[1] اک وہ طیبہ کی جانب سے اُٹھا ‏ شکستہ دلوں کی دوا آرہی ہے

لئے دوش پر نکہتِ باغِ طیبہ ‏ خراماں خراماں صبا آرہی ہے

لگائے تھا سینے سے جس آرزو کو ‏ لبوں پر وہ بن کر دُعا آرہی ہے

جسے کہتے ہیں مرکزِ اہلِ ایماں ‏ وہی منزلِ حق نما آرہی ہے

دیارِ نبیؐ ہے کہ گلزارِ جنّت ‏ عجب ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آرہی ہے

کہاں میں، کہاں بارگاہِ رسالتؐ ‏ نظر مجکو شانِ خدا آرہی ہے

نظر آئی جب کوئی معصوم بچّی ‏ میں سمجھا مری صابرہ[2] آرہی ہے

مدینہ کی گلیوں میں چھڑکاؤ ہوگا ‏ وہ کعبہ سے کالی گھٹا آرہی ہے

حمیدؔ اب تو مایوسیاں کفر ہونگی
کہ "لَا تَقْنَطُوْا" کی صدا آرہی ہے

---

[1] حضور سرورِ عالمؐ جب کبھی سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینۂ طیبہ قریب رہ جاتا تو اپنی سواری کو کمالِ شوق میں تیز کردیتے، اور فرماتے "طابہ آگیا"۔ اور اپنی چادرِ مبارک کو اپنے شانۂ اقدس سے گرادیتے اور فرماتے، کہ "یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں" صحابہؓ میں جو کوئی گرد و غبار کی وجہ سے اپنا منھ بند کرتا تو آپؐ منع کرتے اور فرماتے، کہ "مدینہ کی خاک میں شفا ہے"۔ (جذب القلوب)۔

[2] میری چھوٹی بچی نور دیدہ صابرہ خاتون سلمہا - ۱۲، حمیدؔ

بہار در بہار

نسیمِ مشکبار ہے، شمیمِ خوشگوار ہے
چمن چمن بہار ہے، بہشت در کنار ہے

نہ کوئی اضطراب ہے، نہ کوئی انتشار ہے
سکون ہی سکون ہے، قرار ہی قرار ہے

نظر کے سامنے زہے نصیب وہ دیار ہے
لطافتوں پہ جس کی جانِ عاشقاں نثار ہے

اگر نگاہ تیز ہے تو دل سرور خیز ہے
ہوائے عطر بیز ہے، فضائے نور بار ہے

بگولے راہِ شوق کے بلند ہو کے بول اُٹھے
خزاں نہیں، خزاں نہیں، بہار ہی بہار ہے

کمالِ ذوق و شوق سے رواں ہیں اہلِ کارواں
پیادہ چل رہا ہے کوئی، اور کوئی سوار ہے

قدم بڑھائے ساربان چلا ہے جھومتا ہوا
ترانۂ حدی زباں پہ، ہاتھ میں مہار ہے

پہاڑیوں کے سلسلے، جدا جدا، ملے ملے
کہیں پہ جوئبار ہے، کہیں پہ آبشار ہے

لگاؤ بڑھ کے شوق سے تم اپنی آنکھ میں اسے
مدینۃ الرسولؐ کا یہ حاجیو غبار ہے

یہی وہ ارضِ پاک ہے، شرف دیا گیا جسے
یہی ہے وہ دیار، جس پہ دو جہاں نثار ہے

مفرحاتِ جان و دل، یہ طرہ ہائے آب و گل
کہیں پہ سبزہ زار ہے، کہیں پہ مرغزار ہے

قدم نہ جو بڑھا سکا، نظر نہ جو اُٹھا سکا
یہیں کہیں پہ اُس شہیدِ عشق[1] کا مزار ہے

---

[1] اشارہ ہے اُس شہیدِ عشق کی طرف جس کو دُنیائے ہند مولنا شہیدی کے نام سے جانتی ہے، اور جس کی نعتیں خدا معلوم کب تک ہماری محافلِ میلاد و ذکرِ رسولؐ کی زینت رہیں گی، اُن کا مزار اسی دیارِ ذوالحلیفہ میں ہے۔ ۱۲ حمید

اُحد کا منظرِ سحر، ہے کتنا جاذبِ نظر
اِدھر بھی لالہ زار ہے، اُدھر بھی لالہ زار ہے

نظر نظر پہ چھا گئی، دلوں میں پھر سما گئی
مدینے کی بہار کیا، بہار در بہار ہے

کلی کلی چٹک گئی، رَوش رَوش چمک اُٹھی
نہاں ہجومِ رنگ و بو میں کوئی پردہ دار ہے

جُھکا ہوا ہے گنبدِ حضورِ پاک کی طرف
قبائے چرخِ نیلگوں اگرچہ زرنگار ہے

نظر فروز و دل نواز، عام بارشِ کرم
شعاعیں یہ کلس کی ہیں کہ نور کی پھوار ہے

نظر بجانبِ حرم، بشوقِ دل، بچشمِ نم
کھڑے ہیں اس طرح کسی کا جیسے انتظار ہے

حرم کی سمت بڑھ رہا ہے زائرین کا ہجوم
دُرود اور سلام ہے، پکار ہی پکار ہے

زمیں پہ ہوں کہ عرش پر، مجھے نہیں ہے کچھ خبر
کسی کی بارشِ کرم ہے، اور بار بار ہے

یہ اپنی اپنی نسبتیں، یہ اپنا اپنا اعتبار
جو کوئی شاد شاد ہے، تو کوئی اشکبار ہے

کمالِ حسن ہے بیخودی، خودی ہے عینِ بیخودی
جو خود سے بیخبر رہے یہاں وہ ہوشیار ہے

نگاہ فرشِ راہ کر، حمیدؔ رکھ زمیں پہ سر
ادب، ادب، یہ کوچۂ حبیبِ کردگار ہے

منظرِ جمیل

تصوّر پہ بھی بیخودی سی ہے طاری
کہاں لے کے آئی محبت ہماری

نگاہوں سے اب دل کو ہے شرمساری
سکوں بخش ہے لذّتِ بیقراری

بیاں کیا ہو جوشِ مسرّت کا عالم
کہ خود سر خوشی پر بھی حیرت ہے طاری

تڑپنا وہ شب بھر اُمیدِ سحر میں
وہ بیتابیٔ دل سے اخترشماری

ہوئے جمع سب آکے حدِّ حرم پر
یہ خچر، وہ موٹر، یہ شغدف وہ لاری

کھڑے ہیں پئے خیر مقدم مُزوّر
چلی آتی ہے حاجیوں کی سواری

بصد شوق سر کو جھکائے ادب سے
بڑھے زائرانِ حرم باری باری

حضوری ہوئی جس قدر دل کو حاصل
بڑھی اور بھی شوق کی بے قراری

نگاہیں جو "بابِ مجیدی" سے اُٹھیں
نظر آگئی باغِ جنّت کی کیاری

زباں پر درود و سلام مسلسل
کبھی سجدہ ریزی، کبھی اشکباری

حمیدؔ اپنا دل مثلِ گُل ہے شگفتہ
یہ مہکی فضا، اور یہ بادِ بہاری

ذوق وشوق

نویدِ دیدِ محبت سُنا رہا ہے کوئی
ہمیں تجھ کو مدینے بُلا رہا ہے کوئی

زمیں پہ گِرتے ہوئے دیکھ کر مرے آنسو
خود اُپنا دامنِ رحمت بڑھا رہا ہے کوئی

مِٹائی جاتی ہے مایوسیوں کی تاریکی
تجلّیِ رُخِ اَنور دکھا رہا ہے کوئی

نظر بہ قلب دغزلخوان وچاک پیراہن
عجیب شان سے طیبہ کو جا رہا ہے کوئی

اُسے پناہ میں لیلے مدینۃ المحبوبؐ
رواں دواں ترے کوچے میں آرہا ہے کوئی

"گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی است"
وفورِ شوق میں یہ گنگنا رہا ہے کوئی

خبر بھی ہے کہ نہیں تم کو قافلے والو
کہ پا پیادہ بھی ہمراہ آرہا ہے کوئی

پہونچ گیا ہے جو اب قافلہ سرِ منزل
تو جیسے دل کو مرے گدگدا رہا ہے کوئی

سحر کے وقت نسیم کرم کے جھونکوں سے
جو محوِ خواب ہیں اُن کو جگا رہا ہے کوئی

یہ زائرین کا عالم، لبوں پہ صلِّ علےٰ
عجب حسین مناظر دکھا رہا ہے کوئی

کسی کو دیکھئے ہے محوِ خواب محمل میں
تو فرشِ خاک پہ کمبل بچھا رہا ہے کوئی

کسی کا ہاتھ ہے دل پر، تو کوئی آہ بلب
نگاہ نیچی کئے مُسکرا رہا ہے کوئی

کسی کی طاقتِ دیدار دے چکی ہے جواب
نظر جُھکائے ہوئے تھرتھرا رہا ہے کوئی

کُھلی ہیں آنکھیں، مگر کچھ نظر نہیں آتا
ضرور محوِ تحیّر بنا رہا ہے کوئی

یہ مہر و ماہ کا عالم، یہ نورِ گنبدِ سبز
کہ رنگ رنگ کے جلوے دکھا رہا ہے کوئی

لپٹ لپٹ کے "ستونِ[1] ابی لبابہؓ" سے
ہزار اشکِ ندامت گرا رہا ہے کوئی

اُدھر حریمِ رسالتؐ کے ایک گوشے میں
بصد خضوع حدیثیں پڑھا رہا ہے کوئی

قریبِ روضۂ اقدس، بلحنِ داؤدیؑ
ادب سے سورۂ طٰہٰ سُنا رہا ہے کوئی

شمیمِ بادۂ عرفاں کا فیض جاری ہے
بغیرِ شیشہ و ساغر پلا رہا ہے کوئی

کہیں حمیدؔ نہ ہو، بڑھ کے زائرو دیکھو
سُرورِ شوق میں کچھ گنگنا رہا ہے کوئی

---

[1] حضرت ابی لبابہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابیوں میں ہیں، ایک مرتبہ آپ جہاد میں نہ گئے بعد کو خود ہی ندامت ہوئی اور اس زور کا احساسِ ندامت ہوا کہ اپنے کو مسجد میں ایک ستون سے باندھ دیا، بالآخر جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس تشریف لائے، اور ابولبابہؓ کی برئت میں وحی نازل ہوئی، تو آپ نے دستِ مُبارک سے ابولبابہؓ کو کھولا، اس نسبت سے اس کو "ستونِ ابی لبابہؓ" کہتے ہیں۔ ۱۲

چہ شامِ دل آرا، چہ صبحِ بہارے

صبا لائی ہے کیا نویدِ مسرّت
اُبھر آئے جذباتِ پنہاں ہمارے

دھڑکنے لگا اس طرح دل ہمارا
کوئی جیسے بیتاب ہو کر پکارے

نسیمِ سحر نے یہ کیا گُل کھلایا
اُٹھے جا رہے ہیں حجابات سارے

نگاہے کہ اُفتد بہ ہر مرغزارے
گُلستاں گُلستاں، بہارے بہارے

ببولوں کے خیمے نظر آ رہے ہیں
"مسیجد"[1] کے سامنے پیارے پیارے

حُدی خواں نے چھیڑا اِدھر اپنا نغمہ
اُدھر لیلیٔ شب نے گیسو سنوارے

شبِ تار میں شغدفوں کی قطاریں
چلی جا رہی ہیں کنارے کنارے

بہر منزلے بختِ خوش می رساند
چہ شامِ دل آرا، چہ صبحِ بہارے

اِدھر کوہ کا اک سوادِ مسلسل
اُدھر ضَو فگن آسماں پر ستارے

ببولوں پہ ہے نخلِ ایمن کا دھوکا
چمکتے ہوں جگنو کے جیسے شرارے

---

[1] مدینۂ منوّرہ کی گیارھویں منزل کا نام ہے۔ ۱۲

کوئی جوش میں بڑھ چلا آگے آگے ‌ ‌ ‌ کوئی قافلے کے سہارے سہارے

دلم خاک شد در رہِ شوق بارے

پسِ کاروان است مُشتِ غبارے

عجب شان سے قافلہ جا رہا ہے ‌ ‌ ‌ جُھکے پڑ رہے ہیں زمیں پر ستارے

غمِ دُوریِ راہ و منزل نہیں ہے ‌ ‌ ‌ کہ ہیں ہمسفر اصطفا خاں ہمارے

مجھے ناخدا چھوڑ مرضی پہ اُن کی ‌ ‌ ‌ جہاں بحرِ رحمت کے لیجائیں دھارے

ترحّم، ترحّم، خدارا ترحّم

بکویت فتادہ غریب الدّیارے

سحر نے کیا چاک اِدھر دامنِ شب ‌ ‌ ‌ اُدھر جلوہ گر تھے حرم کے مُنارے

اِدھر کارواں "ذوالحلیفہ"[۱] میں پہنچا ‌ ‌ ‌ اُدھر سارباں نے کجاوے اُتارے

جدھر دیکھتا ہوں نگاہیں اُٹھا کر ‌ ‌ ‌ چلے آرہے ہیں محبت کے مارے

فدائیم ہر گام جانِ گرامی

بآں شہر خوبی، چناں شہر یارے

---

[۱] "وادیِ ذوالحلیفہ" مدینۂ منورہ کی آخری منزل کا نام ہے، اسی منزل کو "بیر علیؓ" بھی کہتے ہیں، اِسکے بعد کوئی اور منزل نہیں، صرف منزلِ مقصود ہے، یہاں سے سوادِ شہر نظر آنے لگتا ہے، اور سرزمینِ طیبہ کے انوار و آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ ۱۲

رگ و پے میں دوڑیں مسرت کی لہریں ‏ ‏ ‏ کہ پیشِ نظر جاں فزا ہیں نظارے

"حبیبی حبیبی"[1] کھڑے کہہ رہے ہیں ‏ ‏ ‏ وہ معصوم غلماں صفت ماہ پارے

کوئی اُس کی معراجِ شوق آج دیکھے ‏ ‏ ‏ کہ جس نے غمِ ہجر کے دن گذارے

حمیدؔ از سپاسے کہ شایاں نیرزد

دلم باز آسودہ شُد در کنارے

اِدھر جذبۂ ذوق و شوقِ زیارت ‏ ‏ ‏ اُدھر جانبِ قُبّہ نور اشارے

وہ آئی نسیمِ خنک رُوح پرور ‏ ‏ ‏ وہ دل کو دیئے بیخودی نے سہارے

کر و سجدۂ شکر بس اے حمیدؔ اب ‏ ‏ ‏ کہ بر آئے سب دل کے مقصد تمہارے

"بدوشِ صبا میرسد بوئے یارے

چہ مرکب تُبک رَو، چہ نازک سوارے"

---

[1] چھوٹے چھوٹے حسین و خوش رو معصوم لڑکوں اور لڑکیوں کی ٹولیاں "اَبُوئے اَبُوئے" یا "بی بی" (حبیبی حبیبی) کہتی ہوئی زائرین کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں، اور دیارِ حبیبؐ میں پہونچنے کی مبارک باد دیتی ہوئی نعت و سلام کے اشعار اپنے دلکش و پیارے لب و لہجہ میں پڑھنے لگتی ہیں۔ ۱۲ حمیدؔ۔

عیدگاہِ عاشقاں

آگیا شاہِ دو عالمؐ کا دیار — ہوشیار، اے جانِ مضطر ہوشیار

ڈھونڈھتی تھی گنبدِ خضرا کو تو — دیکھ وہ ہے اے نگاہِ بے قرار

وہ نظر آئی مدینہ کی زمیں — چھا رہا ہے دیکھ وہ رنگیں غبار

وہ پہاڑوں کا تسلسل دلفروز — چل رہی ہے جیسے اُونٹوں کی قطار

دل ہوا جاتا ہے اپنا باغ باغ — گُل کھلاتی ہے مدینہ کی بہار

ذرّہ ذرّہ نور سے معمور ہے — کیا نظر آتی ہے شانِ کردگار

یہ وُہی پاکیزہ کوچے ہیں جہاں — چلتے پھرتے تھے شہِ عالی وقار

آنکھ رکھوں یا قدم اِس خاک پر — ذرّہ ذرّہ ہو رہا ہے جلوہ زار

سجدہ کرتے جایئے ہر گام پر — چاہتا ہے دل یہی بے اختیار

بڑھ کے تو اے رُوح اب قُربان ہو — "یا رسُول اللہؐ" کہہ کر ایک بار

حاجیو، پڑھتے رہو دل سے دُرود — ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر دم، بار بار

مجھ پہ بھی آقاؐ کرم فرمایئے — آپؐ ہیں دونوں جہاں کے تاجدار

سر بسر آلودۂ عصیاں ہوں میں — آپؐ کی رحمت کا ہوں اُمیدوار

اب حریمِ قدس کے آداب کی — دے مجھے توفیق اے پروردگار

اب مدینے سے نہ جانا اے حمیدؔ
زندگی کا کچھ نہیں ہے اعتبار

دیارِ قُدس

هم کہاں، اور کہاں دیارِ حبیبؐ — اللہ اللہ یہ ہمارے نصیب

دیکھو سنبھلو حمیدؔ، سنبھلو حمیدؔ — آگیا، آگیا، دیارِ حبیبؐ

ہونے والا ہے کیا، خدا جانے — کچھ چمک ہو رہی ہے دل کے قریب

اُس کی قدرت ہے، اُس کی رحمت ہے — میرا سر، اور خاکِ پائے حبیبؐ

ہائے اُس وقت ہوگا کیا عالم — جبکہ "ھٰذا النّبی"[۱] کہے گا خطیب

نگہِ آشنا وہ یاد ہے خواب — یہی عالم تھا جب قریب قریب

کیجئے میرے غم کی چارہ گری — دردمندوں کے آپؐ ہی ہیں طبیب

آپؐ ہی نے شرف یہ بخشا ہے — ورنہ ایسے کہاں تھے میرے نصیب

نہیں معلوم کیا نظر آیا

محوِ حیرت ہے کیوں حمیدؔ غریب

---

[۱] ترک سلاطین کے عہد میں خطیب جس وقت منبر پر بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ پڑھتا تھا تو حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نامِ مبارک کے ساتھ ساتھ حجرۂ انور کی جانب انگلی سے اشارہ بھی کیا کرتا تھا۔ ۱۲

فردوسِ نظر

قدم ارضِ طیبہ پہ ہیں رکھنے والے — سنبھالے کوئی آج ہم کو سنبھالے

یہاں جرأتِ شوق سُوئے ادب ہے — نگاہوں کو غافل ادب سے جھکالے

بن آئی ہے اے طبعِ مشتاق تیری — جمالِ تجلّی کو دل میں بسالے

اُسے کیا ہوس کائناتِ جہاں کی — جو اِس زندگی ہی میں جنّت کو پالے

قدم کیوں نہ اہلِ مدینہ کے چُوموں — جوارِ نبیؐ کے ہیں یہ رہنے والے

مدینہ کے کوچے ہیں، اور سیرِ جنّت — چھلکتے ہیں ساغر کے مانند چھالے

فراوانیِ جلوۂ حُسن، توبہ! — چھُپے جا رہے ہیں، نظر آنیوالے

غلاموں کے آقاؐ، غریبوں کے مُونس — مجھے بھی گدا اپنے در کا بنالے

کروں کس زباں سے ادا شکر تیرا — حریمِ رسالتؐ میں پہونچانیوالے

سیہ کار ہوں، اور یہ آسرا ہے

کہ دامانِ رحمت میں کوئی چھُپالے

تجلّی زار

نظر مدینۃ النبیؐ کا ہے سماں لئے ہوئے — حریمِ دل ہے کائناتِ دو جہاں لئے ہوئے

میں پھر رہا ہوں اپنے دل میں بجلیاں لئے ہوئے — کبھی یہاں لئے ہوئے کبھی وہاں لئے ہوئے

نظر نظر میں اک بہارِ بے خزاں لئے ہوئے — نفس نفس میں اک سرورِ جاوداں لئے ہوئے

مجھے بھی اپنے ساتھ اہلِ کارواں لئے ہوئے — بڑھے چلو بڑھے چلو، کشاں کشاں لئے ہوئے

میں چل رہا ہوں داغہائے دل کی روشنی میں یوں — بساطِ چرخ جس طرح ہے کہکشاں لئے ہوئے

وہ کثرتِ تجلّیات ہے کہ کھو گیا ہوں میں — یہ آ گیا ہے جذبِ دل مجھے کہاں لئے ہوئے

میں خود ہی وجد کر رہا ہوں اپنے حال و قال پر — مرا نصیب آ گیا مجھے یہاں لئے ہوئے

دیارِ پاک کے لئے یہ آسرا بھی کم نہیں — مرے غبارِ شوق کو ہے کارواں لئے ہوئے

یہاں کا ذرّہ ذرّہ سجدہ گاہِ اہلِ شوق ہے — امانتیں ہیں "ذی سَلَم" کی وادیاں لئے ہوئے

چلی ہیں ذوق و شوق میں غلافِ کعبہ چومنے — گھٹائیں جھومتی اُٹھیں گلابیاں لئے ہوئے

نگاہیں فرشِ راہ ہیں، لبوں پہ شورِ مرحبا — نسیمِ مصر آ رہی ہے ارمغاں لئے ہوئے

سلام پڑھ رہا ہے کیا خوشی میں جھوم جھوم کر — ترانۂ حُدیٰ[۱] کا لطف سارباں لئے ہوئے

نظر کے سامنے فضا تمام جگمگا اُٹھی — اُحد وہ رونما ہوا تجلّیاں لئے ہوئے

---

[۱] حُدی: وہ گیت جو شتربان اونٹ کو ہانکتے وقت گاتے ہیں، اور اونٹ اُس سے مست ہو کر تیز چلنے لگتے ہیں ۱۲

وہ سبز گنبدِ نبیؐ کی اللہ اللہ رفعتیں
زمیں ہے اپنے سر پہ جیسے آسماں لئے ہوئے

سکوں کہیں نہ مل سکا، ملا تو بس یہیں ملا
گئے تھے دل کی آرزو کہاں کہاں لئے ہوئے

وہ اُٹھ کے پچھلی رات کو، چلے ہیں جانبِ حرم
دلوں میں سب سرورِ نغمۂ اذاں لئے ہوئے

اِدھر ہجومِ اہلِ دل ہے بابِ جبرئیلؑ پر
اُدھر ہے پاسباں بڑھے ہیں کنجیاں لئے ہوئے

وفورِ ذوقِ سجدہ میں عجیب نعمتیں ملیں
اُٹھا سرِ نیاز کیفِ بیکراں لئے ہوئے

ٹہل رہے ہیں صحن میں تمام ساقیِ حرم
کٹوریاں لئے ہوئے، صُراحیاں لئے ہوئے

عجیب ہے منظرِ لطیف منبرِ رسُولؐ کا
وہ حلقے میں کبوتر اور قُمریاں لئے ہوئے

نماز پڑھ کے جالیوں کے پاس فرطِ شوق میں
پہونچ گئے حدیثِ دل کو بعد اذاں لئے ہوئے

بڑھے مُزوّر اس طرح حریمِ قدس کی طرف
جلو میں اپنے اک ہجومِ عاشقاں لئے ہوئے

قدم حدِ نیاز سے کسی کا تا نہ بڑھ سکے
ادب سے پاسباں کھڑے ہیں قمچیاں لئے ہوئے

شعاعِ نور بن گیا نشانِ سجدۂ نیاز
اُٹھی جبینِ شوق خاکِ آستاں لئے ہوئے

سُنا رہے ہیں زائرین اپنا اپنا حالِ دل
بیان اپنا اور اپنی ہی زباں لئے ہوئے

بصد ادب، بشوقِ دل، بچشمِ تر، دُعا بلب
کھڑے ہیں اصطفا بھی نذرِ آستاں لئے ہوئے

قریب اک سُتون کے حمید بھی ہیں سرنگوں
دل و جگر میں شورشِ غمِ نہاں لئے ہوئے

جلوہ گاہِ رسالتؐ

پڑیں آج کس جلوہ گہ پر نگاہیں ۔۔۔ نگاہیں مری بن گئیں جلوہ گاہیں

یہ کس بام پر پڑ رہی ہیں نگاہیں ۔۔۔ گری جا رہی ہیں سروں سے کلاہیں

انھیں مل گئیں کیا تری جلوہ گاہیں ۔۔۔ کہاں ہو گئیں گم پہونچ کر نگاہیں

جنھیں ڈھونڈھتی تھیں ہماری نگاہیں ۔۔۔ یہی ہیں یہی ہیں، وہ جنّت کی راہیں

کسی کی رسائی ہو کیونکر یہاں تک ۔۔۔ شہنشاہِ کونینؐ جب تک نہ چاہیں

ہے پیشِ نظر آج وہ نورِ وحدت ۔۔۔ منوّر ہیں جس نور سے خانقاہیں

بھٹکنے کا خطرہ نہیں اب رہا کچھ ۔۔۔ مجھے مل گئیں میری منزل کی راہیں

بہت کچھ کیا پاسِ آدابِ دل نے ۔۔۔ نکل ہی گئیں پھر بھی کچھ منھ سے آہیں

جو کہنا ہو کہہ لو حمیدؔ آج اُن سے

کہ اِس وقت ہیں ملتفت وہ نگاہیں

نظّارۂ مدینۃُ الرّسُولؐ

مرحبا، مرحبا نظر آیا حرمِ مصطفیٰؐ نظر آیا
کیا بتاؤں کہ کیا نظر آیا جلوۂ کبریا نظر آیا
سجدۂ شکر کیوں ادا نہ کروں روضۂ مصطفیٰؐ نظر آیا
جان میں جان آگئی واللہ جب درِ مصطفیٰؐ نظر آیا
محوِ حیرت ہے اس قدر تو کیوں چشمِ پُرشوق کیا نظر آیا
سر جھکا جا رہا ہے سجدے میں کس کا یہ نقشِ پا نظر آیا
ایک حالت پہ اب قرار نہیں مجھ کو طیبہ میں کیا نظر آیا
محو ہوں، سُوجھتا نہیں گنبد حاجیو! دیکھنا نظر آیا؟
سبز گنبد کے سبز پردے میں کچھ عجب ماجرا نظر آیا
جالیوں کے ہر ایک روزن سے نورِ ربُّ العلا نظر آیا
سبز پردے کا کیا کہوں عالم مجھ کو نورِ خدا نظر آیا
بابِ جبریلؑ کی طرف جو گئے عالم اک دوسرا نظر آیا

آج مجھ کو حمید طیبہ میں
نعت پڑھتا ہوا نظر آیا

سلام بدرگاہِ خیر الانام

علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

آفتابِ رسالتؐ پہ لاکھوں سلام | ماہتابِ نبوّتؐ پہ لاکھوں سلام

باغِ جنّت کے ہیں پھول رُخ پر نثار | رُوئے اَنور کی رنگت پہ لاکھوں سلام

"اُمّتی اُمّتی" لب پہ جاری رہا | نازبردارِ اُمّت پہ لاکھوں سلام

خود سروں کو پڑھایا سبق عجز کا | مصدرِ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

دشمنوں سے بھی پیش آئے جو خلق سے | ایسی پاکیزہ سیرت پہ لاکھوں سلام

اک اشارے میں شق کر دیا چاند کو | ایسے ماہِ رسالتؐ پہ لاکھوں سلام

جس نے باغِ جہاں کو معطّر کیا | اُس پسینہ کی نکہت پہ لاکھوں سلام

جس کے محتاج ہیں سب غریب و امیر | اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

عاصیوں پر جو بخشش کے در کھولدے | ایسے تاجِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوے سے عالم منوّر ہوا — اُس ظہورِ حقیقت پہ لاکھوں سلام

ابتدا جس کی ہو آپؐ کے نام سے — ایسی دلکش عبارت پہ لاکھوں سلام

جگمگاتی جو ذکرِ رسالتؐ سے ہو — اُس سحر کی لطافت پہ لاکھوں سلام

باریابی کا حاصل ہو جس کو شرف — اُس سلامِ محبّت پہ لاکھوں سلام

خوابگاہِ رسالتؐ پہ بیحد درود — سبز گنبد کی نزہت پہ لاکھوں سلام

جب لیا نام، دل کو سکوں ہو گیا — مونسِ رنج و کلفت پہ لاکھوں سلام

روز و شب ہے میسّر حضوری انھیں — اہلِ طیبہ کی قسمت پہ لاکھوں سلام

مجھ گنہگار پر بھی ہو لطف و کرم — آپؐ کی چشمِ رحمت پہ لاکھوں سلام

آ گیا پھر لبوں پر محمدؐ حمید

بھیجئے نامِ حضرتؐ پہ لاکھوں سلام

راحتِ قلبِ بیقرار سلام

سرِّ وحدت کے راز دار سلام — مُلکِ کثرت کے شہریار سلام

زینتِ بزمِ کردگار سلام — باغِ فردوس کی بہار سلام

راحتِ قلبِ بیقرار سلام — فرحتِ چشمِ اشکبار سلام

السّلام اے جمالِ مُلکِ اللہ — تاجداروں کے تاجدار سلام

السّلام اے محمّدِ عربیؐ — ہم غریبوں کے غمگسار سلام

رُوئے انور پہ عطر بیز درود — زُلفِ اطہر پہ مُشکبار سلام

"قَابَ قَوسَین" اور "اَو اَدنیٰ" — ایسی خلوت پہ لاکھ بار سلام

جس نے تاریک دل کئے روشن — ایسے جلوے پہ نور بار سلام

جو گنہگار کو پناہ میں لے — ایسی رحمت پہ صد ہزار سلام

میرے آقاؐ پہ، میرے مولاؐ پر — بے عدد اور بے شمار سلام

صدقے اپنے بُلانے والے کے — بھیج اے قلبِ بیقرار سلام

لُطف تو جب سلام کا ہے حمیدؔ

خود کرے رُوح بار بار سلام

حُسنِ نظر

جو دیکھنا چاہا تھا وہی دیکھ رہے ہیں
یعنی حَرمِ پاک نبیؐ دیکھ رہے ہیں

یک نغمۂ نشنیدہ و یک جلوۂ بے رنگ
سُنتے ہیں کبھی، اور کبھی دیکھ رہے ہیں

جُنبش حَرمِ قُدس کے پردے کو ہے پیہم
پھیلی ہوئی اک روشنی سی دیکھ رہے ہیں

ہٹتیں نہیں جس چیز پہ پڑتی ہیں نگاہیں
جس رُوز سے دیکھا ہے یہی دیکھ رہے ہیں

خود انکی نظر پڑتی ہے اب دیکھئے کس پر
یوں دیکھنے والے تو سبھی دیکھ رہے ہیں

اللہ کی رحمت سے ملی دولتِ کونین
ایک ایسی حدیثِ نبویؐ دیکھ رہے ہیں

کیا جانئے کیا ڈھونڈھتی پھرتی ہیں نگاہیں
ایک ایک مدینے کی گلی دیکھ رہے ہیں

عالم ترا دیکھیں گے ٹھہرے شبِ مہتاب
ہم گنبدِ خضرا کو ابھی دیکھ رہے ہیں

احساس سا ہوتا ہے پہونچتے ہی حرم میں
جیسے کہ رسُولِ عربیؐ دیکھ رہے ہیں

بیٹھے ہوئے پردے کے قریب آپ حمیدؔ اب
کیا راہِ نسیمِ سحری دیکھ رہے ہیں

حاصلِ عُمر

تنہا بس ایک جلوۂ وحدت طراز ہے
اب کوئی آئنہ ہے، نہ آئینہ ساز ہے

اُس سنگِ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے
یہ وہ نماز ہے کہ مجھے جس پہ ناز ہے

یہ حاصلِ رُکوع و سجودِ نماز ہے
میرا سرِ نیاز، ترا پائے ناز ہے

کیا قُرب، خاص وقتِ سجودِ نماز ہے
جو سجدہ ہے وہ خاص عبادت کا راز ہے

گو میں گناہگار ہوں، لیکن یہ ناز ہے
تم رحمتِ خُدا ہو، وہ بندہ نواز ہے

نورِ خدا ہے رُوئے منوّر سے آشکار
اِس آئنہ میں جلوۂ آئینہ ساز ہے

ہے جس قدر وسیع ترا دامنِ کرم
اُتنا ہی اپنا دستِ تمنّا دراز ہے

رکھنا قدم سنبھل کے ذرا رہروانِ عشق
ہر ذرّہ کوئے حُسن کا دُنیائے راز ہے

جو لب پہ آگیا، وہ تھا اک اضطرارِ شوق
جو دل میں رہ گیا وہ محبّت کا راز ہے

گذرے جو تیری برقِ تجلّی کی دید میں
وہ ایک لمحہ حاصلِ عُمرِ دراز ہے

جو مانگنا ہو مانگ لو اِس وقت اے حمیدؔ
اللہ کا کرم ہے، درِ فیض باز ہے

خُلدِ نظّارہ

جو خُمِ کے خُم پی کے بھی نہ بہکے، حَرم میں مدہوش ہو رہے ہیں
یہاں ہیں کیفیّتیں ہی ایسی، کہ خود فراموش ہو رہے ہیں

تجلّیِ حُسنِ نو بنو سے کچھ ایسے مدہوش ہو رہے ہیں
کہ رنگ و بُو کے تمام جلوے نظر سے رُوپوش ہو رہے ہیں

یہ نکہتِ رَوضۂ پیمبر، فضا مُعطّر، ہَوا مُعطّر
ہمارا اَب پوچھنا ہی کیا ہے، چمن در آغوش ہو رہے ہیں

خوشا دَر و بام کے مناظر، زہے دُرود و سلامِ پیہم
یہ خُلدِ نظّارہ بن رہے ہیں، وہ جنّت گوش ہو رہے ہیں

قدم قدم پر ظہورِ تازہ، نفس نفس میں سُرورِ تازہ
نظر نظر میں وہ نورِ تازہ، کہ مست و مدہوش ہو رہے ہیں

قبول سب ہوگئیں دُعائیں، معاف سب ہوگئیں خطائیں
سحابِ رحمت برس رہا ہے، کرم ہم آغوش ہو رہے ہیں

زبان و دل احترام کرلیں، دُرود پڑھ لیں، سلام کرلیں
کچھ التجائیں بھی ہم کرینگے، ابھی تو خاموش ہو رہے ہیں

یہ کیف و وجدانِ غیر فانی، کہ رُوح ہے محوِ ہمکلامی
یہ پردۂ سازِ دل کے نغمے، جو محرمِ گوش ہو رہے ہیں

اُٹھے ہوئے ہیں تمام پردے، مگر خدا جانے بات کیا ہے
ابھی نگاہوں کے سامنے تھے، ابھی وہ رُوپوش ہو رہے ہیں

یہ قُبّۂ نور کے نظارے، یہ رنگ و نکہت، یہ چاند تارے
حمیدؔ یہ حال ہے ہمارا، کہ جیسے بیہوش ہو رہے ہیں

اللہ اکبر، اللہ اکبر

کیفِ حضوری، اللہ اکبر — چھایا ہوا ہے دیدہ و دل پر
پیشِ نظر ہے روضۂ اطہر — آنکھیں بھی روشن دل بھی منوّر
تشنہ لبوں پر بخشش پیہم — صلِّ علیک، اے ساقیِ کوثر
بادۂ عرفاں، کیفِ مجسّم — جھوم رہے ہیں شیشہ و ساغر
وقفِ زیارت چشمِ تمنّا — مہرِ سکوتِ شوق لبوں پر
یوں ہیں وہ ہم آغوشِ تصوّر — بھول گیا ہوں خود کو بھی یکسر
دیکھتے ہیں وہ میری جانب — دل کو ہوا محسوس یہ اکثر
برقِ تجلّی کوند رہی ہے — جالی کے باہر، جالی کے اندر
گنبدِ خضرا، شمعِ تجلّی — محوِ نظارہ ہیں مہ و اختر
حلقہ بگوشِ بامِ حرم ہیں — کس کے پیامی ہیں یہ کبوتر
جذبِ سوادِ شامِ مدینہ — لرزاں لرزاں خسروِ خاور
جلووں کو اُنکے خوب ہی دیکھا — دُور بھی ہٹ کر، پاس بھی جاکر
حاصلِ زیست انعامِ حضوری — جس کو بھی ہو جائے میسّر
مجکو بھی لے آغوش میں اپنی — صدقے بقیعِ پاک میں تجھپر
طیبہ میں مرنا، طیبہ میں جینا — یہ بھی ہے بہتر، وہ بھی ہے بہتر

وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ

دیکھے تو کوئی رحمتِ سلطانِ مدینہؐ
میں، اور درِ دولتِ سلطانِ مدینہؐ

ارشادِ خدا ہے "وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ"
جس سے ہے عیاں رفعتِ سلطانِ مدینہؐ

اللہ کی تنویر میں ہے آپؐ کی صورت
ہے رویتِ حق، رویتِ سلطانِ مدینہؐ

جلووں سے ہے معمور سیہ خانۂ عالم
اے صلِّ علےٰ طلعتِ سلطانِ مدینہؐ

فردوسِ نظر، کعبۂ اربابِ محبت
ہے رشکِ ارم جنّتِ سلطانِ مدینہؐ

کافر ہے وہ بدبخت، جو اُس دل کو کہے دل
جس دل میں نہ ہو اُلفتِ سلطانِ مدینہؐ

یارب نگہِ لُطف رہے روزِ قیامت
شرمندہ نہ ہو اُمّتِ سلطانِ مدینہؐ

محشر کا نہیں خوف کہ ہیں شافعِ محشرؐ
محبوبِ خدا حضرتِ سلطانِ مدینہؐ

بیچارہ حمیدؔ اپنی خطاؤں پہ خجل ہے
دیکھ اے نگہِ رحمتِ سلطانِ مدینہؐ

جلوۂ ناز

مدینہ ہے اور جلوہ سامانیاں ہیں　　حبیبِ دو عالمؐ کی مہمانیاں ہیں

اِدھر عاصیوں کو پشیمانیاں ہیں　　اُدھر رحمتوں کی فراوانیاں ہیں

میں اے قُبّۂ نور تجھ پر تصدّق　　عجب تیرے جلوؤں کی تابانیاں ہیں

نگاہوں کی فردوس ہے بزمِ طیبہ　　جدھر دیکھئے جلوہ سامانیاں ہیں

حریمِ رسالتؐ کا فیضان یہ ہے　　پریشانیاں ہیں، نہ حیرانیاں ہیں

شبِ قدر ہو، یا فروغِ سحر ہو　　یہ سب تیرے جلوؤں کی تابانیاں ہیں

میسّر ہیں جن کو ترے در کے سجدے　　اُنھیں کی سر افراز پیشانیاں ہیں

جنونِ محبّت کو اللہ رکھے　　مُبارک یہ میری پریشانیاں ہیں

یہ دیوانگیِ محبّت ہے ناصح　　مُبارک مجھے میری نادانیاں ہیں

مدینہ کہاں، اور کہاں میری قسمت　　تری رحمتوں کی فراوانیاں ہیں

حمیدؔ ان کی رنگینیاں کوئی دیکھے

یہ اشعار ہیں، یا گُل افشانیاں ہیں

سرکارِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم)

کونین میں شہرت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی
چھائی ہوئی رحمت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

مومن کی نگاہوں میں فردوس سے بھی بڑھ کر
آغوشِ محبّت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

اے ارضِ مدینہ کاش آنکھوں میں تجھے رکھ لوں
جنّت ہے تو جنّت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

انوارِ تجلّی سے ہیں دونوں جہاں روشن
کیا شمعِ رسالت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

مُردے ہی نہ جی اُٹھیں، پتّھر بھی پڑھیں کلمہ
ٹھوکر میں وہ قدرت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

لازم ہے جسے رہنا سرتاجِ اُمم بن کر
وہ خاص جماعت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

طیبہ کا ہر اک کوچہ کیونکر نہ معطّر ہو
پھیلی ہوئی نکہت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

اے زائرِ خوش قسمت روضہ کی زیارت بھی[1]
در اصل زیارت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

تا حشر رہے یارب محفوظ حوادث سے
دل میں جو امانت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

کہتے ہوئے مرقد سے محشر میں حمیدؔ آئے
مجکو تو ضرورت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

---

[1] حضور نبیِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے، "من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی" جو شخص بعد وفات میری زیارت کرے گویا اُسنے زندگی میں میری زیارت کی۔

حُسنِ تجلّی

یہ آج کیسا عالم ہے طاری ۔ یا سجدہ ریزی، یا اشکباری

صبر آزما دل، صبر آزما دل ۔ یہ بیقراری، یہ بیقراری

اُنظُر اِلَینا، اُنظُر اِلَینا ۔ محبوبِ باریؑ، محبوبِ باریؑ

بُستانِ طیبہ، اللہ اللہ ۔ ٹھنڈی ہوائیں، ابرِ بہاری

خوشبو کی لپٹیں آتی ہیں پیہم ۔ جن پر تصدّق مُشکِ تتاری

ہاتھوں میں لرزش، لب پر دُعائیں ۔ اَشکِ مُسلسل آنکھوں سے جاری

ہے سبز گنبد نظروں کا مرکز ۔ "اَنتَ حَبیبیؐ" لب پر ہے جاری

شوقِ زیارت، ذوقِ عبادت

دن ہیں ہمارے، راتیں ہماری

شاہراہِ حقیقت

صبا نے نویدِ مسرت سُنا دی
تصوّر نے طیبہ کی صورت دکھا دی

مجھے شاہراہِ حقیقت دکھا دی
مری زندگی اصطفا نے بنا دی

دکھائی دیا قبّۂ نور مجھ کو
نظر میں نے جب بیخودی میں اُٹھا دی

نظر آتے ہی آستانِ رسالتؐ
ادب سے جبینِ عقیدت جُھکا دی

اُٹھو جلد وقت آ گیا حاضری کا
ندا دیر سے کر رہا ہے منادی

مزہ ہے یہیں کچھ نمازوں کا اے دل
کبھی اجتماعی، کبھی انفرادی

نگاہوں میں ہے وہ حدیثِ مبارک[1]
شفاعت کی جس نے بشارت سُنا دی

ہوئی پردۂ در کو جُنبش جو پیہم
حضوریِ دل کی نزاکت بڑھا دی

نچھاور ہوئے جاتے ہیں ماہ و انجم
نظر قبّۂ نور پر یوں جما دی

خدا نے شرف یہ مدینہ کو بخشا
کہ اک اک گلی رشکِ جنّت بنا دی

مدینہ میں آ کر کھُلیں میری آنکھیں
حمیدؔ اپنی عمر آہ میں نے گنوا دی

---

[1] اُس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جو روضۂ اقدس کی جالیوں کے قریب ایک دیوار پر کندہ ہے "من زار قبری وجبت لہٗ شفاعتی" جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ ۱۲

حضوریِ حریمِ رسالتؐ

دیارِ مصطفےٰؐ ہے اور میں ہوں — ہوائے جانفزا ہے اور میں ہوں

مدینہ کی فضا ہے اور میں ہوں — صدائے مرحبا ہے اور میں ہوں

دماغ اپنا نہ کیوں اب عرش پر ہو — نبیؐ کی خاکِ پا ہے اور میں ہوں

کہوں کیا دل کی کیفیت کا عالم — نگاہِ آشنا ہے اور میں ہوں

کبھی ہوں جالیوں کے پاس گریاں — کبھی بابُ النساء ہے اور میں ہوں

تہجّد کی یہ کیف آور نمازیں — ستونِ[1] عائشہؓ ہے اور میں ہوں

---

[1] ستونِ عائشہؓ جس جگہ اب مصلّیٰ نبیؐ ہے، اسکے اختیار کرنے سے قبل رسُول اللہ (صلےّ اللہ علیہ وسلّم) نے کچھ روز یہیں نماز ادا فرمائی ہے، ایک مرتبہ حضورِ اکرم (صلےّ اللہ علیہ وسلّم) کی زبانِ مبارک سے یہ نکلا تھا کہ "میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اُس کی فضیلت اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہاں جگہ پانے کیلئے لوگ قرعہ ڈالیں" اُس وقت سے صحابہؓ کو برابر اس جگہ کی جستجو رہنے لگی، حضورِ سرورِ عالم (صلےّ اللہ علیہ وسلّم) کی وفات کے بعد اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اُس جگہ کا پتہ اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بتایا، اِس مناسبت سے اُسے "ستونِ عائشہؓ" کہتے ہیں۔ ۱۲

بحمد اللہ کھلا ہے بابِ رحمت — مری آہِ رسا ہے اور میں ہوں

حریمِ قدس کا پردہ اٹھا ہے — دلِ حیرت زدہ ہے اور میں ہوں

نگاہِ شوق ہے منبر کی جانب — خطیبِ خوشنوا ہے اور میں ہوں

نظر کے سامنے ہے قبۂ نور — سرورِ غم رُبا ہے اور میں ہوں

غضب کی چاندنی چھٹکی ہوئی ہے — کسی کا سامنا ہے اور میں ہوں

اُمنڈ آیا ہے دریا چشمِ تر سے — مزارِ فاطمہؓ ہے اور میں ہوں

کھجوروں کے درختوں کا ہے سایہ — اُحدؔ[1] کا راستہ ہے اور میں ہوں

مزہ دیتا ہے تنہائی میں رونا — شبِ عشرت فزا ہے اور میں ہوں

محمدؐ مصطفٰے کا ہے یہ احساں — کہ اب یادِ خدا ہے اور میں ہوں

حمیدؔ اب کچھ نہیں ہے یاد مجھ کو
نبیؐ کا تذکرہ ہے اور میں ہوں

---

[1] اِس پہاڑ کی نسبت رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلّم) نے ارشاد فرمایا ہے، کہ: "جبلِ اُحد جنّت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے، یہ ہم کو دوست رکھتا ہے، ہم اس کو دوست رکھتے ہیں۔" ۱۲

حَریمِ جمال

نشاطِ بے مثال ہے، سُرورِ لازوال ہے
مدینۃ النّبیؐ ہے اور حمیدِ خستہ حال ہے

عجیب جوشِ بیخودی، عجیب تر یہ حال ہے
نگاہ چار سُو ہے اور اک طرف خیال ہے

بر آئی دل کی آرزو، حرم میں لائی جُستجُو
وہ عالمِ خیال تھا، یہ عالمِ مثال ہے

دُعا جو میرے دل میں ہے نگاہِ مضمحل میں ہے
یہی زبانِ قال ہے، یہی زبانِ حال ہے

ہزار شوقِ دید ہو، حریمِ قُدس سامنے
نظر اُٹھا کے دیکھ لے، کِسی کی کیا مجال ہے

مزاج حُسن و عشق کا کچھ اِس طرح سمو گیا
جلال میں جمال ہے، جمال میں جلال ہے

دیارِ پاک میں خدا کی بخششیں تو دیکھیے
ہر ایک خوش جمال ہے، ہر ایک خوش خصال ہے

جہاں جہاں سے دیکھیے، اُسی طرح ہے جلوہ گر
نظر فروز کس قدر منارۂ بلالؓ ہے

نگاہِ شوق دیکھ لے، کلس کی سمت غور سے
بخطِ نور کچھ لکھا ہوا ہے یا ہلال ہے

یہاں سے اب نہ جائیے حدیثِ دل سُنائیے
جدھر نظر اُٹھائیے، جمال ہی جمال ہے

مدینہ کی گلیاں

مرا مُدّعا ہیں مدینہ کی گلیاں
مری رہنما ہیں مدینہ کی گلیاں

کہاں ایسی ہوتی ہیں پھولوں کی کلیاں
بہت خوشنما ہیں مدینہ کی گلیاں

وہ عالم کہ بس چلتے پھرتے ہی رہئے
عجب دلرُبا ہیں مدینہ کی گلیاں

سکون اور راحت ہے ہر ہر قدم پر
دلوں کی دوا ہیں مدینہ کی گلیاں

بہارِ گلستانِ جنّت یہیں ہے
بڑی پُر فضا ہیں مدینہ کی گلیاں

ہدایت کے چشمے جہاں سے ہیں جاری
وہ بحرِ عطا ہیں مدینہ کی گلیاں

سمجھتے ہیں یہ راز اہلِ معانی
دلِ باصفا ہیں مدینہ کی گلیاں

جو درکارِ صحّت ہو، حاضر یہاں ہو
مریضو! دوا ہیں مدینہ کی گلیاں

نظر آتی ہے شکلِ اعمال سب کو
مگر آئینہ ہیں مدینہ کی گلیاں

یہاں جو ہیں ساکن وہ بیمار کیوں ہوں
کہ دارُالشّفا ہیں مدینہ کی گلیاں

پہونچ جائے گی کشتیِ دل سلامت
مری ناخدا ہیں مدینہ کی گلیاں

خدا، اور خدا کا نبیؐ جانتا ہے
کہ دراصل کیا ہیں مدینہ کی گلیاں

کرو دیدہ و دل کو روشن حمیدؔ اب
اگر دیکھنا ہیں مدینہ کی گلیاں

وداعی نظر

قابلِ ضبط غمِ قلب و جگر ہو کہ نہ ہو
رُخ سے پردہ تو اُٹھے تابِ نظر ہو کہ نہ ہو

آج جی بھر کے حسیں اُن کا نظارہ کر لو
پھر خدا جانے یہ اندازِ نظر ہو کہ نہ ہو

حالِ غم اُن کو بہر حال سُنانا ہے ضرور
نالہائے دلِ مضطر میں اثر ہو کہ نہ ہو

دل بھر آیا ہے تو جی کھول کے رو لینے دو
پھر کبھی جوش پہ یوں دیدۂ تر ہو کہ نہ ہو

درو دیوار سے سر پھوڑ کے مر جانے دو
پھر کبھی کوچۂ طیبہ میں گُذر ہو کہ نہ ہو

اور کچھ لُطف اُٹھالوں میں جبیں سائی کا
پھر خدا جانے کہ اِس در پہ یہ سر ہو کہ نہ ہو

یہ خیال اور بھی دیوانہ کئے دیتا ہے
دیکھئے پھر بھی مدینہ کا سفر ہو کہ نہ ہو

یہی بہتر ہے کہ اب جان تصدق کر دوں
مُلتفت پھر نگہِ خاص اِدھر ہو کہ نہ ہو

اک نظر دیکھ لو پھر گنبدِ خضرا کو حمید
منظرِ خاص یہ پھر پیشِ نظر ہو کہ نہ ہو

شوقِ حضوری

دلم بیادِ مدینہ چو بلبلِ سحری

زند بہ روز و شباں خونفشاں نوائے فراق

أَحِنُّ إِلَى زِيَارَةِ حَيِّ لَيْلَى

وَعَهْدِي مِنْ زِيَارَتِهَا قَرِيبُ

وَكُنْتُ أَظُنُّ قُرْبَ الدَّارِ يُطْفِي

لَهِيبَ الشَّوْقِ فَازْدَادَ اللَّهِيبُ

(قیس عامری)

میرا دل لیلیٰ کے قبیلے کے لئے بے چین ہو رہا ہے، حالانکہ تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ میں اُس کی زیارت کر آیا ہوں، میں تو سمجھتا تھا کہ میری آتشِ شوق وہاں کی قربت حاصل کرنے سے فرو ہو جائیگی، مگر کچھ اُلٹا اثر ہوا، کہ وہ اور بھڑک اُٹھی ——

اوّل، اوّل

وہ دیدارِ خاکِ حجاز اوّل اوّل — وہ جوشِ جنونِ نیاز اوّل اوّل

وہ نظّارۂ بے نظر پہلے پہلے — وہ اک منظرِ جاں نواز اوّل اوّل

وہ عالم عجب بیخودی کا تھا عالم — ہوئے تھے جو ہم سرفراز اوّل اوّل

وہ ارضِ مقدّس کی سادہ فضائیں — حرم میں وہ کیفِ نماز اوّل اوّل

وہ کیفیّتِ اضطرابِ حضوری — وہ ذوقِ جبینِ نیاز اوّل اوّل

وہی بن گیا دردِ دل آخر آخر — بظاہر جو تھا سوز و ساز اوّل اوّل

غم و کیف کا امتزاج اللہ اللہ — دل و درد کا ساز باز اوّل اوّل

کلامِ حق آموزِ بے لفظ و معنی — پیامِ محبّت نواز اوّل اوّل

ابھی تشنۂ دید ہی تھیں نگاہیں — کہ دل پر گری برقِ ناز اوّل اوّل

جمالِ مُجرّد، بہ رنگِ تماشا — حقیقت، بہ شکلِ مجاز اوّل اوّل

وہ اک جلوۂ بے جہت آخر آخر — وہ اک پردۂ نیم باز اوّل اوّل

دھڑکتے ہوئے دل کے خونبار آنسو — وہ آنکھوں سے افشائے راز اوّل اوّل

حضورِ شہنشاہِ کونین ادب سے — وہ عرضِ سلامِ نیاز اوّل اوّل

اُدھر التفاتِ کرم کی بشارت — اِدھر گریۂ جاں گداز اوّل اوّل

حمیدؔ آہ وہ رقصِ رُوحِ محبّت
وہ ہر سانس نغمہ طراز اوّل اوّل

سوزِ ہجر

عجب سُرور کے دن تھے، عجب زمانا تھا
لبوں پہ "اَنتَ حَبیبی" کا جب ترانا تھا

وہ جس پہ گوش بر آواز اک زمانا تھا
ہمارا درد میں ڈوبا ہوا فسانا تھا

وہیں سے ہو کے فدا سُوئے خلد جانا تھا
حمید تجھ کو مدینے سے پھر نہ آنا تھا

دَرِ حبیبِ خدا، اَور سر اُٹھائے ہوئے
قدم قدم پہ مجھے سجدہ کرتے جانا تھا

وہ وقتِ صبح، وہ ٹھنڈی ہوا، وہ عالمِ شوق
میں سَر بسجدہ تھا، اور قافلہ رَوانا تھا

وفورِ بیخودیِ شوق میں رہا نہ خیال
کہ سجدہ گاہِ اَدب کس کا آستانا تھا

بہت بعید مرے نفس نے مجھے رکھا
بہت قریبِ حرم کے مرا ٹھکانا تھا

یہ اضطرابِ حضوری اَرے دلِ بیتاب
بہت اَدب سے تجھے حالِ غم سُنانا تھا

گُناہگاروں پہ بخشش سے کھُل گیا یہ راز
گُناہ رحمتِ حق کے لئے بہانا تھا

درِ حضورؐ پہ دل تھا کچھ اِس طرح سے غنی
کہ جیسے قبضے میں کونین کا خزانا تھا

یہ کیا کیا، جو گُذرنا تھی وہ گُذر جاتی
سرِ نیاز نہ اُس در سے پھر اُٹھانا تھا

ذرا تو اَور رُکے ہوتے قافلے والو
کسی غریب کے دل کو نہ یوں دکھانا تھا

حمیدؔ پیشِ نظر تھا مدینۂ محبوبؐ
نہ خواب کا تھا وہ عالم، نہ وہ فسانا تھا

نازبرنیاز

اُس طرف تھا جو ناز کا عالم — اِس طرف تھا نیاز کا عالم

دیدنی تھا کسی کی محفل میں — نگہِ پاکباز کا عالم

لیلۃ القدر پر بھی چھا کے رہا — اُن کی زلفِ دراز کا عالم

پوچھو جبریلؑ سے شبِ معراج — آپؐ کے خوابِ ناز کا عالم

اللہ اللہ وہ قُربِ "اَوْ اَدْنیٰ" — اور وہ راز و نیاز کا عالم

خود حقیقت بھی ہے اسیر اُسکی — اللہ اللہ! مجاز کا عالم

حُسن ہی جانے عشق ہی سمجھے — دل کے سوز و گداز کا عالم

یادِ طیبہ میں ہم نے پایا ہے — نغمۂ دلنواز کا عالم

اپنی آنکھوں میں رکھ کے لایا ہوں — آپؐ کی بزمِ ناز کا عالم

وہ شبِ پاکِ مسجدِ نبویؐ — وہ سحر کی نماز کا عالم

وہ صلوٰۃ و سلام کے نغمے — ہائے وہ سوز و ساز کا عالم

پھر رہا ہے حمیدؔ آنکھوں میں
نورِ صبحِ حجاز کا عالم

کیفِ غم

دیارِ ہند کو نسبت ہے کیا مدینے سے
یہ رنج ہے کہ میں کیوں آگیا مدینے سے

نثار کیجئے اُس دل پہ قیمتِ کونین
کہ جس کو عشق ہو کعبے سے، یا مدینے سے

کہیں یہ لُطف نہ مَرنے میں ہے نہ جینے میں
کہاں میں جاؤں حبیبِ خدا مدینے سے

یونہی تو کہتے ہیں مرکز اسے دو عالم کا
کہ ہر مقام کا ہے راستہ مدینے سے

نگاہ بن نہیں سکتی زباں، تو کیا کہئے
یہ کیا بتاؤں کہ لایا ہوں کیا مدینے سے

خدا گواہ کہ اِس رَنج و غم کے مارے نے
ہر ایک درد کی پائی دَوا مدینے سے

نگاہ گنُبدِ خضرا کے گرد پھرتی رہی
میں دل کو تھام کے رخصت ہوا مدینے سے

مریضِ ہجر اِسی آرزو میں جیتا ہے
کہ لوگ لائیں گے خاکِ شفا مدینے سے

غمِ فراق کی ایذا پسندیاں، توبہ
مگر لگائے ہوں اک آسرا مدینے سے

اَدب سے کہہ نہیں سکتا، مگر حقیقت ہے
کہ میرے دل کو بھی ہے رابطہ مدینے سے

نزولِ رحمتِ باری کا وقت آیا ہے
اُٹھی وہ جھوم کے کالی گھٹا مدینے سے

تو ہی بتا مرے ذوقِ طلب میں کیا کہہ دوں
پیام لائی ہے بادِ صَبا مدینے سے

درِ حبیب نے عالم سے بے نیاز کیا
حمید مجکو تو سب کچھ ملا مدینے سے

سُرور و نور

وہ عجیب وقت تھا جب چلے تھے دیارِ نکہت و نور سے
وہ عجب سماں تھا جُدا ہوئے تھے جو آستانِ حضورؐ سے

وہ دُرود پڑھنا مرا حَرم میں کمالِ کیف و سُرور سے
کبھی جالیوں کے قریب سے، کبھی ہٹ کے سامنے دُور سے

وہ نظر نواز تجلّیاں، وہ سُکوتِ دل، وہ سُکونِ جاں
یہ کسے مجال، ہلا سکے جو نظر کو پردۂ نور سے

وہ عنایتیں، وہ نوازشیں، وہ نشاطِ دید کی بارشیں
جو ہجوم جلوہ کی تابشیں نظر آئیں حجلۂ نور سے

کبھی مجھ کو محو نہ کر سکے، یہ رباب و چنگ کے زمزمے
کہ دل اپنا مست ہے باغِ طیبہ کے نغمہائے طیور سے

ہے مری نگاہ میں آج بھی، شبِ ماہ کی وہی دلکشی
وہ فضا میں چھٹکی ہے چاندنی، جو ضیائے قُبّۂ نور سے

مجھے "بیرِ غرسؔ" کی چاہ ہے، مری تشنگی ہی گواہ ہے
یہ وہ تشنگی نہیں تشنگی، جو بجھے شرابِ طہور سے

"جَبَلِ اُحد" کے نظارے کی ہے نگاہِ شوق کو آرزو
نہ خیال باغِ نعیم کا، نہ ہے ذوق منظرِ طور سے

کبھی زائرانِ حرم اگر، سُوئے دشتِ بدر بھی ہو گذر
تو سلام کہنا مری طرف سے وہاں کے اہلِ قبور سے

کہوں کس سے رازِ غمِ نہاں، کہ ہیں اشک آنکھوں سے کیوں رواں
وہ سکونِ قلب نہیں یہاں، جو وہاں تھا قربِ حضورؐ سے

جو تڑپ حمیدؔ ہے آج کل، اِسی دُھن میں آئے مجھے اجل
مرے لب پہ ہوگی یہی غزل، جو اُٹھوں گا شورِ نشور سے

ؔ یہ کنواں مسجدِ قبا سے مشرقی جانب نصف میل کے فاصلے پر ہے۔ ۱۲

لذّتِ فراق

بہت غم خدا کی قسم ہو رہا ہے
مدینے سے چھٹنا ستم ہو رہا ہے

مرے دل پہ اور یوں ہجومِ بلا ہو
غضب کیا یہ خیرالامم ہو رہا ہے

تصرّف ہوا دردِ دل پر یہ کس کا
نہ اب بڑھ رہا ہے، نہ کم ہو رہا ہے

خلش سوزِ غم کی مٹی جا رہی ہے
کوئی نا امیدِ ستم ہو رہا ہے

مرے دل کی بیتابیاں بڑھ چلی ہیں
کہیں ذکرِ صبحِ حرم ہو رہا ہے

میں جس حال میں بھی ہوں خوش ہوں الٰہی
بہر حال تیرا کرم ہو رہا ہے

تمنّائے کعبہ کروں آہ کیونکر
دلِ زار بیت الصّنم ہو رہا ہے

حمیدِ حزیں آج کل میرے آقا
گرفتارِ رنج و الم ہو رہا ہے

اشکِ ناچکیدہ

دل فرطِ غم سے شق ہے سینہ بھی ہے دریدہ — کیا حمد و نعت لکھے کلکِ زباں بُریدہ

شاید یہی ہمارے دل کی لگی بجھائیں — باقی جو رہ گئے ہیں کچھ اشکِ ناچکیدہ

طیبہ کی یاد میں ہے دل بیقرار مُطرب — جامیؔ کے کچھ سُنا دے اشعار چیدہ چیدہ

فی الحال یہ خلش ہی وجہِ سکوں ہے مجھ کو — دل سے مرے نہ کھینچو یہ ناوکِ خلیدہ

اے شیخِ پاک باطن توفیق ہو تو پی لے — یہ جام ہے اچھوتا، یہ مے ہے ناچشیدہ

ہے نازشِ بہاراں طیبہ کا باغ، ورنہ — جو باغ ہے جہاں میں، ہے وہ خزاں رسیدہ

جب کچھ خیال آیا، صبحِ حرم کا مجھ کو — بابُ السّلام والا یاد آ گیا قصیدہ

وہ بے ادب رہے گا محروم فضلِ رب سے — جو خاصگانِ حق سے ہو جائے بدعقیدہ

گُم کردہ راہِ حق کو قسمت سے مل گیا ہے — اک[1] رہبرِ طریقت، مردِ خدا رسیدہ

ہر داغِ دل ہمارا فردوس در بغل ہے — رضواں نے کب یہ دیکھے گلہائے نو دمیدہ

یادِ خدا ہو دل میں، ذکرِ نبیؐ ہو لب پر
سیکھو حمیدؔ ہم سے یہ خصلتِ حمیدہ

---

[1] مرشدی و مولائی حضرت الحاج شاہ محمد عبد الغفور صاحب نقشبندی مجددی مہاجر مدنی دام ظلہم العالی۔ ؎

از فیضِ خاص حضرتِ عبد الغفور ما — دل را کہ مُردہ بود حیاتے زنو رسید

تمنّائے مدینہ

ایسا تو ہو دل محوِ تماشائے مدینہ
جس سمت نظر جائے، نظر آئے مدینہ

سودا ہو اگر سر میں تو سودائے مدینہ
دل میں ہو تمنّا، تو تمنّائے مدینہ

دل میں رہے سلطانِ مدینہؐ کا تصوّر
اور آنکھ رہے محوِ تماشائے مدینہ

اللہ رے نسیمِ سحری کی وہ لطافت
وہ رُوح فزا منظرِ صحرائے مدینہ

تابانیٔ انوار کا اللہ رے یہ عالم
ہے مہر بھی اک ذرّۂ صحرائے مدینہ

کیا چیز ہے اللہ یہ اعجازِ تصوّر
جیسے تھے ابھی محوِ تماشائے مدینہ

صدقے میں شہیدانِ اُحُدؓ کے مرے مولا
دکھلا دے مجھے پھر وہی صحرائے مدینہ

بیچین ہے دردِ غمِ فرقت سے حمیدؔ اب
پھر اس کو طلب کیجئے آقائے مدینہؐ

مقصودِ حیات

اک ذرۂ حقیر سے ہرگز سوا نہیں
جس دل میں آرزوئے حبیبِ خدا نہیں

ذوقِ نیازِ عشق سے محروم ہی رہا
جو سر کہ آستانِ نبیؐ پر جُھکا نہیں

واعظ بیانِ روضۂ رضواں بجا، مگر
کیا روضۃ النبیؐ کا نظارا کیا نہیں

جب سے درِ حبیبؐ کا سجدہ ہوا نصیب
میری نظر میں اُور کوئی اَب فضا نہیں

اُن پر درود، اُن پہ سلام، اُن پہ رحمتیں
لُطف و کرم کی جن کے کوئی انتہا نہیں

میری نظر تو آیۂ "لَا تَقْنَطُوْا" پہ ہے
محرومیوں کا مجھ کو کسی سے گِلا نہیں

نظّارۂ جمالِ مدینہ، زہے نصیب
دامانِ چشمِ شوق میں اَب میری کیا نہیں

اے آفتابِ حُسن، خدارا نگاہ بھر
مُدّت سے میرے دل میں اُجالا ہوا نہیں

پیشِ نظر حریمِ رسالت رہے حمیدؔ
کچھ اُور حسرتِ دلِ درد آشنا نہیں

مدینہ کی باتیں

کرو ہمصفیرو مدینے کی باتیں
یہی ہیں حقیقت میں جینے کی باتیں

اسی طرح کچھ تشنگی کو بڑھائیں
کریں آبِ زمزم کے پینے کی باتیں

تقاضا غلامی کا یہ کہہ رہا ہے
کہ دن رات ہوں بس مدینے کی باتیں

مُبارک، جنونِ محبّت مُبارک
یہ دیوانگی، اور قرینے کی باتیں

فضائے مدینہ ہے، یا بزمِ جنّت
نہ قصّے حسد کے، نہ کینے کی باتیں

مدینے میں تھے جس زمانے میں حاضر
یہ ہیں اُس مُبارک مہینے کی باتیں

جو چاہو کہ تازہ رہے دین و ایماں
تو کرتے رہو تم مدینے کی باتیں

رہے پاسِ آداب، اے دل ہمیشہ
ہوں دیوانگی میں قرینے کی باتیں

سُنادے خدارا کوئی پھر سُنادے
وہی "بابِ رحمت" کے زینے کی باتیں

کھُلے گا نہ اشعار سے راز دل کا
خدا کو ہیں معلوم سینے کی باتیں

بنا کر مرے قال کو حال آقاؐ
چھُڑا دیجئے اِس کمینے کی باتیں

حمیدؔ اپنے دل کا یہی مُدعا ہے
کہ ہوتی رہیں کچھ مدینے کی باتیں

قسم در قسم

پھر مدینے کے لئے شوقِ فراواں کی قسم
دل ہے بیتابِ زیارت غمِ پنہاں کی قسم

یاد ہے صبحِ حرم، یاد ہے گلبانگِ اذاں
نغمۂ مرغِ نوا سنجِ گلستاں کی قسم

نظر افروز تماشا ہیں مغیلانِ حجاز
گُل و نسریں کی قسم، سنبل و ریحاں کی قسم

ہے ضیا بار بہت گنبدِ خضرا کا کلس
ماہِ تاباں کی قسم، مہرِ درخشاں کی قسم

چمنِ طیبہ کا ہر پھول ہے پُر کیف غزل
حضرتِ حافظِ سرشار و غزلخواں کی قسم

مہر کو اُس کفِ پا سے کوئی نسبت ہی نہیں
تابشِ جوہرِ آئینۂ عرفاں کی قسم

پھر دکھا دے چمنِ خلد کی کیاری کا سماں
تجھ کو میرے دلِ مہجور و پریشاں کی قسم

چاندنی رات مدینہ کی جو یاد آتی ہے
اک چمک ہوتی ہے دل میں شبِ ہجراں کی قسم

آج تک یاد ہے تلووں کی وہ پُر لطف کھٹک
تازگیِ خلشِ خارِ مغیلاں کی قسم

یاد آتا ہے مدینہ کی وہ بارش کا سماں
موسمِ گُل کی قسم، ابرِ بہاراں کی قسم

پھر دکھا دے مجھے اطرافِ مدینہ کی بہار
تجھ کو اُس غیرتِ فردوس بیاباں کی قسم

پھر وہی نغمۂ دلسوز سُنا دے مجھ کو
قافلے کی تجھے سوگند، حُدی خواں کی قسم

ہیں مرے پیشِ نظر شام و سحر کے جلوے
ماہ و انجم کی قسم، نیّرِ تاباں کی قسم

چاندسی صورتیں وہ اہلِ مدینہ کی، جنھیں
دیکھتے رہیے کسی صاحبِ ایماں کی قسم

وہیں ایمان و محبّت کے مزے آتے ہیں
پُوچھئے اہلِ محبت سے دل و جاں کی قسم

اب بھی رہ رہ کے مرے دل میں چمک ہوتی ہے
حرمِ طیبہ کی ہر شمعِ فروزاں کی قسم

ہے تصوّر میں بھی عالم تری محفل کا وہی
نالۂ نیم شبی و شبِ ہجراں کی قسم

جلوہ افروز ہے جیسے پسِ پردہ کوئی
دل دھڑکتا تھا مرا دیدۂ حیراں کی قسم

کوچۂ طیبہ میں مر کر مجھے جینا ہو نصیب
اک تمنّا ہے یہی حسرتِ پنہاں کی قسم

سُنتے ہیں دیکھنے والوں نے اُنھیں دیکھا ہے
ہم نے دیکھا نہ اُنھیں دیدۂ حیراں کی قسم

"اے نسیمِ سحری بندگیِ ما برساں"
تجھ کو اشکوں کی قسم، دیدۂ گریاں کی قسم

اک غزل اور کہو جوشِ محبّت میں حمیدؔ
تم کو اپنے جگرِ مست و غزلخواں کی قسم

یادِ مدینہ

نہ ذکرِ نبیؐ ہے، نہ یادِ مدینہ — یہ جینا بھی ہے کوئی جینے میں جینا

جو ہو نورِ عرفاں سے معمور سینہ — تو بن جائے یہ کعبۂ دل مدینہ

وہ کیا خوب ہوگا مبارک مہینہ — کہ جب میرا رُخ ہوگا سُوئے مدینہ

تڑپ درد کی دل میں اتنی ہو آقاؐ — کہ دشوار ہو جائے دم بھر کو جینا

یہ اَبر جب گھر کے کعبہ سے آیا — تو یاد آگیا آبِ زمزم کا پینا

مرے واسطے عرشِ اعظم وہی ہے — عطا ہو مجھے "بابِ رحمت" کا زینہ

کہاں اُن کا جلوہ، کہاں اپنی آنکھیں — نظارے کو درکار ہے چشمِ بینا

بچانا مجھے ناخدائے دو عالم — تلاطم میں اب آ پڑا ہے سفینہ

خدا کی قسم شرم آتی ہے مجھ کو — مدینہ کہاں، اور کہاں یہ کمینہ

نہ چھوڑو مجھے حاجیو ساتھ لے لو — میں مرجاؤں گا راستے میں یہی نا؟

حمیدؔ اُڑ کے پہونچے دیارِ نبیؐ میں
بحقِّ درِ حضرتِ شاہ میناؒ

تجلّیاتِ حرم

پیشِ نظر حریمِ رسالت ہے آج کل
دُنیا مرے خیال کی جنّت ہے آج کل

کعبے میں خاص جشنِ مسرّت ہے آج کل
ایک ایک ذرّہ محوِ عبادت ہے آج کل

عالم تمام مطلعِ انوار بن گیا
اتنی تجلّیات کی کثرت ہے آج کل

اک اہتمامِ خاص ہے بیتُ الحرام میں
صف بستہ قدسیوں کی جماعت ہے آج کل

حیرانیِ نگاہ کا عالم نہ پُوچھئے
دل بے نیازِ خلوت و جلوت ہے آج کل

پھر میرے جذبِ شوق نے پہونچا دیا مجھے
پھر "مُلتزم شریف" سے قُربت ہے آج کل

للہ آبگینۂ دل کو نہ چھیڑیئے
لبریزِ سوز و سازِ محبّت ہے آج کل

پھر "استلام[1] رُکنِ یمانی[2]" کے ذوق میں
بیتابیِ طواف و زیارت ہے آج کل

---

[1] استلام، جب حجرِ اسود کی نسبت مستعمل ہوتا ہے تو اُس کا بوسہ لینا مقصود ہوتا ہے۔ اور جب رُکنِ یمانی کی نسبت بولا جاتا ہے تو صرف اُس کا چھو لینا مراد ہوتا ہے۔ ۱۲

[2] رُکنِ یمانی، ایک پتھر ہے جو کعبۂ مکرمہ کے ایک گوشے میں بجانبِ یمن گڑا ہوا ہے۔ ۱۲

اندازۂ سُرورِ محبّت محال ہے
سرشارِ دل کسی کی بدولت ہے آج کل

دل کھنچ رہا ہے دیکھ کے آغوشِ شوق سے
ایسی "حطیمِ پاک" میں نزہت ہے آج کل

چھایا ہوا ہے دل پہ عجب کیفِ بیخودی
وہ غائبانہ لُطف و عنایت ہے آج کل

رُونق ہی اَور ہے "جبلِ بُوقُبیس" کی
آئینہ دارِ جلوۂ رحمت ہے آج کل

غارِ حرا پہ نور کی کثرت بنی حجاب
دامن میں اُسکے کتنی لطافت ہے آج کل

ہٹتی نہیں نگاہ جدھر پڑ گئی حمیدؔ
ہر شے میں ایک حُسن ہے، ندرت ہے آج کل

لیلۃ المعراج

لوٹتی حُسن کے انوار نظر آج کی رات
حُرمِ طیبہ میں ہم ہوتے اگر آج کی رات

کس کے جلوے ہیں مرے پیشِ نظر آج کی رات
دیدۂ دل پہ ہے اک خاص اثر آج کی رات

اپنی آنکھوں میں مدینے کا لئے ہوں نقشہ
اللہ اللہ، مرا حُسنِ نظر آج کی رات

دل کو کیا ذوقِ جبیں سائی کی لذّت ملتی
اُس درِ پاک پہ ہوتا جو یہ سر آج کی رات

رات بھر سورۂ وَاللَّیل میں پڑھتا رہتا
رَوضۂ خلد میں ہوتی جو بسر آج کی رات

سامنے رَوضۂ اقدس کے جو بیٹھے ہوں گے
ہو گی حاصل اُنھیں معراجِ نظر آج کی رات

بابِ جبریلؑ کی تابانیاں اللہ اللہ
قابلِ دید سماں ہو گا اُدھر آج کی رات

حُرمِ کعبہ میں اے کاش کہ حاضر ہوتے
اُمِّ ہانیؓ کا بھی ہم دیکھتے گھر آج کی رات

رات اُنکی ہے، نظر اُنکی ہے، قسمت اُنکی
دیکھتے ہوں گے جو اربابِ نظر آج کی رات

تو اگر چاہتا ہے اُن کی عنایت کی نظر
دیکھ آنسو نہ رُکیں دیدۂ تر آج کی رات

چشمِ مُشتاق کو معراج میسّر ہوتی
قُبّۂ نور پہ ہوتی جو نظر آج کی رات

بیتِ عثمانؓ میں ہوتے جو کہیں آج حمید
دیکھتے بارشِ انوارِ سحر آج کی رات

فقُم قُم یا حبیبی کم تنامِی

نسیمِ صبحِ طیبہ ہے پیامی | تعالی اللہ نویدِ شادکامی
کچھ اس انداز سے مژدہ سنایا | کہ دی سب اہلِ گلشن نے سلامی
جو ہیں اہلِ نظر وہ جانتے ہیں | ادب ہے مقتضائے نامِ نامی
قدم اُٹھے مگر منزل بہ منزل | کہ نازیبا ہے شوقِ تیز گامی
ق
وہ بیتِ اُمِّ ہانی رض اللہ اللہ | وہ عینِ خواب و بیداری سامی
جنابِ جبرئیلؑ اہلِ رسالتؐ | وہی روح الامیں حق کے پیامی
پیامِ شوق لائے ہیں خدا کا | حضورِ سرورِ ذاتِ گرامیؐ
عطا ہو جرأتِ عرضِ طلب آج | فرشتوں کو ہے شوقِ ہمکلامی

"بشوقت جاں بلب آمد تمامی
فقُم قُم یا حبیبی کم تنامی"

سواری آئی جب بیت الحرم میں | تو کعبے نے بھی دی بڑھ کر سلامی
عمامہ بر سر و نورِ مجسم | وہ شانِ جلوہ و نازک خرامی
بہار اندر بہار، اللہ اکبر | وہ اندازِ بہارِ رُکنِ شامی

وہ رفتارِ بُراقِ برق پیکر | وہ اُس کی اللہ اللہ عرش گامی
وہاں آج اور ہی کچھ ہوگا عالم ؎ | جہاں لکھّے ہیں اُسمائے گرامی
حریمِ پاک میں سب ہونگے حاضر | عراقی، ہندی و مِصری و شامی
بچشمِ پُر نم و با قلبِ مضطر | لبوں پر ہوں گے کچھ اشعارِ جامیؒ
قدش را پایۂ گردوں خرامی | لبش را مایۂ یُحْیِی العظامی

چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
بدہ جاں در تن از نازک خرامی

درِ اقدس پہ ہوتے کاش ہم بھی | تو یہ کہتے باندازِ غُلامی
"خدایا از تو خواہم مصطفےٰؐ را" | بحقِ حضرتِ حسّانؓ و جامیؒ
نبیؐ کے کفشِ پا کا تجھ کو صدقہ | جبیں پر ہو مری نقشِ غلامی
شبِ معراج کا صدقہ مٹا دے | جنونِ شوق میں جو کچھ ہو خامی
مگر "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ" | لبِ مُعجز نما خود ہے پیامی
حمیدِ بے نوا پر بھی کرم کر | مُسلّم ہے ترا فیضِ دوامی

"بحُسنِ اہتمامت کارِ جامیؒ
طفیلِ دیگراں یابد تمامی"

اعجازِ محبّت

کچھ اِس اَدا سے وہ جلوے دکھائے جاتے ہیں
کہ میرے دیدہ و دل میں سمائے جاتے ہیں

چمک رہی ہیں مزارِ نبیؐ پہ قندیلیں
ستارہ ہائے فلک جھلملائے جاتے ہیں

کہیں تو کیا کہیں ناز و نیاز کے اسرار
کہیں یہ راز کسی کو بتائے جاتے ہیں

اَمینِ دردِ محبّت ہیں عاشقانِ رسُولؐ
تڑپ رہے ہیں، مگر مُسکرائے جاتے ہیں

بجا ہے ناز کریں جتنا اپنی قسمت پر
جو خوش نصیب مدینے بُلائے جاتے ہیں

ہر اک کو دردِ محبّت، مگر نصیب کہاں
جو اہلِ دل ہیں وہی آزمائے جاتے ہیں

کچھ اَور رازِ محبّت ابھی چُھپانا تھا
یہ اشک آنکھوں سے کیوں باہر آئے جاتے ہیں

حریم حُسن کے اَنوار لُوٹتے ہیں وہی
جو شب کو پچھلے پہرے جگائے جاتے ہیں

حمیدؔ اس کو محبّت کا مُعجزہ کہیے
مٹائے جاتے ہیں جتنا بنائے جاتے ہیں

تازہ بتازہ نو بنو

قصۂ غم ذرا ذرا تازہ بتازہ نو بنو
عرض کر اُن سے اے صبا تازہ بتازہ نو بنو

خواہ فلک کی ہو جفا تازہ بتازہ نو بنو
تیرا کرم ہے بر ملا تازہ بتازہ نو بنو

دیکھ لے دل کا لالہ زار، یعنی بہار در بہار
پھول کھلے ہیں جا بجا تازہ بتازہ نو بنو

حج بدل سے فائدہ، پہلے یہ فرض کر ادا
کعبۂ دل کی رکھ بنا تازہ بتازہ نو بنو

ذکر دیارِ پاک کا، ہے مری رُوح کی غذا
ملتا ہے جس سے آسرا تازہ بتازہ نو بنو

منظرِ صُبحِ دلکشا، آہ اُس ارضِ پاک کا
دیکھوں میں کاش بارہا تازہ بتازہ نو بنو

بیرِ علی[1] پہ جا کے جب دیکھوں نبیؐ کا آستاں
سجدہ نظر سے ہو ادا تازہ بتازہ نو بنو

طوفِ حرم کا شوق ہو، دل میں سُرور و کیف ہو
جھوم کے جب اُٹھے گھٹا تازہ بتازہ نو بنو

"حيّ على الفلاح" کی کانوں میں آئے جب صدا
در پہ ہوں جا کے جبہ سا تازہ بتازہ نو بنو

---

[1] گنبدِ خضرا کا پہلا نظارہ یہیں سے ہوتا ہے، اِس مقام کو "جبلِ مُفرح" یا "مُفرحات" بھی کہتے ہیں۔ ۱۲

صحنِ حرم میں صبح کو لوٹ رہا ہوں خاک پر — لب پہ ہو نام آپ کا تازہ بتازہ نو بنو

کاش درود اور سلام پڑھتا ہوا بہ ذوق و شوق — جاؤں میں مسجدِ قبا[1] تازہ بتازہ نو بنو

مسجدِ قبلتین[2] میں پھر ہو سرِ نیاز خم — دیکھوں سماں وہ صبح کا تازہ بتازہ نو بنو

بزم ہو بزمِ مصطفٰے، ورد ہو نام پاک کا — صلِّ علیٰ کی ہو صدا تازہ بتازہ نو بنو

عالمِ ذوق و شوق ہو، اور وہ کہیں حمیدؔ سے

ہاں یہی نعت پھر سنا تازہ بتازہ نو بنو

---

[1] سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکۂ معظمہ سے جب مدینۂ منوّرہ کو ہجرت فرمائی ہے تو اوّل اوّل قیام مقامِ قبا میں فرمایا تھا، یہیں وہ مسجدِ قُبا ہے جو اسلام میں سب سے پہلے تعمیر ہوئی، آیۂ کریمہ: "لمسجد اسس بنیانہ علی التقوی من اوّل یوم احق ان تقوم فیہ" میں جس مسجد کی مدح آئی ہے، وہ یہی مسجد ہے، یہ وہ مسجد ہے جو بانیِ اسلام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنے مُبارک ہاتھوں سے

اللّٰھم لا عیش الا عیش الآخرہ واغفر للانصار والمہاجرہ

فرماتے ہوئے تعمیر فرمائی، یہ جگہ نہایت سرسبز و شاداب ہے، کثرت سے کھجور کے درخت اور باغ لگے ہوئے ہیں، ہر طرف ہرے بھرے کھیت لہلہا رہے ہیں۔ ۶ "جدھر نظر اٹھائیے جمال ہی جمال ہے"

[2] مسجدِ قبلتین۔ جہاں تحویلِ قبلہ کا حکم ہوا ہے۔ ۱۲

نورانی راتیں

وہی اصل میں تھیں مسرت کی راتیں
ملیں جو مدینے میں رحمت کی راتیں

مری عمرِ رفتہ ذرا پھر پلٹ آ
کہ میں دیکھ لوں عیش و عشرت کی راتیں

نگاہوں میں اُبتک لئے پھر رہا ہوں
وہ راتوں کی خلوت، وہ خلوت کی راتیں

محبّت کی دُنیا میں سرمستیاں تھیں
نہ بھولینگی وہ لُطف و راحت کی راتیں

تصوّر کی رعنائیاں اللہ اللہ
نگاہوں میں ہیں بزمِ جنّت کی راتیں

شب و روز اب یاد آتے ہیں مجھ کو
وہ راحت کے دن، وہ مسرّت کی راتیں

بتا اے شبِ غم! کہاں سے میں لاؤں
وہ تنہائیاں، وہ فراغت کی راتیں

کسی کی نمازِ تہجد کا صدقہ
میسّر ہوں پھر وہ عبادت کی راتیں

حقیقت میں تھیں حاصلِ زندگانی
وہ ناز و نیازِ محبّت کی راتیں

مری عمر کے دن کوئی کاش لیلے
دکھا دے حریمِ رسالت کی راتیں

حمیدِ سیہ کار کو پھر دکھا دے
وہی نور افشاں محبّت کی راتیں

یاد ہے

یاد ہے اب تک مجھے طیبہ کا جانا یاد ہے
یاد ہیں وہ دن، وہ راتیں، وہ زمانا یاد ہے

گوشِ خفتہ میں وہ تکبیرِ حرم کا گونجنا
رات کو پچھلے پہر وہ اُٹھ کے جانا یاد ہے

دیکھنا سقفِ حرم کے قمقموں کی روشنی
وہ ستاروں کا فلک پر جھلملانا یاد ہے

گنبدِ خضرا کے نورانی کلس کے آس پاس
وہ مہ و خورشید کا چکر لگانا یاد ہے

وہ حریمِ پاک میں رُک رُک کے چلنا بار بار
وہ قدم آہستہ آہستہ اُٹھانا یاد ہے

روضۂ جنّت[1] وہ منبر اور وہ محراب و در
ہاں ابھی تک وہ سماں، وہ آستانا یاد ہے

اضطرابِ حسرتِ دیدار و محرابِ نبیؐ
اور وہ سجدے کی خاطر سر جھکانا یاد ہے

ذوقِ نظّارہ کے عالم میں وہ رنگِ محویت
اور وہ میری چشمِ نم کا تھرتھرانا یاد ہے

شوقِ بیحد، اور وہ کیفیّتِ عرضِ دُعا
وہ پڑھانیوالے کا پڑھنا پڑھانا یاد ہے

وہ دلِ پُر آرزو کا اضطرابِ نو بنو
وہ نگاہِ شوق کا تسکین پانا یاد ہے

---

[1] فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے "مابین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ" میرے مکان (یعنی روضۂ اقدس) اور میرے منبر کے درمیان میں ایک باغ ہے جو جنّت کے باغوں میں سے ہے، اسی بنا پر اس قطعہ کو "روضہ" یعنی جنّت کی کیاری کہتے ہیں، قیامت کے دن جنّت کا یہ ٹکڑا جینہ جنّت کیطرف اُٹھالیا جائے گا۔۱۲

ہائے وہ دل کا دھڑکنا یک بیک وقتِ سلام
وہ مرا کچھ پڑھتے پڑھتے بھول جانا یاد ہے

رَوضۂ پُرنور میں وہ برقِ رحمت کی چمک
جالیوں کے پاس وہ آنسو بہانا یاد ہے

وہ حضورِ خاص، وہ انوارِ الطافِ نظر
وہ مرا رو رو کے حالِ دل سُنانا یاد ہے

وہ نسیمِ رَوضۂ اقدس کی دِلآویزیاں
اور وہ میرا ہوش میں پہروں نہ آنا یاد ہے

پاسبانوں کی نظر سے چھُپ کے فرطِ شوق میں
سُرمۂ خاکِ درِ اقدس لگانا یاد ہے

وہ نسیمِ دلکشا، وہ جلوۂ نورِ سحر
وہ طیورِ خوشنوا کا چہچہانا یاد ہے

ہائے وہ فرطِ طرب میں نغمۂ وجد آفریں
وہ ترانہ شوق کا، وہ گنگنانا یاد ہے

وہ اُحد کی راہ، وہ نخلِ رُطب، وہ سبزہ زار
سائے میں دیوار کے وہ بیٹھ جانا یاد ہے

میں نہ بھُولوں گا غلامِ ساقیِ کوثر تجھے
"بیرِ رومہ"[1] پر ترا پانی پلانا یاد ہے

وہ شبِ پُرنور، وہ خلوت، وہ میدانِ اُحد
اور وہ اک مخلص کا اپنے یاد آنا یاد ہے

اللہ اللہ وہ دلِ بیتاب کا عالم حمیدؔ
آ کے جانا یاد ہے، اور جا کے آنا یاد ہے

---

[1] "بیرِ رومہ" وہ کنُواں ہے جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رفاہِ عام کے خیال سے بیس ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا تھا۔ ۱۲

صُبحِ حرم

یہ شبِ غم، اور یہ تنہائیاں
یاد آتی ہیں وہ بزم آرائیاں

وہ بہارِ جلوۂ صبحِ حرم
وہ نسیمِ شوق کی انگڑائیاں

گنبدِ خضرا کا وہ زرّیں کلس
وہ شعاعِ مہر کی رعنائیاں

وہ اذاں کے نغمہائے دل فروز
گونجتی ہوں جس طرح شہنائیاں

وہ سکوتِ خاص، وہ بابُ السّلام
وہ سکونِ قلب، وہ تنہائیاں

وہ قُبا کے جلوہ ہائے رنگ و بو
وہ مری تخئیل کی رعنائیاں

وہ کھجوروں کے درختوں کی قطار
وہ روش باغوں کی، اور وہ کھائیاں

ہائے وہ "عین الثنایا"[1] کی بہار
ہر طرف وہ انجمن آرائیاں

اللہ اللہ یہ تصوّر کا فروغ
روبرو ہیں جیسے کچھ پرچھائیاں

مرحبا، جوشِ جنوں، صد مرحبا
مجھ کو ہیں منظور یہ رسوائیاں

کیجئے عزمِ مدینہ پھر حمیدؔ
کبتک آخر یہ خیال آرائیاں

---

[1] میدانِ اُحد میں جس مقام پر بحرِ کرم سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک (جو جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تھے) اسی کے قریب ایک چشمہ "عین الثنایا" بہہ رہا ہے۔ ۱۲

شوقِ دید

لوگ جاتے ہیں کہ اللہ کا گھر دیکھیں گے
اور ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھیں گے

ایک ہم ہیں کہ شبِ غم میں تڑپتے ہونگے
ایک وہ ہیں کہ مدینے کی سحر دیکھیں گے

جو تصوّر میں رہا کرتا تھا عالم اکثر
اَب حقیقت میں اُسے پیشِ نظر دیکھیں گے

جانے والوں پہ حرم کے مجھے رشک آتا ہے
اللہ اللہ وہ تری راہ گذر دیکھیں گے

مُنھ سے بیساختہ نکلے گا کہ "یا ربَّ البیت"
کعبۃ اللہ کی چوکھٹ پہ جو سر دیکھیں گے

ہائے وہ حیرتِ نظارہ کہ جب پہلے پہل
قُبّۂ نور کو وہ ایک نظر دیکھیں گے

ہاں انھیں مادّی آنکھوں سے بصد کیف و سُرور
بابِ جبریلؑ پہ رحمت کا اثر دیکھیں گے

کبھی منبر پہ نظر ہوگی، کبھی جالی پر
کبھی حیرت سے اِدھر اور اُدھر دیکھیں گے

کیا خبر آپ کو اُس عالمِ محویت کی
دیدہ و دل پہ جو اک خاص اثر دیکھیں گے

ہوگی کچھ اور ہی محویتِ اربابِ نظر
قُبّۂ نور ہی دیکھیں گے، جدھر دیکھیں گے

جائیے جائیے اللہ سرافراز کرے
ہم بھی اللہ دکھائے گا اگر، دیکھیں گے

اشکِ حسرت

مدینے کو پھر قافلے جا رہے ہیں
مگر ہم یہ سُن سُن کے گھبرا رہے ہیں

تڑپتے ہوئے دل کو بہلا رہے ہیں
مگر اشکِ حسرت بہے جا رہے ہیں

نسیمِ سحر تیرے دلسوز جھونکے
یہ اور آتشِ غم کو بھڑکا رہے ہیں

بہارِ مدینہ صبا لیکے آئی
نشیمن کے تنکے اُڑے جا رہے ہیں

مری وسعتِ شوق کا پوچھنا کیا
مقامات سب سامنے آرہے ہیں

ہزاراں دُرود و سلام ،بجایش
جہاں آپ آرام فرما رہے ہیں

وہ آئینہ ساماں مدینہ کی گلیاں
جدھر دیکھئے ہم نظر آرہے ہیں

تصوّر بھی کیا چیز ہے اللہ اللہ
کبھی آرہے ہیں، کبھی جا رہے ہیں

چمکتے ہوئے کہکشاں کے ستارے
مجھے آج آئینہ دکھلا رہے ہیں

حریمِ حبیبِ خُدا، اور ہم ہوں ؟
تصوّر سے بھی اسکے تھرّا رہے ہیں

حقیقت میں یہ بھی اُنھیں کا کرم ہے
جو ہم غم نصیبوں کو تڑپا رہے ہیں

جبینِ دلم سجدہا می گذارد
جہاں آپ تشریف فرما رہے ہیں

حمیدؔ اب تو یادِ مدینہ میں پیہم
کشاکش سی اک دل میں ہم پا رہے ہیں

پیامِ حمید

تڑپ رہا ہے یہ مشتاقِ دید کہہ دینا
درِ نبیؐ پہ سلام حمید کہہ دینا

جو حالِ دل ہے وہ اُن پر ہے بے کہے روشن
زبانِ حال سے بھی کچھ مزید کہہ دینا

بُھلا نہ دینا کہیں اس پیام کو میرے
بحقِ بُو الحسنؒ و بایزیدؒ کہہ دینا

طفیلِ خواجۂ اجمیرؒ و بہرِ قطبِ جہاںؒ
بحقِ حضرت بابا فریدؒ کہہ دینا

اگرچہ تابِ نظارہ نہیں ہے آنکھوں کو
مگر ہے پھر بھی تمنّائے دید کہہ دینا

حضورؐ آپ کے الطافِ بے نہایت سے
ہے میرے دل کو بہت کچھ اُمید کہہ دینا

ہلالِ گنبدِ خضرا اگر نہ دیکھوں گا
نہ ہوگی عید کو بھی میری عید کہہ دینا

مجھے کہیں کا نہ رکھا ہوائے دُنیا نے
کیا ہے نفس نے اپنا مُرید کہہ دینا

نکالئے مجھے اس ورطۂ ضلالت سے
ہوائے ہند نہیں ہے مفید کہہ دینا

نگاہِ مہر و کرم سے جو دل میں روشن ہے
نہ بُجھنے پائے وہ شمعِ اُمید کہہ دینا

بُلائیے مرے آقاؐ، بُلائیے مولا
ہے انتظار کی کُلفت شدید کہہ دینا

بعید رہ کے رہوں میں قریب یا حضرتؐ
قریب ہو کے نہ ہوں میں بعید کہہ دینا

برآئے لاکھ، مگر پھر رہے گی تا اَبد
حضورؐ سے ہے جو مجھ کو اُمید کہہ دینا

غمِ فراق سے ہیں اشکبار عبد الحیؔ[1]
تڑپ رہے ہیں عبیدؔ[2] و حمید کہہ دینا

---

[1] محبِ محترم جناب مولوی حاجی محمد عبد الحی خانصاحب مجددی ۔۱۲ [2] مخلص مکرم جناب مولوی حکیم عبید الرحمٰن خانصاحب پیلی بھیتی ۱۲

عازمِ حرمین سے

مُبارک ہو "ناصر میاں" [1] دیدِ طیبہ — مرے واسطے بھی دُعا کیجیے گا
یہ حجّ و زیارت کی دولت مُبارک — مجھے بھی نہ دل سے جُدا کیجیے گا
مجھے چھوڑ کر آپ گو جا رہے ہیں — تصوّر میں لیکن رہا کیجیے گا
دلِ مُضطرب کا تڑپنا ہی اچھّا — کہاں تک تسلّی دیا کیجیے گا
مُناجات کے وقت اے مخلصِ من — مرا نام بھی لے لیا کیجیے گا
سُرورِ محبّت کی سرمستیوں میں — ذرا اپنا وعدہ وفا کیجیے گا
رہے آپ کو یاد میری شبِ غم — جو پچھلے پہر کو اُٹھا کیجیے گا
مرے گوشِ مشتاق کو یاد کر کے — اذانِ بلالیؓ سُنا کیجیے گا
نگاہوں کو اپنی اَدب سے جُھکائے — مُواجہ میں حاضر ہوا کیجیے گا
مُقدّس فضاؤں میں محرابِ در کی — بصد شوق سجدے اَدا کیجیے گا
اگر ہو سکے جالیوں کے برابر — نمازِ تہجّد پڑھا کیجیے گا

حمیدِ سیہ کار کو پھر بُلائیں
بصد آرزو التجا کیجیے گا

---

[1] محبّی مولوی محمدؐ ناصر صاحب خلف الحاج مولٰنا محمدؐ اسلم صاحب قبلہ فرنگی محلی - ۱۲ - حمید

منتہائے آرزو

کوئی دیارِ حبیبِ خدا میں پہونچا دے
حضوریِ شہِ ہر دو سرا میں پہونچا دے

سکونِ دل ہو میسر تری عنایت سے
الٰہی دامنِ کوہِ صفا میں پہونچا دے

نصیب ہو مجھے پھر دیدِ منزلِ عرفات
کرم سے اپنے الٰہی منا میں پہونچا دے

نظر میں وسعتِ کونین ہیچ ہے یارب
مجھے تو گوشۂ غارِ حرا میں پہونچا دے

سجودِ شوق کو بیتاب ہے جبینِ نیاز
حریمِ کعبۂ راحت فزا میں پہونچا دے

قدم قدم پہ جہاں میری رُوح وجد کرے
سُرور بخش فضائے قُبا میں پہونچا دے

نہیں پسند یہ دُنیائے رنگ و بو مجھ کو
کوئی مدینہ کی دلکش فضا میں پہونچا دے

ہمارا بہرِ خدا تحفۂ دُرود و سلام
کوئی حضورِ شہِ دوسرا میں پہونچا دے

جہاں مہکتی ہے شام و سحر نسیمِ کرم
کوئی اُسی چمنِ دلکشا میں پہونچا دے

وہ ظلِّ دامنِ رحمت میں عافیت پائے
جو مجھ کو سایۂ بابُ النّسا میں پہونچا دے

مری دُعا پہ جو آمین دردِ دل سے کہے
خدا اُسے حرمِ مصطفٰی میں پہونچا دے

تڑپ رہا ہے غم و درد سے غریب حمیدؔ
کوئی مدینہ کے دارُ الشّفا میں پہونچا دے

اُمیدوارِ التفات

کیونکر حمیدؔ جرأتِ اظہار کیجیے
ایک ایسی آرزو ہے جسے پیار کیجیے

ذکرِ دیارِ پاک کی تکرار کیجیے
کچھ اور تیز قلب کی رفتار کیجیے

پھر دیکھیے نوازشِ پیہم کی لذّتیں
دل کو تو پہلے حاضرِ دربار کیجیے

اللہ ری آستانِ رسالت کی دلکشی
سجدہ ہر ایک ذرّے کو سو بار کیجیے

سب کچھ سہی تصوّرِ طیبہ کی لذّتیں
پیدا کہاں سے منظرِ انوار کیجیے

پھر آرزو ہے، رہ کے مدینہ میں رات دن
پیہم طوافِ کوچہ و بازار کیجیے

پھر مجھپہ لُطفِ سیّدِ ابرارؐ کیجیے
پھر میرے دل کو مطلعِ انوار کیجیے

پھر دل پہ چھائی جاتی ہیں دُنیا کی ظلمتیں
پھر میرے غمکدے کو ضیا بار کیجیے

پیشِ نظر ہوں گُنبدِ خضرا کی نزہتیں
پھر زائروں پہ بارشِ انوار کیجیے

دکھلا کے اپنے جلوۂ رحمت کی اک جھلک
آنکھوں کو محوِ لذّتِ دیدار کیجیے

گھیرے ہوئے ہیں دل کو مرے نامُرادیاں
خوابیدہ آرزوؤں کو بیدار کیجیے

ذوقِ طلب میں اور کچھ احساس ہی نہ ہو
آساں ہر ایک منزلِ دُشوار کیجیے

ہر وقت بارگاہِ رسالتؐ میں اے حمیدؔ
جی چاہتا ہے عرض باصرار کیجیے

میرے رفیقِ خاص کو بھی یا رسُولِ پاکؐ
لُطف و کرم سے اپنے گرانبار کیجیے

بیتابیِ دل

ترا اے نگاہِ کرم دیکھ لینا | مٹا دے گا سب رنج و غم دیکھ لینا
خُدا جانے کیا دمبدم دیکھ لینا | وہ رہ رہ کے سُوئے حرم دیکھ لینا
وہ بیتابیِ دل، وہ رخصت کا عالم | وہ مُڑ مُڑ کے باچشمِ نم دیکھ لینا
تری خوشخرامی کے قربان جاؤں | اِدھر بھی غزالِ حرم دیکھ لینا
دیارِ نبیؐ کی طرف جانے والو | ذرا وادیِ ذی سلم دیکھ لینا
یہ جذبہ ہے شوقِ زیارت کا جذبہ | ہوا ہے، نہ ہوگا یہ کم دیکھ لینا
خدا کے کرم سے جوارِ نبیؐ میں | پھر اک بار جائینگے ہم دیکھ لینا
مرے واسطے حاصلِ زندگی ہے | کسی کا بہ چشمِ کرم دیکھ لینا

حمیدؔ غزلخواں بھی طیبہ میں ہوگا
اُسے زائرانِ حرم دیکھ لینا

حریمِ قدس

حریمِ قدس میں حجّاج جا رہے ہونگے / ہر ایک گام پہ آنکھیں بچھا رہے ہونگے

یہ حال ہوگا کہ رُعبِ جمالِ کعبہ سے / لرزتے ہونگے، قدم ڈگمگا رہے ہونگے

کچھ ایسی ہوگی حریمِ جلال کی عظمت / کہ دیکھ دیکھ کے تھرّائے جا رہے ہونگے

جو ہم سے ہونگے، اُنھیں مُلتزم شریف کے پاس / گُناہ بھولے ہوئے یاد آ رہے ہونگے

جنھیں حطیم نے آغوش میں لیا ہوگا / وہ لُطف اَور ہی دل میں اُٹھا رہے ہونگے

جو بوسہ دینے جُھکے ہونگے سنگِ اَسود پر / سکون سا دلِ مُضطر میں پا رہے ہونگے

کچھ اہلِ درد ہر اک کی نگاہ سے بچ کر / خدا کی یاد میں آنسو بہا رہے ہونگے

کچھ اہلِ جاہ وہ بھی ہونگے مطاف[1] کے نزدیک / مُعلّم اُن کو دُعائیں پڑھا رہے ہونگے

طوافِ کعبہ میں کچھ لوگ محو ہو ہو کر / نظر جُھکائے ہوئے مُسکرا رہے ہونگے

جو اہلِ ذوق ہیں وہ اپنے دل کے گوشے سے / حرم کے دید کی لذّت اُٹھا رہے ہونگے

سُرور و کیف میں کچھ ہونگے گوش برآواز / اذاں کے نغمۂ دلدوز آ رہے ہونگے

---

[1] طواف کرنے کی جگہ کو عربی میں مطاف کہتے ہیں۔ ۱۲ حمید

نگاہیں شوق کی اُن شیبیوں[1] پہ ہونگی نثار
جو بابِ کعبہ پہ شمعیں جلا رہے ہونگے

حجازی لحن میں بابُ السّلام پر قاری
کلام پاک ہر اک کو سُنا رہے ہونگے

عجیب وَجد کے عالم میں طائرانِ حَرم
خوشی سے چاروں طرف چہچہا رہے ہونگے

کچھ اہلِ مصر اُدھر ہٹ کے چاہِ زَمزَم پر
بصد خلوصِ عقیدت نہا رہے ہونگے

نظر میں ہیں وہ غلامانِ سَاقیِ کوثر
صُراحیوں سے جو زَمزَم پلا رہے ہونگے

شُعاعیں نور کی ہر سمت پڑ رہی ہونگی
چراغ چاروں طرف جگمگا رہے ہونگے

اُنھیں کو بابِ اجابت سے کچھ ملے گا صلہ
جو "رَبّنا" کی صَدائیں لگا رہے ہونگے

وہ دلنشیں لب و لہجے میں خوش گلو بچّے
بہار یہ عربی گیت گا رہے ہونگے

بہت سے لوگ تو سعیِ صَفا و مَروہ میں
جنوں کے جوش میں چکّر لگا رہے ہونگے

کچھ اُس طرف سے اِدھر، اَور اِس طرف سے اُدھر
قدم بڑھائے دُعا کرتے جا رہے ہونگے

اِدھر ندامتیں ہوں گی گُناہگاروں کو
اُدھر وہ شانِ کریمی دکھا رہے ہونگے

وہ دن بھی آئینگے اللہ کی عنایت سے
حمیدؔ ہم بھی مدینے کو جا رہے ہونگے

---

[1] خانۂ کعبہ کے کلید بردار۔ ۱۲ حمیدؔ

دُعائے حمیدؔ

یہ کیا آرزو ہے، یہ کیا چاہتا ہوں
دیارِ حبیبِ خدا چاہتا ہوں

الٰہی نظر میں کرم ذوقِ طلب پر
مدینے کو پھر دیکھنا چاہتا ہوں

خدا جانے کیوں دل میں یہ آرزو ہے
کوئی بات سب سے جُدا چاہتا ہوں

حرم میں کروں جا کے سجدے پہ سجدے
یہ جوشِ نیاز و وفا چاہتا ہوں

یقیں کیا، کہ ایمان ہے اِس پہ میرا
وہ خود جانتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں

تو ہی ہے پیامی مرے دردِ دل کی
تجھے دل سے بادِ صبا چاہتا ہوں

کہاں تک سُنوں ہمصفیروں کے طعنے
کرم اے شہِ دوسرا چاہتا ہوں

نظر جس کی مجھ پر پڑے جھوم جائے
وہ اک نغمۂ بے صدا چاہتا ہوں

مجھے زائرانِ حرم یاد رکھنا
دُعا کر رہا ہوں، دُعا چاہتا ہوں

تسلسل رہے نغمۂ دل کا جاری
میں ایسا کوئی ہمنوا چاہتا ہوں

حمیدؔ اور کوئی تمنا نہیں ہے
دیارِ حبیبِ خدا چاہتا ہوں

جلوۂ بیتُ الحرام

رسولِ پاکؐ کا جب لب پہ نام ہوتا ہے — نفس نفس، بخدا، اِک پیام ہوتا ہے

فضائے شوق میں اُٹھیں سکون کی لہریں — یہ کون دل سے مرے ہمکلام ہوتا ہے

مری نگاہ میں کونین سر بہ سجدہ ہیں — عجیب کعبۂ دل کا مقام ہوتا ہے

وہ سب کا ذوقِ حضوری، وہ شوق کا عالم — عجیب منظرِ بابُ السّلام ہوتا ہے

ہر اک زباں پہ بس لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ — حضورِ سرورِ عالمؐ کا نام ہوتا ہے

وہ خاص خانۂ کعبہ کے گرد قندیلیں — کہ جیسے تاروں میں ماہِ تمام ہوتا ہے

زہے سرور و خوشا لذّتِ رکوع و سجود — جب اپنے سامنے بیتُ الحرام ہوتا ہے

سرورِ بادۂ عرفاں کا دَور کیا کہئے — طوافِ کعبہ کا جب وقتِ شام ہوتا ہے

ہجوم دیکھ کے کثرت سے سنگِ اسود پر — کبھی اشارے سے بھی استلام ہوتا ہے

قبولِ عام نہ کیوں ملتزم شریف میں ہو — یہاں دُعاؤں کا خاص التزام ہوتا ہے

وہ اُس کی قرأتِ دلکش میں کیفِ وجدانی — جو وقتِ صُبح حرم میں امام ہوتا ہے

ہجومِ عام رہے کیوں نہ چاہِ زمزم پر — یہیں پہ سیر ہر اک تشنہ کام ہوتا ہے

غلاف لیکے جو آتا ہے ناقۂ محمل — عجیب ناز سے محوِ خرام ہوتا ہے

اُس ایک رات پہ قرباں سیکڑوں راتیں — جب آکے خاص منا میں قیام ہوتا ہے

حضور و شوق کی منزل عجیب منزل ہے — ہر اہلِ دل کا الگ اک مقام ہوتا ہے

نزہت و نور

روضۂ شاہِ دوسرا تیری فضا کے سامنے
نزہتِ باغِ خلد کیا کہدوں خدا کے سامنے

پھر مری التجا ہے یہ بادِ صبا کے سامنے
میرا سلام پیش کر شاہِ ہدیٰ کے سامنے

وجد میں کائناتِ دل صلِّ علیٰ زبان پر
کیا مجھے یاد آگیا غارِ حرا کے سامنے

منظرِ دلنواز وہ عشرتِ صبحِ عید کا
موج تھی بحرِ نور کی شب کو منا کے سامنے

اُف وہ غلافِ کعبہ کی شوق نواز جنبشیں
دیکھنا میرا بار بار آنکھ اُٹھا کے سامنے

ہے وہی منظرِ جمیل میری نگاہِ شوق میں
جیسے کھڑا ہوا ہوں میں کوہِ صفا کے سامنے

کیا ہے سکوں نوازِ دل قربتِ ملتزم شریف
جیسے دعائیں مانگ لیں ہم نے خدا کے سامنے

دیکھئے کب نصیب ہو دیدِ بہارِ در بہار
ہائے وہ جنّتِ نظر، باغِ قبا کے سامنے

اے مری بیخودیِ شوق کیا تجھے ماسوا سے کام
کوئی بھی ذکر ذکر ہے، ذکرِ خدا کے سامنے

آنکھ ادب سے بند ہے، دل کو مگر یقین ہے
جیسے وہ خود ہی آگئے، پردہ اُٹھا کے سامنے

طیبہ کے مسافر سے

حضورِ شہِ بحر و بر جانے والے
لئے جا ہماری نظر جانے والے

قدم کو ترے آ نگاہوں میں رکھ لوں
ارے اُس درِ پاک پر جانے والے

ذرا غم نصیبوں کو بھی یاد رکھنا
حبیبِ دو عالم کے گھر جانے والے

تڑپتے ہیں کس طرح فرقت کے مارے
ارے دیکھ لے اک نظر جانے والے

نہ کر خوفِ منزل، نہ کر فکرِ جادہ
وہ خود ہیں ترے راہبر جانے والے

اُنھیں کے تصوّر کو، اُنکی طلب کو
بنا لے رفیقِ سفر، جانے والے

مُبارک ہو وہ پُرسکوں زندگانی
مکدّر فضا سے گزر جانے والے

اُنھیں بھی ذرا اک نظر دیکھ لینا
ملیں پا پیادہ اگر جانے والے

قدم خاکِ طیبہ پہ رکھنا ادب سے
ذرا ہاں سمجھ سوچ کر جانے والے

ہوائیں مخالف، فضائیں مکدّر
چلے جا رہے ہیں مگر جانے والے

ہماری تو دل سے یہی بس دعا ہے
اِدھر اب نہ آئیں اُدھر جانے والے

خدا تجھ کو با کیف و با سوز رکھے
مرے دل کو بے چین کر جانے والے

حمیدِ حزیں کی بھی اِک بات سُن لے
ٹھہر، جانیوالے! ٹھہر، جانے والے

ضبطِ غم

دل کے پورے مگر ارمان نہ ہونے پائے
روضۂ پاک پہ قربان نہ ہونے پائے

چارہ گر درد کا درمان نہ ہونے پائے
دیکھ مشکل مری آسان نہ ہونے پائے

مصلحت ہوگی کوئی اسمیں مرے آقا کی
شکوۂ غم ارے نادان نہ ہونے پائے

جوشِ وحشت ہو مبارک تجھے اے دل لیکن
پرزے پرزے کہیں دامان نہ ہونے پائے

یہ تو مشکل ہے کہ طیبہ سے رہیں ہم محروم
اور پھر دل بھی پریشان نہ ہونے پائے

یہ بھی اک راز ہو شاید مری ناکامی کا
تاکہ اغیار[1] کا احسان نہ ہونے پائے

بعدِ نظّارہ یہ حسرت رہی اے قبۂ نور
تیرے صدقے ترے قربان نہ ہونے پائے

بجلیاں ٹوٹ پڑیں دل پہ غم و حرماں کی
سفرِ طیبہ کے سامان نہ ہونے پائے

یادِ طیبہ سے ہمیشہ رہے یارب آباد
خانۂ دل مرا ویران نہ ہونے پائے

اپنے اک ننگِ محبّت پہ بھی ہو جائے نظر
زائروں میں یہ پشیمان نہ ہونے پائے

دل کا جو حال ہے آئینہ ہے سب اُنپہ حمید
منہ سے اظہار مری جان نہ ہونے پائے

---

[1] ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲ حمید

مجبوری

تڑپتا پھرتا ہے کیسا حمیدؔ بیچارا
ہوا نہ گنبدِ خضرا کا آہ نظارا

یہ سوزِ غم سے ہے اب حال قلبِ مضطر کا
کہ جس طرح سے تڑپتا ہے آگ پر پارا

خبر لے میرے سفینے کی ناخدائے جہاں
کہ قطرہ قطرہ نظر آرہا ہے اک دھارا

ترے کرم کے تصدّق، مگر مرے مولا
نگاہِ شوق کو درکار ہے وہ نظارا

وہ چاندنی، وہ ستارے، وہ نور کا عالم
وہ بھینی بھینی ہوا، جیسے عنبرِ سارا

وہ جگمگاتا ہوا سبز گنبد اور کلس
وہ میرے دل کا سُرور، اور آنکھ کا تارا

درِ حبیبؐ پہ ہوتے، حجاب اُٹھ جاتے
نظر کے سامنے ہوتی وہ صُبحِ دل آرا

کششِ نگاہِ کرم کی دکھائے لُطفِ وصال
کشاکشِ غمِ فرقت نے اب مجھے مارا

قصور اپنے ہی جذباتِ دل کا ہے آقاؐ
خود اپنے واسطے ثابت ہوا میں ناکارا

چلو حمیدؔ، حرم کو چلو، طواف کرو
جنوں کے جوش میں کبتک پھروگے آوارا

"سجودِ خاکِ رہت بودنم تمنّا بود
بخاک می برم امروز ایں تمنّا را"

(جامیؒ)

تصویرِ جذبات

مدینے کی اک رات یاد آرہی ہے — وہ ہر شے، وہ ہر بات یاد آرہی ہے

کھنچا ہے نگاہوں میں جنت کا نقشہ — وہ تاروں بھری رات یاد آرہی ہے

یہ کس بزم کا ذکر چھیڑا ہے دل نے — کہ اب بات پر بات یاد آرہی ہے

بہلتا نہیں دل کسی انجمن میں — وہ بزمِ مناجات یاد آرہی ہے

حضوری میں سب کو میں بھولا ہوا ہوں — خدا کی بس اک ذات یاد آرہی ہے

عبادت کا اب لطف پھر مل رہا ہے — کہ وہ التحیات یاد آرہی ہے

نظر سوئے گنبد، وہ حیرت کا عالم — وہ تصویرِ جذبات یاد آرہی ہے

وہ پیشِ نظر حسنِ یٰسین وطٰہٰ — وہ تفسیرِ آیات یاد آرہی ہے

وہ برقِ تجلی، وہ چشمِ تحیر — وہ دل کی مناجات یاد آرہی ہے

سبب میرے رونے کا کیا پوچھتے ہو — مدینے کی برسات یاد آرہی ہے

وہ سادہ مزاجی، وہ خلق اللہ اللہ — عرب کی مساوات یاد آرہی ہے

وہ اہلِ مدینہ کی مہماں نوازی — وہ خاطر، مدارات یاد آرہی ہے

"شرف"[۱] سے ملاقات پھر ہو الٰہی — شرف کی ملاقات یاد آرہی ہے

خود اپنے کو بھی بھولتا جا رہا ہوں — خدا جانے کیا بات یاد آرہی ہے

حمیدؔ اب مٹے کیوں نہ دل کی سیاہی
کہ وہ چاندنی رات یاد آرہی ہے

۱؎ مخدومی حضرت مولانا ابو الشرف صاحب شرف مجددی مہاجر مدنی مدظلہٗ ۔ ۱۲ حمید

انشاء اللہ! انشاء اللہ

کوچۂ طیبہ میں مر جائینگے انشاء اللہ
ہم حیاتِ ابدی پائینگے انشاء اللہ

روضۂ خلد مبارک ہو تجھے اے رضواں
ہم مدینے کی ہوا کھائینگے انشاء اللہ

جاؤ جاؤ حرم پاک کے جانے والو
ہم بھی اک روز پہونچ جائینگے انشاء اللہ

مضطرب جنکے کرم سے دلِ پُرشوق ہے آج
وہی تسکین بھی فرمائینگے انشاء اللہ

کوئی ساماں نہیں ظاہر میں، یقیں ہے لیکن
کوچۂ طیبہ میں پھر جائینگے انشاء اللہ

اُنکی مرضی ہے وہ جس حال میں چاہیں رکھیں
ہم بہر حال نہ گھبرائینگے انشاء اللہ

رہروِ راہِ طلب منزلِ مقصود پہ بھی
اک نہ اک روز پہونچ جائینگے انشاء اللہ

اپنے دیدارِ پُر انوار سے میرے آقاؐ
مجھ کو محروم نہ فرمائینگے انشاء اللہ

وہ سُنیں یا سُنیں اُن کی بہرحال خوشی
دردِ دل ہم تو کہے جائینگے انشاء اللہ

ایک دن مشقِ تصوّر کا یہ عالم ہوگا
وہی ہر سمت نظر آئینگے انشاء اللہ

دُور ہو جائیگی سب کشمکشِ جادۂ شوق
لائینگے راہ پہ وہ لائینگے انشاء اللہ

اُنکے الطاف کے قربان، نوازش کے نثار
نعت ہی نعت کہے جائینگے انشاء اللہ

دل تو کہتا ہے غلامانِ حرم کی صف میں
اُنکی رحمت سے جگہ پائینگے انشاء اللہ

غمِ دُنیا کی کشاکش سے نہ گھبراؤ حمیدؔ
جلد یہ دن بھی گذر جائینگے انشاء اللہ

شمیمِ جانفزا

بھینی بھینی پھر شمیمِ جانفزا آنے لگی
ٹھنڈی ٹھنڈی پھر مدینے کی ہوا آنے لگی

اضطرابِ دل کا ساماں پھر بہم ہونے لگا
مژدۂ لطف و کرم لیکر صبا آنے لگی

پھر سکونِ دل نے کروٹ لی کہ تڑپانے لگا
دل سے پھر بیساختہ لب تک دُعا آنے لگی

میں نے چھیڑا نغمۂ نعت، اور ادھر ہر سمت سے
جیسے کانوں میں صدائے مرحبا آنے لگی

رفتہ رفتہ سب مناظر ہو گئے پیشِ نظر
دل میں رہ رہ کر حرم کی یاد کیا آنے لگی

قابلِ نظّارہ ہے کعبہ کے پردے کی بہار
ہر طرف سے جھومتی کالی گھٹا آنے لگی

پھر گیا نظروں میں میدانِ اُحد کا لالہ زار
بن کے نکہت یادِ گلزارِ قبا آنے لگی

حبّذا، اہلِ مدینہ، میں سراپا گوش ہوں
"مرحبا، اہلاً وسہلاً،" کی صدا آنے لگی

کیوں نہ ہو اپنا مشامِ جاں معطّر اے حمیدؔ
باغِ طیبہ سے نسیمِ دلکشا آنے لگی

حُسنِ تصوّر

بزمِ سُرور و نور بپا کر رہا ہوں میں — یہ عالمِ خیال میں کیا کر رہا ہوں میں

تنہائیوں میں ذکرِ قُبا کر رہا ہوں میں — لبریزِ کیف دل کی فضا کر رہا ہوں میں

اک جلوۂ لطیف ہم آغوشِ قلب ہے — محسوس آج کیفِ دُعا کر رہا ہوں میں

کیا کیا شکستِ دل کے ہیں نغمے چھڑے ہوئے — ساری فضا کو نغمہ سرا کر رہا ہوں میں

تڑپا رہی ہے دل کو مرے پھر کسی کی یاد — پھر انتظارِ بادِ صبا کر رہا ہوں میں

مصروف رہ کے مشقِ تصوّر میں رات دن — بابِ حریمِ شوق کو وا کر رہا ہوں میں

لفظ و بیاں سے جس کا تعلّق نہیں کوئی — ایسی بھی ایک خاص دُعا کر رہا ہوں میں

دیوانہ وار دل میں ہیں کچھ ایسے واردات — جیسے کہ سعیِ راہِ صفا کر رہا ہوں میں

جذبِ نگاہِ شوق کے قربان جائیے — آنکھیں ہیں بند، سیرِ منا کر رہا ہوں میں

دامانِ چشمِ شوق میں جلوؤں کا ہے ہجوم — دل میں خیالِ غارِ حرا کر رہا ہوں میں

کانوں میں گونجتے ہیں ترانے درود کے — کس کا یہ ذکر صلِّ علےٰ کر رہا ہوں میں

نغمے سُنا کے جوشِ محبّت میں اے حمیدؔ
طیبہ کا ذوق و شوق سوا کر رہا ہوں میں

خیاباں خیاباں، گُلستاں گُلستاں

نسیمِ سحر تجھ پہ صدقے دل و جاں — ذرا اِس طرف بھی خراماں خراماں

سُنگھا دے ذرا نکہتِ کوئے طیبہ — ہے افسردہ خاطر حمیدؔ غزلخواں

کئی دن سے خاموش ہے سازِ ہستی — ذرا چھیڑ دے آ کے تارِ رگِ جاں

اِدھر بھی کوئی اَبرِ رحمت کا چھینٹا — پُھنکا جا رہا ہے مرا قلبِ سوزاں

بہت یاد آتے ہیں اہلِ مدینہ — سراپا محبّت، خوش اخلاق انساں

مُبارک اُنھیں سایۂ بابِ رحمت — سلامت رہیں کوئے طیبہ کے مہماں

وہ خوش رو حسین بچیاں اور بچے — جنھیں دیکھ کر ہوں خجل حور و غلماں

تصوّر میں ہیں جلوہ گر وہ مناظر — ہے بیتابِ نظّارہ پھر چشمِ گریاں

وہ صحرا بہ صحرا، وہ منزل بہ منزل — جگر سوز و دلکش نوائے حُدی خواں

سُبک گام، آہستہ رفتار محمل — چلے جا رہے تھے بیاباں بیاباں

وہ پیشِ نظر شُغدفوں کی قطاریں — وہ پچھلا پہر، وہ مری چشمِ حیراں

وہ "بیرِ علیؓ" کے دل افزا نظارے — وہ پُر نور عالم، وہ صُبحِ درخشاں

وہ گُلریز وادی، وہ گُلرنگ منظر — وہ رنگین جلوے، وہ گنجِ شہیداں

وہ "عینُ السّنایا" کی دلکش بہاریں — اُحد کا وہ میدان جنّت بداماں

جہاں دیکھتے تھے، جدھر دیکھتے تھے — حرم کے منارے نمایاں نمایاں

قُبا کی وہ راہیں، وہ اپنی نگاہیں ۔۔۔ خیاباں خیاباں، گلستاں گلستاں

اُدھر چاند کی رَوشنی ہلکی ہلکی ۔۔۔ اِدھر سبز گنبد درخشاں درخشاں

کلس کی وہ ضو پاشیاں اللہ اللہ ۔۔۔ وہ اک نور کا خط فروزاں فروزاں

حرم میں وہ بَرقِ تجلّی کی کرنیں ۔۔۔ وہ ہر بام و دَر مطرحِ نور ریزاں

سِراجاً مُنیرا کی وہ ضو فشانی ۔۔۔ وہ نورِ احادیث و آیاتِ قرآں

فدا جان و دل قبّۂ نور تجھ پر ۔۔۔ تصوّر ترا ہے مرا دین و ایماں

ترا نام سرمایۂ شادمانی ۔۔۔ ترا تذکرہ دردِ دل کا ہے عنواں

تری یاد ہے زندگی کا سہارا ۔۔۔ ترا ذکر، وجہِ سکونِ دل و جاں

خدارا صبا مجھ پہ اتنا کرم کر ۔۔۔ رہوں گا میں تا زیست ممنونِ احساں

جو ہو حاضری خوابگاہِ نبیؐ پر ۔۔۔ تو یہ عرض کرنا کہ اے شاہِ شاہاںؐ

نگاہِ کرم، تاجدارِ دو عالمؐ ۔۔۔ حمیدؔ آج کل ہے نہایت پریشاں

بجز یادِ طیبہ، بجز ذکرِ طیبہ ۔۔۔ نہیں اَور کوئی مسرّت کا ساماں

عطا ہو مرے دل کو سوزِ محبّت ۔۔۔ بحقّ دلِ مظہرِ جانِ جاناںؒ

عطا ہو مرے دل کو دردِ محبّت ۔۔۔ بحقّ دلِ حضرتِ فضلِ رحماںؒ

یہ سب آپ ہی کا ہے فیضانِ رحمت ۔۔۔ کہ پہونچا یہاں تک تو شوقِ فراواں

کہے جا رہا ہوں، سُنے جا رہا ہوں

مدینے کی گلیاں، مدینے کی گلیاں

ذوقِ طلب

ہر چند روکتی رہی درماندگی مجھے
موجِ ہوائے شوق اُڑا لیگئی مجھے

بھُولی ہے، اور نہ بھُولیگی تا زندگی مجھے
جو کوچۂ حبیبؐ میں راحت مِلی مجھے

ہے کوئی آرزو، تو الٰہی یہی مجھے
مِلجائے کاش سایۂ بابُ النّبیؐ مجھے

بے چین پھر نسیمِ سحر کر گئی مجھے
یاد آگئی مدینے کی اِک اِک گلی مجھے

بیساختہ زباں سے میں لبّیک کہہ اُٹھا
کِس نے ابھی یہ دُور سے آواز دی مجھے

میں جوشِ اضطراب میں بڑھتا چلا گیا
منزل ہر ایک یاس سے تکتی رہی مجھے

آدابِ جلوہ گاہ میں اللہ ری محویت
سجدے سے سر اُٹھانیکی مُہلت نہ تھی مجھے

سائے میں اپنے دامنِ رحمت لئے تھا آپ
کیا عرضِ شوق کرکے ندامت ہوئی مجھے

جب محو تھا میں گنبدِ خضرا کی دید میں
اُس وقت چشمِ شوق مری دیکھتی مجھے

اے ہمنفس، فضائے مدینہ کا ذکر چھیڑ
محسوس ہو رہی ہے تڑپ میں کمی مجھے

جس وقت یاد گنبدِ خضرا کی آگئی
تاریکیوں میں آئی نظر چاندنی مجھے

اے ساکنانِ کوچۂ طیبہ، مرا سلام
وقتِ سلام بھُول نہ جانا کبھی مجھے

طیبہ کا ذوق و شوق سلامت رہے حمیدؔ
مضمونِ نو بنو کی ہے پھر کیا کمی مجھے

زمزمۂ حرم

ہاں غزل چھیڑ کوئی مُرغِ خوش الحانِ حَرم
یاد آ جائے بہارِ چمنستانِ حَرم

نظر افروز ہے ہر جلوۂ تابانِ حَرم
اللہ اللہ، بہارِ چمنستانِ حَرم

مرحبا، صلِّ علےٰ، صُبحِ گُلستانِ حَرم
بُلبُلِ سدرہ بھی ہے وجد میں قُربانِ حَرم

اُس کی ہستی کا ہر اک ذرّہ ہے جنّت بکنار
جس کی نظروں میں رہے گوشۂ دامانِ حَرم

زندگی میں ہو جسے باغِ جناں کی خواہش
دیکھ لے جا کے فضائے چمنستانِ حَرم

ہر طرف بارشِ انوار کا اک عالم ہے
اے زہے شعلگیِ نیّرِ تابانِ حَرم

مہر و مہ سر کو جھکاتے ہیں درِ اقدس پر
اللہ اللہ یہ رفعت تری اَیوانِ حَرم

سبز، یہ عرش کی قندیل ہے، یا قُبّۂ نور
قُمقُمے ہیں یہ اِرم کے، کہ چراغانِ حَرم

ذرّے ذرّے میں ہے انوارِ محبّت کی چمک
عکس افگن ہے، مگر مہرِ درخشانِ حَرم

دن کو فردوس نما جلوے نظر آتے ہیں
شب کو اس سے بھی سوا ہوتی ہے کچھ شانِ حَرم

ایک مُدّت سے ہے تاریک سیہ خانۂ دل
کر دے رُوشن اسے اے شمعِ شبستانِ حَرم

اک غزل اَور کہو جوشِ محبّت میں **حمیدؔ**
ابھی مُشتاق ہیں مُشتاق، مُحبّانِ حَرم

آ گئی، فصلِ بہارِ چمنستانِ حرم
لے چل، اے جوشِ جنوں سُوئے بیابانِ حرم

پھر دکھائے جو خُدا دشت و بیابانِ حرم
اپنی پلکوں سے چُنوں خارِ مُغیلانِ حرم

اب ذرا دل کو نہیں سیرِ دو عالم کی ہوس
ہے تصوّر میں مرے جلوۂ تابانِ حرم

چشمِ مُشتاق مری گنبدِ خضرا کے نثار
دلِ پُر شوق فدائے چمنستانِ حرم

قابلِ دید ہے ہر جلوۂ نَو کا عالم
ہر نظر میں نظر آتی ہے نئی شانِ حرم

باغِ فردوس مُبارک ہو تجھے اے رضواں
ہم تو ہیں شیفتۂ رنگِ گلستانِ حرم

شوقِ نظّارہ تو تھا، دید کی جُرأت نہ ہوئی
نظر اُٹھّی نہ سُوئے پردۂ ایوانِ حرم

ہر گھڑی اُس کو حضوری کی ہے دولت حاصل
اے زہے شان، زہے قسمتِ دربانِ حرم

سچ جو پوچھو تو نصیب اُنکا ہے، قسمت اُنکی
کرتے رہتے ہیں جو نظّارۂ بُستانِ حرم

کردے پُر نور مرے قلبِ سیہ تاب کو بھی
تیرے قربان، میں اے شمعِ شبستانِ حرم

یہ بھی کہتے ہوئے مولا مجھے شرم آتی ہے
کاش بِل جائے غُلامیِ غُلامانِ حرم

ذکر اِس سے کوئی بہتر نہیں دُنیا میں حمیدؔ
تم رہو زمزمہ پردازِ گُلستانِ حرم

یہ بھی لُطفِ شہِ لولاکؐ سمجھتا ہوں حمیدؔ
ورنہ میں، اور نوا سنجانِ گلستانِ حرم

مژدۂ دیدار

صد شکر کہ پھر وجد میں آنے کے دن آئے
اُس انجمنِ خاص میں جانے کے دن آئے

کعبے سے اُٹھیں جھوم کے رحمت کی گھٹائیں
اے بادہ کشو! پینے پلانے کے دن آئے

پھر آنکھ ہے مشتاقِ تماشائے مدینہ
پھر آئے وہی رونے رُلانے کے دن آئے

ہر سانس میں ہے زمزمۂ صلِّ علیٰ آج
کیا کوچۂ محبوبؐ میں جانے کے دن آئے

مائل بہ کرم ہے نگہِ خاص کسی کی
پھر بہرِ دعا ہاتھ اُٹھانے کے دن آئے

عید آئی ہے، عید آئی ہے اربابِ نظر کی
یعنی درِ سرکارؐ پہ جانے کے دن آئے

پھر تازہ ہوا جوشِ جنوں فصلِ گُل آئی
ہُشیار کو دیوانہ بنانے کے دن آئے

پھر دل کی کلی کیوں نہ شگفتہ نظر آئے
خوش ہوں کہ غم و رنج اُٹھانے کے دن آئے

اربابِ تمنّا کو مبارک ہو مبارک
دربارِ رسالتؐ میں بُلانے کے دن آئے

اے حاجیو! اب آؤ کریں ذکرِ مدینہ
وہ لُطف کے دن، یاد دلانے کے دن آئے

بیتابیِ دل وجہِ سکوں بن کے رہے گی
اے دیدۂ تر اشک بہانے کے دن آئے

پھر دل پہ حمیدؔ اپنے گھٹا چھائی ہے غم کی
پھر درد بھرے شعر سنانے کے دن آئے

غریبوں کو بادِ صبا یاد رکھنا

غریبوں کو بادِ صبا یاد رکھنا — یہی ہے مری التجا یاد رکھنا
حضورِ شہِ دوسرا یاد رکھنا — بوقتِ سلام و دعا یاد رکھنا
یہی ایک صورت ہے تسکینِ دل کی — غمِ ہجر کا ماجرا یاد رکھنا
مرے ذوق کو استقامت عطا ہو — بطوفِ حریمِ خدا یاد رکھنا
مبارک ہو سیرابی آبِ زمزم — مری تشنگی بھی ذرا یاد رکھنا
جنونِ محبت کا ہے یہ تقاضا — بہ اوقاتِ سعیِ صفا یاد رکھنا
نظر آئیں جب موج در موج جلوے — بہ شبہائے بزمِ منیٰ یاد رکھنا
دیارِ حبیبِ خدا میں پہونچ کر — بیادِ حبیبِ خدا یاد رکھنا
جلو میں رہے گی نظر یہ سمجھ کر — بہ ہنگامِ سیرِ قبا یاد رکھنا
جہاں خود کو بھی بھول جاتا ہے انساں — وہاں، اے مرے رہنما یاد رکھنا
حریمِ رسالت میں وقتِ زیارت — مرے دل کا شوقِ لقا یاد رکھنا
اگر دل کی روداد غم کا بیاں ہو — مجھے بیکس و بے آشنا یاد رکھنا
دعا کیلئے ہاتھ جس وقت اٹھیں — کبھی میں بھی تھا "ہمنوا" یاد رکھنا

حمیدِ سراپا محبت کو اپنے
مرے محترم اصطفا یاد رکھنا

طبیبِ دردو الم کو سلام کہدینا

مری طرف سے بھی اے رہروانِ حجاز
تمام اہلِ حرم کو سلام کہدینا

وہ شہرِ پاکِ مدینہ، وہ بارگاہِ حبیبؐ
دیارِ شاہِ اممؐ کو سلام کہدینا

بہ اشتیاقِ حضوری، بہ التماسِ دعا
مزدورینِ حرم کو سلام کہدینا

ادب شناسِ محبت، وہ رازدارِ حرم
ہمارے شیخِ حرم[1] کو سلام کہدینا

رہے جو یاد، تو اک دردمندِ الفت کا
طبیبِ دردو الم کو سلام کہدینا

طوافِ روضۂ اطہر سے جب نظر رک جائے
تو پھر فضائے حرم کو سلام کہدینا

وہ آفتابِ دو عالم، وہ ماہتابِ عربؐ
شہِ حجاز و عجمؐ کو سلام کہدینا

وہ جس کی خاکِ کفِ پا پہ مہر و ماہ نثار
اسی کے نقشِ قدم کو سلام کہدینا

حقیر ذرّوں کو جس نے بنا دیا خورشید
اس آفتابِ کرمؐ کو سلام کہدینا

درود پڑھتا ہے خود جس پہ حق تعالیٰ بھی
اسی شفیعِ اممؐ کو سلام کہدینا

سلام کہہ چکو جب سب کو تم، تو چپکے سے
نسیمِ صبحِ حرم کو سلام کہدینا

پیام ایک ہے یہ بھی کہ ہر پیام کے بعد
شمیمِ کوئے حرم کو سلام کہدینا

دلِ حمید کے ذرّے اڑا کے طیبہ میں
نبیؐ کی خاکِ قدم کو سلام کہدینا

---

[1] مراد از ذاتِ اقدس مرشدنا و مولٰنا حضرت الحاج محمد عبدالغفور شاہ صاحب نقشبندی مجددی مہاجر مدنی مدظلہ العالی ۔۱۲ حمید

اے حبیبِ خدا سلام علیک

عرض کرنا صبا سلام علیک | بہ درِ مصطفےٰ سلام علیک
اے حبیبِ خدا سلام علیک | مرحبا مرحبا سلام علیک
شاہِ ارض و سما سلام علیک | مالکِ دو سرا سلام علیک
السّلام اے طبیبِ دردِ حیات | دافعِ ہر بلا سلام علیک
السّلام اے تجلّیِ کعبہ | مہرِ غارِ حرا سلام علیک
جلوہ افروزِ سدرہ و طوبیٰ | نورِ عرشِ عُلا سلام علیک
مسند آرائے بزمِ کون و مکاں | جلوۂ کبریا سلام علیک
اے تجلّیِ لیلۃ الاسریٰ | نورِ بدرُ الدُّجیٰ سلام علیک
آئنہ دارِ بزمِ صبحِ ازل | شرحِ شمسُ الضحیٰ سلام علیک
باعثِ کُن فکاں، شہِ کونین | وجہِ ہر دو سرا سلام علیک
دُرّۃُ التّاجِ رحمتِ باری | سیّد الانبیا سلام علیک
قبلۂ روح و کعبۂ ایماں | حق رس و حق رسا سلام علیک
ہادیِ ہادیان و ختمِ رُسل | مصطفیٰ مجتبیٰ سلام علیک
طالبِ جان و عینِ جانِ طلب | بندۂ حق نما سلام علیک
نامِ اقدس پہ صد ہزار درود | بعدِ صلّ علیٰ سلام علیک
بپذیر از منِ غلامِ حقیر | اے شفیع الوریٰ سلام علیک

کہہ رہا ہے حمیدِ مدح سرا
بہ ہزار التجا سلام علیک

اَلوداع والفراق

طیبہ کی یاد میں وہ رُلا کر چلے گئے
اک آگ سی جگر میں لگا کر چلے گئے

دل سے مرے حجاب اُٹھا کر چلے گئے
بیگانۂ خودی وہ بنا کر چلے گئے

میرے دماغ و دل میں سما کر چلے گئے
اُپنے سوا، ہر اک کو بھلا کر چلے گئے

تکبیر کے ترانے سُنا کر چلے گئے
دھڑکن وہ دل کی اور بڑھا کر چلے گئے

میرے غمِ فراق پہ چھا کر چلے گئے
احساسِ قُرب و بُعد مٹا کر چلے گئے

ذکرِ حریمِ قُدس سے تڑپا دیا مجھے
اک دل کی بات یاد دلا کر چلے گئے

میں اُپنا دستِ شوق بڑھاتا ہی رہ گیا
دامن اُدھر وہ اُپنا بچا کر چلے گئے

زمزم کا ذکر کر کے سُرور و نشاط سے
کچھ اور میری پیاس بڑھا کر چلے گئے

ہم سوچتے ہی رہ گئے عُنوانِ عرضِ غم
غافل نگاہِ شوق کو پا کر چلے گئے

نغمے سُنا سُنا کے صلوٰۃ و سلام کے
مدہوشِ سوز و ساز بنا کر چلے گئے

میری نگاہ عشقِ تحیّر رہی اِدھر | اور وہ اُدھر نگاہ بچا کر چلے گئے

طیبہ کا ذکر باتوں ہی باتوں میں چھیڑ کر | عالم ہی کوئی اور دکھا کر چلے گئے

میں اپنی داستان ہی کہتا رہا اِدھر | اور اُس طرف وہ ہاتھ چھڑا کر چلے گئے

نقشہ دکھا کے مجھ کو دیارِ حبیب ﷺ کا | دردِ غمِ فراق بڑھا کر چلے گئے

ہر التجا کو وعدۂ فردا پہ ٹال کر | تصویرِ انتظار بنا کر چلے گئے

کیوں ذکر کر کے گنبدِ خضرا کا بار بار | بجلی سی جان و دل پہ گرا کر چلے گئے

اب کیا خبر اُنھیں جو گذرتی ہے ہجر میں | کیوں میرے دل کے ناز اُٹھا کر چلے گئے

کیا خوب کر گئے وہ مداوائے دردِ دل | میرے ہی شعر مجھ کو سُنا کر چلے گئے

اب صدمۂ فراق ہے اور میں ہوں اے حمید

وہ[1] کیوں نظر کے سامنے آ کر چلے گئے

---

[1] یہ تاثرات اُس وقت کے ہیں جب ہمارے مُحترم دوست بریدی شیخ بہاء الدین صاحب مدنی ایک ماہ مہمان رہ کر بلادِ ہند سے اپنے محبوب وطن مدینۂ طیبہ کو رخصت ہوئے تھے۔ ۱۲۔ حمید

جلوہ زارِ تمنّا

مدینے میں کاش اے دلِ زار ہوتے | وہ پُرنور کوچے، وہ بازار ہوتے
سحر کے وہ جلوے، وہ انوار ہوتے | مدینے میں ہم مست و سرشار ہوتے
سماتے وہ آنکھوں میں دلکش مناظر | خود اپنی نظر کے خریدار ہوتے
نظر آتے ہی سبز گنبد فضا میں | صبا کی طرح گرمِ رفتار ہوتے
بصد شوق جب دیکھتے آنکھ اُٹھا کر | حرم کے منارے نمودار ہوتے
وہ کیفیّتِ خاص ہوتی عنایت | نہ بیہوش ہوتے نہ ہُشیار ہوتے
سمجھتے اُسے بادشاہی سے بڑھ کر | جو بوّاب[1] کے کفش بردار ہوتے
نگاہوں میں پھرتی بقیعِ مبارک | اگر خوش نصیبی سے بیمار ہوتے

---

[1] بوّاب - یعنی دربان، جن کا کام یہ ہے کہ زائرین جب مسجدِ نبویؐ میں داخل ہوتے ہیں، تو اپنا جوتہ یا چھتری وغیرہ اُن کے پاس رکھا دیتے ہیں، واپسی پر یہ بحفاظت ان کی چیز واپس کر دیتے ہیں۔ ۱۲

گذرتے جو پیشِ حریم رسالتؐ — وہی چند انفاس با کار ہوتے

کبھی بابِ جبریلؑ پر دست بستہ — کبھی سرنگوں زیرِ دیوار ہوتے

کبھی چومتے جالیوں کو ادب سے — کبھی شوق میں محوِ دیدار ہوتے

مواجہ میں کچھ اس طرح نیند آتی — جگانے سے بھی ہم نہ ہشیار ہوتے

اُدھر نامِ پاکِ نبیؐ لب پہ آتا — اِدھر دل کی دھڑکن سے بیدار ہوتے

حمیدؔ ایسی قسمت کہاں تھی ہماری

کہیں ہم بھی پائینِ دربار ہوتے

حسرتِ دید

پھر دیارِ پاک کا اے کاش منظر دیکھتے
پھر رسولُ اللہؐ کا دربارِ انور دیکھتے

باغِ طیبہ کی فضائے رُوح پرور دیکھتے
جس طرف جاتی نظر اک سبز چادر دیکھتے

بڑھ کے ہو جاتی نگاہِ شوق مصروفِ طواف
دُور سے جب گنبدِ خضرا کا منظر دیکھتے

شکر کے سجدے جبینِ شوق کرتی جا بجا
ہر طرف لکھا ہوا "اللہ اکبر" دیکھتے

شوق میں کوہِ اُحد پر پھر پہونچتے ایک بار
اور خود اپنا بلندی پر مُقدّر دیکھتے

آ کے فرطِ شوق میں "بابِ مجیدی" کے قریب
پھر سحر کا وہ نظر افروز منظر دیکھتے

سامنے ہوتے کبھی جلوے حریمِ پاک کے
اور کبھی وہ "خوخۂ[1] صدّیقِ اکبرؓ" دیکھتے

حضرتِ فاروقؓ کے خطبے کا آجاتا خیال
جب نگاہِ شوق سے ہم سُوئے منبر دیکھتے

رات کو بیدار ہوتے جب اذاں کی گونج سے
"مشہدِ عثمانؓ" میں اک بات چھپکر دیکھتے

یاد آجاتی جلالت اور عبادت آپ کی
جب علیِ مُرتضیٰؓ کا بیتِ اطہر دیکھتے

---

[1] حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- "ابو بکر صاحبی فی الغار و مونسی فی الغار سدّوا کل خوخۃ فی المسجد غیر خوخۃ ابی بکر" (عبد اللہ ابن حمدؒ)، (یعنی ابو بکرؓ غار میں میرے رفیق تھے، اور غار میں میرے مونس تھے، مسجد میں جسقدر کھڑکیاں ہیں سب بند کر دو، مگر ابو بکرؓ کی کھڑکی کھلی رہنے دو) ۱۲۔ خوخہ کے معنی چھوٹی کھڑکی یا دروازہ کے ہیں چنانچہ آپ کے حجرۂ انور کی کھڑکی اب تک کھلی ہوئی ہے۔ ۱۲ حمید

بیٹھتے رَملے[1] پہ جب صحنِ حرم میں اِس طرف
اُس طرف سے جھوم کر ہم کو کبوتر دیکھتے

وہ بہارِ روضۂ جنّت فضائے نور میں
بابِ رحمت سے ذرا کچھ دُور ہٹ کر دیکھتے

ہر طرف آتے نظر پھر ساقیِ مینا بدوش
آبِ کوثر سے بھرے وہ جام و ساغر دیکھتے

ناز ہوتا اپنی قسمت کی رسائی پر ہمیں
اللہ اللہ جلوۂ محراب و منبر دیکھتے

جب پہونچتے حجرۂ خاتونِ جنّت کے قریب
اپنے اک مخلص کو بھی اپنے برابر دیکھتے

ڈرتے ڈرتے جالیوں کے پاس ہوتی حاضری
نیچی نظروں سے جمالِ پردہ در دیکھتے

آنکھ اپنی کھولتے جس وقت ہم پڑھ کر سلام
برقِ رحمت کی چمک جالی کے اندر دیکھتے

رہ گئی پاسِ ادب سے اپنی تھرا کر نظر
تابِ نظارہ اگر ہوتی مکرّر دیکھتے

وہ حریمِ قُدس، وہ آرام گاہِ شاہِ دیںؐ
کوئی صورت ہے حمیدؔ ایسی، برابر دیکھتے

---

[1] صحنِ مسجد میں سُرخ پتھر کی باریک، باریک کنکریاں بچھی ہوئی ہیں، سُنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ عہدِ رسالتؐ میں ایک شب بارش ہوئی، چھت مسجدِ نبویؐ کی جو کھجور کی شاخوں سے پٹی تھی خوب ٹپکی، یہاں تک کہ مسجد کا اندرونی فرش کیچڑ بن گیا، صحابۂ کرامؓ جب نماز کے لئے حاضر ہوئے تو جھولیوں میں کنکریاں بھر کر لائے، اور اپنی اپنی جگہ بچھا لیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن کا یہ حُسنِ عمل پسند آیا، اور آپؐ نے فرمایا:۔ "ما احسن ھٰذا" (یہ بہت ہی اچھی تدبیر ہے)۔ فاروقِ اعظمؓ نے وادیِ عقیق سے کنکریاں منگوا کر بچھائیں، اِس وقت صحن میں کنکریاں اُس تاریخی واقعہ کی یادگار ہیں۔ ۱۲

ہجومِ تمنّا

نصیب آزمانے کو جی چاہتا ہے   مدینے میں جانے کو جی چاہتا ہے

ہجومِ تمنّا سے معمور ہے دل   یہ محفل سجانے کو جی چاہتا ہے

بہت دُور اُب تک رہا ہوں میں تم سے   بہت پاس آنے کو جی چاہتا ہے

جہاں کیلئے وقف ہیں میرے سجدے   اُسی در پہ جانے کو جی چاہتا ہے

بظاہر بھر آئے ہیں آنکھوں میں آنسو   مگر مُسکرانے کو جی چاہتا ہے

کبھی دل کو تاکیدِ ضبطِ مسلسل   کبھی گُدگُدانے کو جی چاہتا ہے

ذرا بھی جہاں دخل ہو ماسوا کا   وہ پردہ اُٹھانے کو جی چاہتا ہے

نمایاں نمایاں ہیں کچھ ایسے جلوے   نظر میں چُھپانے کو جی چاہتا ہے

تصوّر کو عینِ حضوری بنا دو   کہ نزدیک آنے کو جی چاہتا ہے

جہاں آگیا یاد وہ آستانہ   وہیں سر جُھکانے کو جی چاہتا ہے

مقامِ اُدب ہے درِ پاک، لیکن   یہاں لڑکھڑانے کو جی چاہتا ہے

مدینے کی گلیوں میں اک اک قدم پر   خزانے لُٹانے کو جی چاہتا ہے

کشش ہے وہ طیبہ کے دیوار و در میں   گلے سے لگانے کو جی چاہتا ہے

عجب دلکشی ہے ریاضِ قُبا میں   نشیمن بنانے کو جی چاہتا ہے

ترے سائے میں اے بقیعِ مبارک   ہمارا بھی آنے کو جی چاہتا ہے

حمیدؔ اب یہ ہے شادکامی کا عالم
کہ آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے

عالمِ انوار

یاد آتا ہے اُس بزمِ پُر انوار کا عالم
شاہنشہِ کونینؐ کے دربار کا عالم

ہے پیشِ نظر ہر درو دیوار کا عالم
اَبتک ہے وہی جلوۂ دیدار کا عالم

وہ نور فشاں انجمنِ راز کی باتیں
وہ خوابگہِ سیّدِ ابرارؐ کا عالم

وہ سورۂ مزّمّل و طٰہٰ کی تلاوت
ہر گوشے میں وہ بارشِ انوار کا عالم

وہ کیفِ جبیں سائی، وہ سجدوں کی لطافت
آنکھوں میں وہ محویتِ دیدار کا عالم

ہنگامِ مناجات وہ اشکوں کی روانی
"یا شافعِ محشرؐ" کی وہ تکرار کا عالم

وہ وقتِ تہجّد نظر افروز نظارے
ہر سمت وہ تابانیِ انوار کا عالم

وہ عکس فگن ماہِ رسالتؐ کی شعاعیں
اور وہ حرمِ پاک کی دیوار کا عالم

وہ چاندنی راتوں میں جھلکتی ہوئی سبزی
وہ قبّۂ پُرنور، وہ مینار کا عالم

وہ مشہدِ عثمانؓ، وہ نظّارہ دلکش
مخصوص وہ اک روزنِ دیوار کا عالم

جبریلؑ کی آمد کا وہ احساس و تصوّر — وہ پچھلے پہر مَہبطِ انوار کا عالم

معمورۂ ظلمت میں وہ انوارِ تجلّی — وہ آخرِ شب، صُبح کے آثار کا عالم

وہ صُبح کو فردوسِ نظر جلوۂ رنگیں — اور شام کو وہ کوچہ و بازار کا عالم

میدانِ اُحد کے وہ دل افروز مناظر — ہر سمت وہ رنگینیٔ کہسار کا عالم

ہر وقت حضوری کی ہے دولت جسے حاصل — اللہ رے اُس طالعِ بیدار کا عالم

جو روضۂ اقدس کے قریں اشک فشاں ہو — اللہ رے اُس چشمِ گہربار کا عالم

جو یادِ مدینہ میں دھڑکتا رہے ہر دم — کیا پوچھتے ہو اُس دلِ بیدار کا عالم

تا حشر رہے میری نگاہوں میں الٰہی — آرامگہِ احمدِ مختار کا عالم

پھرتے ہو حمیدؔ آج یہ کیوں کھوئے ہوئے سے

یاد آگیا کیا، طیبہ کے گلزار کا عالم

دلِ بیمار

نالہ کُناں، اشکبار سُوئے حرم جائیں گے
لیکے دلِ بیقرار سُوئے حرم جائیں گے

آئے نہ آئے بہار سُوئے حرم جائیں گے
کون کرے انتظار سُوئے حرم جائیں گے

یار بدل، دل بیمار سُوئے حرم جائیں گے
یعنی حرم در کنار سُوئے حرم جائیں گے

ذوقِ طلب کے نثار، ہم سے غریب الدّیار
اور یہ دل کی پُکار سُوئے حرم جائیں گے

جوشِ جنوں دید میں رُک نہیں سکتے ہیں ہم
آتے ہی فصلِ بہار سُوئے حرم جائیں گے

کہدو یہ تسکینؔ[1] سے دن وہ ضرور آئیں گے
مل کے ہم ایک بار سُوئے حرم جائیں گے

تیری اگر ہو رضا، ہم بھی کہیں اے خُدا
ہمرہِ ناقہ سوار سُوئے حرم جائیں گے

نعرے لگاتے ہوئے، خاک اُڑاتے ہوئے
جوش میں دیوانہ وار سُوئے حرم جائیں گے

مقصدِ ہستی اسے، اپنا بنا ہی چُکے
جائینگے اور بار بار سُوئے حرم جائیں گے

خاک بھی ہو کر کہیں رُکتے ہیں اہلِ وفا
بن کے سراپا غبار سُوئے حرم جائیں گے

اب تو کہیں بھی حمیدؔ سُن کے مدینے کا نام
کہتے ہیں بے اختیار سُوئے حرم جائیں گے

---

[1] حضرت الحاج محمد یسین صاحب تسکین قریشی۔

صلِّ علیٰ

جب میری چشمِ تصوّر میں طیبہ کی فضائیں ہوتی ہیں

پُرشوق نگاہیں اُٹھتی ہیں، بیتاب دُعائیں ہوتی ہیں

دربارِ نبیؐ میں چھائی ہوئی رحمت کی گھٹائیں ہوتی ہیں

بخشش کے خزانے لُٹتے ہیں، مقبول دُعائیں ہوتی ہیں

وہ چاندنی راتوں کا منظر، وہ صحنِ حرم، وہ گنبدودر

جب نورِ قدم کے جلوؤں سے معمور فضائیں ہوتی ہیں

دُنیا کی بہاریں صدقے ہیں، جنّت کی شگفتہ کیاری پر

کیا عطر میں ڈوبی، رُوح فضا، پُرکیف ہوائیں ہوتی ہیں

گلزارِ قُبا کے دامن میں کچھ سروِ خراماں دیکھے تھے

کیا ہوشربا معصوموں کی معصوم اَدائیں ہوتی ہیں

اِصلاح جو باطن کی چاہو، طیبہ کو چلو، طیبہ کو چلو

کام آئیں جو دردِ دل میں وہاں ایسی بھی دَوائیں ہوتی ہیں

تاثیرِ محبّت کیا کہئے واللہ مدینہ والوں کی

تا عُمر جو دل پر نقش رہیں، وہ اُنکی وَفائیں ہوتی ہیں

جس وقت حمیدؔ خستہ جگر، ہوتے ہیں وہ جلوے پیشِ نظر

ہر نغمۂ دل کے پردے میں دلدوز نوائیں ہوتی ہیں

نویدِ مسرّت

نویدِ مسرّت صبا بن کے آئی — مرے دردِ دل کی دوا بن کے آئی

مری آمنہ[1] ہمنوا بن کے آئی — تری یاد کا سلسلا بن کے آئی

اِدھر میری آنکھوں میں بھر آئے آنسو — اُدھر رحمتِ حق گھٹا بن کے آئی

مری کامیابی تخیّل سے پہلے — حقیقت میں فکرِ رسا بن کے آئی

اُسی روشنی میں چلا جا رہا ہوں — تجلّی تری پیشوا بن کے آئی

وہ تمہید معراج میں مغفرت کی — شفاعت کا اک سلسلا بن کے آئی

خُدا شاد رکھّے مری جستجو کو — جو خاکِ درِ مصطفٰی بن کے آئی

---

[1] رفیقۂ سفرِ حجاز مجسمۂ صدق و صفا، خواہرِ عزیز آمنہ خاتون سلمہا کہ رفاقت در رفتنش در حق من مشعلِ راہِ حقیقت گردید۔

نگاہِ لطفِ تو خضرِ طریقتم آمد — ہزار گونہ بنازم بہ طالعِ بیدار

حمید

جنوں کی خلش تھی جو وارفتگی میں — وہی شوقِ سعیِ صفا بن کے آئی

میں تنہائیٔ غم کے قُربان جاؤں — نشاطِ قیامِ منا بن کے آئی

تمنّائے دیدار دل سے لبوں تک — مُناجاتِ غارِ حرا بن کے آئی

جزا دے خُدا اس کی بادِ صبا کو — بہارِ ریاضِ قُبا بن کے آئی

وہی سبز گنبد کی رنگیں فضا ہے — نگاہوں کا جو مدّعا بن کے آئی

بسائی گئی جب تصوّر کی دُنیا — دیارِ حبیبِ خُدا بن کے آئی

وہ تابانیٔ جنبشِ پردۂ در — نظر اپنی کیا جانے کیا بن کے آئی

حمیدؔ ایسی منزل کے قربان جاؤں

جو ہر گام پر رہنما بن کے آئی

مدینہ والوں کی عید

نصیب ہو جو یہ روزِ سعید کیا کہنا — تمہیں اہلِ مدینہ کی عید کیا کہنا

نظر نواز اُحد کی فضائے رنگیں میں — ہلالِ گنبدِ خضرا کی دید کیا کہنا

وہ ہر نگاہ میں نظّارہ سبز گنبد کا — وہ بازدید کا لُطفِ مزید کیا کہنا

چلو حرم میں صلوٰۃ و سلام پیش کریں — ہر اک طرف یہی گُفت و شنید کیا کہنا

اُسی کے ہیں یہ دو عالم اگر میسّر ہو — مدینے میں، کبھی کعبے میں عید کیا کہنا

اُٹھی صدا دلِ مومن سے "یا حبیبی" کی — ہلال تو نظر آیا حمید، کیا کہنا

نہ کیوں ہو بارشِ اکرام روزہ داروں پر — نزولِ رحمتِ حق کی نوید کیا کہنا

شمیمِ روضۂ اطہر نسیم لائی ہے — مرے خزینۂ دل کی کلید کیا کہنا

وہی ہے آتشِ سوزِ دلِ نظارہ طلب — وہی ہے شورشِ "ہل من مزید"، کیا کہنا

حمید کہتے ہیں سب "مرحبا مُبارکباد"

یہ نظمِ تازہ، یہ فکرِ جدید، کیا کہنا

نغمۂ عاشقانہ

حبیب اللہ اللہ وہ کیا تھا زمانہ
مدینے کو جب ہو رہے تھے رُوانہ

طبیعت میں اک جوش تھا بے نہایت
نظر کھوئی کھوئی، قدم والہانہ

وہی میرے دل میں بھی گونجا ہوا تھا
لبوں پر حُدی خواں کے تھا جو ترانہ

کبھی رُوح پرور ہُواؤں کے جھونکے
کبھی اَبرِ رحمت کا تھا شامیانہ

درختوں کے سائے میں بستر لگائے
دل آویز وہ زندگی بدویانہ

نہ بجلی کی دہشت، نہ صیّاد کا ڈر
کھجوروں کے جُھرمٹ میں تھا آشیانہ

اگر دو قدم بڑھ گیا کوئی محمل
مرے واسطے بن گیا تازیانہ

بڑے لُطف سے منزلوں کا گذرنا
کِسی کا وہ لُطف وکرم غائبانہ

دکھا دے الٰہی مجھے پھر دکھا دے
زمانہ وہی رحمتوں کا زمانہ

دلوں کی تمنّا، اُمیدوں کا مرکز
شہنشاہِ کونین ؐ کا آستانہ

حرم میں نمازیں پڑھوں پے بہ پے میں
اَدب سے دُعائیں کروں مخلصانہ

حضورِ دلی سے کروں التجائیں
نظر کو جُھکائے ہوئے عاجزانہ

تخیّل میں ہر وقت ہو ذاتِ اقدس ؐ
نگاہوں کا اَنداز ہو عارفانہ

کہوں پردۂ شعر میں حال دل کا
زباں پر رَہے نغمۂ عاشقانہ

دیارِ حبیبؐ

نگاہِ شوق ہے، اور بر ملا دیارِ حبیبؐ
یہ ربط و ضبطِ محبت خوشا دیارِ حبیبؐ

بہت دنوں میں کیا ہے کرم غریبوں پر
بعافیت تو ہے بادِ صبا دیارِ حبیبؐ

اب اتنا ہوش کہاں ہے کسی طرف دیکھوں
نگاہ و دل پہ ہے چھایا ہوا دیارِ حبیبؐ

حریمِ کعبہ کی عظمت سے ہے کسے انکار
مگر ہے قبلۂ اہلِ وفا دیارِ حبیبؐ

یقیں ہے اہلِ شریعت بھی ہوش کھو بیٹھیں
مری نظر سے جو دیکھیں ذرا دیارِ حبیبؐ

وہاں پہونچ کے، کہیں اور کوئی کیا جائے
کہ رشکِ خلد ہے نامِ خدا دیارِ حبیبؐ

کرم سے اپنے وہاں بھی خدا دکھادے گا
بہشت میں بھی جو یاد آئے گا دیارِ حبیبؐ

سکونِ قلب میسر نہ ہو سکے گا یہاں
چلو، چلے بھی چلیں حمیدا[1] دیارِ حبیبؐ

بحقِ عائشہؓ خاتونؓ و فاطمہؓ زہراؓ
حمیرابی[2] کو بھی یارب دکھا دیارِ حبیبؐ

غمِ فراق سے یہ حالِ دل ہے اے توبہ
قطعہ نظر کے سامنے جب تک رہا دیارِ حبیبؐ

نگاہِ یاس کی بیتابیاں معاذ اللہ
پلٹ پلٹ کے میں دیکھا کیا دیارِ حبیبؐ

ز فرطِ شوق سراپا جنونِ بیدارم
بیا بیا بہ کنارم، بیا دیارِ حبیبؐ

حمید صبر کرو، اس قدر نہ گھبراؤ
خدا نے چاہا، تو پھر دیکھنا دیارِ حبیبؐ

۱؎ مجتبیٰ حمید خاں صاحب۔۱۲

۲؎ میری لختِ جگر حمیرا خاتون سلمہا۔۱۲

بایں نغمگی ہم قصیدہ قصیدہ

اِدھر جیب و دامن دریدہ دریدہ
اُدھر رُخ کی رنگت پریدہ پریدہ

یہ ہونٹوں پہ خشکی، یہ آنکھوں میں آنسو
حمیدؔ آج کیوں ہو کبیدہ کبیدہ

مرے چشم و دل پھر اُنھیں ڈھونڈتے ہیں
کہ جو لذّتیں ہیں چشیدہ چشیدہ

فضائے تخیّل میں گونجے ہوئے سے
وہ نغماتِ رنگیں شنیدہ شنیدہ

نسیمِ سحر کے قدم بہکے بہکے
غزالانِ صحرا رمیدہ رمیدہ

وہ اطرافِ عالم کے بیتاب "زائر"
چلے آرہے تھے دویدہ دویدہ

وہ پائے طلب، وہ جنونِ محبّت
وہ خارِ مُغیلاں خلیدہ خلیدہ

قدم ڈگمگائے، پسینے پسینے
پسِ کارواں کچھ رہیدہ رہیدہ

غُبارِ رہِ شوق کا مُنھ پہ غازہ
وہ اشکِ مسرّت چکیدہ چکیدہ

دُعا زیرِ لب، سرنگوں، دست بستہ
بہ ذوقِ حضوری تپیدہ تپیدہ

ریاضِ قُبا کی وہ دلکش بہاریں
وہ گلہائے رنگیں دمیدہ دمیدہ

وہ خوش رنگ پتّوں میں جُنبش ہوا سے
وہ سرسبز شاخیں خمیدہ خمیدہ

وہ شاداب سبزہ، کھجوروں کے جُھرمٹ
نہالانِ گلشن کشیدہ کشیدہ

وہ دلچسپ عالم، وہ پُر کیف منظر
کہ چشمِ فلک ہم نہ دیدہ نہ دیدہ

حمیدِ غزلخواں چہ خوش گفت ہاتف
بایں نغمگی ہم قصیدہ قصیدہ

صلّے اللہ علیہ وسلّم

سُبحان اللہ روضۂ اطہر صلّے اللہ علیہ وسلّم
اللہ اکبر، اللہ اکبر، صلّے اللہ علیہ وسلّم

وہ شبِ ماہ کا دلکش منظر صلّے اللہ علیہ وسلّم
پھیلی ہوئی اک نور کی چادر صلّے اللہ علیہ وسلّم

باغِ حریمِ پاک سے ہوکر، نکہتِ گُل کی اوڑھے چادر
بادِ صبا آئی ہے معطّر صلّے اللہ علیہ وسلّم

دل سے مدینہ یاد کئے جا، رُوح کو اپنی شاد کئے جا
کوئی نہیں ذکر اس سے بہتر صلّے اللہ علیہ وسلّم

گُنبدِ خضرا اور منارے، صدقے جن پر چاند ستارے
دیکھئے جس کو نور کا پیکر صلّے اللہ علیہ وسلّم

گُنبدِ خضرا کا نظّارہ، نور کا جیسے اک فوّارہ
دیکھتے رہئے جس کو برابر صلّے اللہ علیہ وسلّم

اُستنِ حنّانہ[1] اِس جانب چشم و نظر کا مرکز و محور
اور اُدھر محرابِ پیمبر صلّے اللہ علیہ وسلّم

خُلد کا اک گلدستہ کہئے، ہر لحظہ بس دیکھتے رہئے
اللہ اللہ جلوۂ منبر صلّے اللہ علیہ وسلّم

دیکھ رہی ہیں نور کے ساماں، پاسِ ادب سے حیراں حیراں
جا کے نظر جالی کے اندر صلّے اللہ علیہ وسلّم

دلمیں دھڑکن، آنکھیں ہیں تر، قال اللہ تعالیٰ لب پر
إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ صلّے اللہ علیہ وسلّم

دل میں حمیدؔ کے جو ہے جلوہ، پرتو ہے گُنبد کے کلس کا
جس سے مُنوّر ہیں مہ و اختر صلّے اللہ علیہ وسلّم

---

[1] یعنی "ستونِ حنّانہ" جس نے منبر کی تیاری کے بعد حضورِ اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے جدا ہونے پر گریہ و بکا کیا تھا ۱۲

نورٌ علیٰ نور

صبحِ حرم، یا جلوۂ طور
اللہ اللہ، نور ہی نور

ہر جلوہ فردوسِ نظر
ہر شے نور سے ہے معمور

چپّہ چپّہ رشکِ ارم
ذرّہ ذرّہ بُقعۂ نور

گوشہ گوشہ طیبہ کا
جانِ تجلّی، نازشِ طور

حُجرۂ انور، صلِّ علیٰ
شرحِ جمالِ سُورۂ نور

رحمت رحمت، ارضِ بقیع
جنّت جنّت، اہلِ قبور

کیوں نہ رہیں جیرانِ رسُولؐ
قُرب کی دولت سے مسرور

جن کی اک اک موجِ نظر
ساغرِ کوثر، جامِ طہور

دیدۂ باطن جلوہ نگر
دیدۂ ظاہر ہیں مخمور

سب ہیں اُنھیں زلفوں کے اسیر
کوئی قریب، اور کوئی دُور

اہلِ حرم سے ہے اُمید
یاد کریں گے مجھ کو ضرور

کہہ نہیں سکتے دیدۂ نم — راز جو دل میں ہیں مستور

دردِ فراق کی حد معلوم — شیشۂ دل ہے غم سے چور

دل بھر آتا ہے جس دم — آنکھیں رونے پر مجبور

قطعہ

بادِ صبا، ہاں بادِ صبا — عرض یہ کرنا اُنکے حضور

دردِ محبّت سے بیتاب — سوزِ جُدائی سے رنجور

حیرت و حسرت کا مارا — ایک شکستہ دل مہجور

رو رو کر یہ کہتا ہے — حُسنِ بیدل ہی یا نُورُ النّور

تا کے آخر دورِ فراق — کب ہوگی یہ دُوری دُور

ایک نظر کا مارا ہوں — ایک نظر پھر میرے حضور

اُنکے در پہ مجھ کو حمیدؔ

مرنا جینا سب منظور

حاصلِ محبّت

اگر معنیِ دل سمجھتے رہیں گے
مدینے کو منزل سمجھتے رہیں گے

سلامت رہے ذوق و شوقِ زیارت
محبّت کا حاصل سمجھتے رہیں گے

نسیمِ سحر تیرے احساں بہت ہیں
تجھے محرمِ دل سمجھتے رہیں گے

جو ہیں رازدارِ جمالِ تلاطم
وہ موجوں کو ساحل سمجھتے رہیں گے

نظر تھرتھرائے، قدم ڈگمگائیں
یہ عنوانِ منزل سمجھتے رہیں گے

یہ دیوانے تیرے خدا جانے کبتک
بگولوں کو محمل سمجھتے رہیں گے

نظر شمعِ محفل پہ جن کی نہیں ہے
وہ آدابِ محفل سمجھتے رہیں گے

نہ پہونچیں گے جبتک دیارِ نبیؐ میں
بہت دُور منزل سمجھتے رہیں گے

توقّع ہے ذاتِ گرامیؐ سے ہم کو
حُضوری کے قابل سمجھتے رہیں گے

ہم ایسوں کو بھی تاجدارِ مدینہؐ
غلاموں میں شامل سمجھتے رہیں گے

خُلدِ نظر

دربارِ نبیؐ کے جلوؤں کی وہ بارشِ پیہم کیا کہیے
وہ صبح کا منظر کیا کہیے، وہ شام کا عالم کیا کہیے

وہ جنّتِ رُوح و خلدِ نظر، وہ سوز و گدازِ قلب و جگر
وہ رَوضۂ اطہر صلِّ علےٰ، وہ نورِ مجسّم کیا کہیے

وہ لذّتِ غم سینے میں نہاں، وہ اشکِ طرب آنکھوں سے رواں
وہ دَرد و نشاطِ تشنہ لبی، وہ رشحۂ زمزم کیا کہیے

جس وقت تصوّر کرتا ہوں، اک نیند سی آنے لگتی ہے
اے صلِّ علےٰ، آرامگہِ سرکارِ دوعالمؐ کیا کہیے

وہ راز و نیاز کی یکسوئی، وہ دل کی حضوری کا عالم
وہ جوشِ تلاوت پچھلے پہر، وہ سُورۂ مریمؑ کیا کہیے

اک کیفِ مسلسل حاصل ہے، اک نسبتِ خاص کے صدقے میں
دُنیائے محبّت ناز اں ہے، لُطفِ خلشِ غم کیا کہئے

ہر عیش و طرب کی محفل میں دل ہے کہ اُمنڈنے لگتا ہے
کیا جانئے کیوں از خود آنکھیں ہو جاتی ہیں پُرنم کیا کہئے

وہ وقتِ سحر پھولوں کی مہک، شاخوں کی لچک، سبزے کی لہک
گُلزارِ قُبا کے دامن پر، کیفیّتِ شبنم کیا کہئے

میدانِ اُحد کی صبحِ طرب، پھرتی ہے ابھی تک آنکھوں میں
اُس کیف و سرور کے عالم میں جیسے تھے ہمیں ہم کیا کہئے

قُربان حمیدِ خستہ جگر، کیا چاہئے اور اِس سے بڑھ کر
ہے دل پہ مرے کیا کیا فیضِ سرکارِ دو عالمؐ کیا کہئے

برقِ تجلّی

تصوّر میں کون آگیا اللہ اللہ — مرا دل دھڑکنے لگا اللہ اللہ

کچھ اس طرح محسوس ہوتا ہے مجھ کو — مدینہ ہے جلوہ نما اللہ اللہ

جہاں جبرئیلِ امیں پر شکستہ — وہاں میری طبعِ رسا اللہ اللہ

یہ کس کیف میں آج میں ہوں کہ لب پر — محمّد محمّد ہی یا اللہ اللہ

نہ تھمتے ہیں آنسو، نہ رکتی ہیں آہیں — یہ کیا آج یاد آگیا اللہ اللہ

نہیں اب تو کچھ ہوش اس کا بھی مجھ کو — کہ یہ دل کی دھڑکن ہے یا اللہ اللہ

مری چشمِ پُرشوق میں جلوہ گر ہے — مدینے کی اک اک ادا اللہ اللہ

تصوّر میں ہے آج عہدِ رسالت — نظر آرہا ہے یہ کیا اللہ اللہ

وہ مہرِ نبوت کی پُرنور کرنیں — ہر اک سمت جلوہ نما اللہ اللہ

نسیمِ کرم کے وہ پُرکیف جھونکے — دریچے وہ جنّت کے وا اللہ اللہ

وہ تاروں بھری رات، وہ عالمِ ہو — وہ "یا ربّنا" کی صدا اللہ اللہ

وہ تنویرِ "والنجم" کی ضوفشانی — وہ پچھلا پہر رات کا اللہ اللہ

نظر در پہ، اور کان آہٹ پہ ہر دم — وہ سب کا اُدھر دیکھنا اللہ اللہ

تجلّیِ باری کی وہ نور باری — لبوں پر وہ بیساختہ اللہ اللہ

وہ حجرے سے حضرت کا تشریف لانا — وہ گلبانگِ صلِّ علےٰ اللہ اللہ

اذاں میں وہ دلسوز لحنِ بلالیؓ | وہ تکبیر کا گونجنا اللہ اللہ
صحابہؓ کی انجم نما وہ جماعت | مقابل شہِ دوسرا اللہ اللہ
اِدھر افضل الخلق صدّیق اکبرؓ | حبیبِ حبیبِ خدا اللہ اللہ
اُدھر جانِ اسلام فاروقِ اعظمؓ | نبوّت کے راز آشنا اللہ اللہ
وہ عثمانِ عفّانؓ بحرِ سخاوت | مجسّم وہ حلم و حیا اللہ اللہ
شہیدِ خلافت علیؓ شیرِ یزداں | وہ تاجِ سرِ اولیا اللہ اللہ
نمازوں میں پیشِ نظر روحِ کعبہ | وہی نورِ ربُّ العلا اللہ اللہ
اِدھر سورۂ والضّحیٰ کی تلاوت | اُدھر جلوۂ والضّحیٰ اللہ اللہ
وہ ہر ایک کا التحیّات پڑھنا | نظر بر حبیبِ خدا اللہ اللہ
شہنشاہِ کونینؐ کے وہ فدائی | عبادت تھی جنکی غذا اللہ اللہ
انھیں ہر عبادت سے محبوب تر تھا | فقط آپؐ کو دیکھنا اللہ اللہ
وہ اصحابِ صُفّہؓ کی پُر شوق نظریں | وہ دیدارِ بدرُ الدُّجیٰ اللہ اللہ
اِدھر "یا حبیبیؐ اغثنی" زباں پر | اُدھر سے وہ لطف و عطا اللہ اللہ
صبا کی، نہ پیغامبر کی ضرورت | وہ اظہارِ غم برملا اللہ اللہ
وہ ہر سمت ضو پاش برقِ تجلّی | وہ لمعاتِ شمس الضّحیٰ اللہ اللہ

حمیدؔ آج کس دُھن میں تو ہے غزلخواں
یہ لے مرحبا مرحبا اللہ اللہ

حُسنِ تمنا

۱. مدت ہوئی گلزارِ مدینہ نہیں دیکھا
پھولوں سے بھرا دامنِ صحرا نہیں دیکھا

۲. یوں تو نگہِ شوق نے کیا کیا نہیں دیکھا
دیکھا تھا کبھی جس کو وہ جلوا نہیں دیکھا

۳. مشتاق نگاہوں کو ہے جس گل کا تجسس
تو نے تو کہیں نرگسِ شہلا نہیں دیکھا

۴. جو راہبرِ منزلِ مقصود ہوا اے دل
مدت سے فلک پر وہ ستارا نہیں دیکھا

۵. اے چاندنی دیکھا تھا جو طیبہ کے سفر میں
وہ شب کے اندھیرے میں اُجالا نہیں دیکھا

۶. رشک آتا ہے واللہ مہ و مہر پہ مجھ کو
جب سے تجھے اے گنبدِ خضرا نہیں دیکھا

۷. نمناک نگاہوں نے مدینے کے چمن میں
رحمت کی گھٹاؤں کا برسنا نہیں دیکھا

۸. پھر بیٹھ کے اُٹھنے کو نہ جی چاہے جہاں سے
اغوات[2] کے رہنے کا وہ گوشہ نہیں دیکھا

۹. آتے تھے جہاں رشد و ہدایات کے پیغام
وہ مہبطِ[1] جبریلؑ، وہ صُفّہ نہیں دیکھا

۱۰. یاد آئے نہ کیوں آخرِ شب نور کا عالم
وہ خاص تہجد کا مُصلّا[3] نہیں دیکھا

---

۱ وہ مقام جہاں حضرت جبرئیلؑ اکثر وحی لیکر نازل ہوا کرتے تھے۔۱۲

۲ آغا ترکی لفظ ہے جس کی جمع ہے اغوات۔ حرمِ نبویؐ کے خدام، حجرۂ مقصورہ کی پشت پر جانبِ شمال، بابِ جبرئیلؑ و باب النساء کے درمیان ایک چبوترہ (دکۃ الاغوات) پر بیٹھے رہتے ہیں، اصحابِ صفہؓ کا بھی یہی صفہ (چبوترہ) تھا۔۱۲

۳ یہ مصلا مقصورہ شریفہ کی پشت کی جانب ہے (یعنی شمالی دیوار میں) یہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تہجد کی نمازیں ادا فرمائی ہیں۔۱۲

وہ رُوح فزا خلد کی کیاری نہیں دیکھی — محراب کا وہ جلوۂ زیبا نہیں دیکھا

رہتی ہے جہاں بارشِ انوار برابر — وہ حضرتِ صدّیقؓ کا خوخا نہیں دیکھا

وہ حضرتِ فاروقؓ کی مسجد نہیں دیکھی — وہ حضرتِ عثمانؓ کا روضہ نہیں دیکھا

کچھ ڈھونڈھ رہی ہیں مری بیتاب نگاہیں — وہ بیرِ علیؓ بارِ اکیا نہیں دیکھا

پُرنور فضاؤں میں گلستانِ قُبا کی — بیتِ شرفِ فاطمہ زہراؓ نہیں دیکھا

ہنگامِ سحر گنبدِ خضرا کے کلس پر — خورشید کی کرنوں کا مچلنا نہیں دیکھا

وہ جلوہ گہِ خاصِ شہنشاہِ دو عالمؐ — وہ عائشہ صدّیقہؓ کا حجرا نہیں دیکھا

وہ نور کی کثرت کہ ٹھہرتی نہ تھیں نظریں — ہم نے انھیں آنکھوں سے مگر کیا نہیں دیکھا

دل ڈھونڈھ رہا ہے اُسی اندازِ کرم کو — جُنباں حرمِ قدس کا پردا نہیں دیکھا

جو ہے سمجھتا ہو
~~ہر ایک سمجھتا ہے~~ مجھے دیکھ رہے ہیں — ایسا تو کوئی دیکھنے والا نہیں دیکھا

جلوے سے یکایک جو نگاہیں مری جھپکیں — بہتا ہوا پھر نور کا دریا نہیں دیکھا

کہنے کو کیا، حُسنِ تصوّر نے بڑا کام — دیکھا تو ہے لیکن انھیں گویا نہیں دیکھا

ہر نقش جو دل پر ہے وہی نقش ہے اوّل — ہم نے کسی جلوے کو دوبارا نہیں دیکھا

کیا اس سے زیادہ ہو حمید اُنکی نوازش
خالی کبھی آغوشِ تمنّا نہیں دیکھا

آؤ مدینے چلیں

چھوڑ کے ہندوستاں آؤ مدینے چلیں — دل نہیں لگتا یہاں آؤ مدینے چلیں

اہلِ نظر کیلئے، صاحبِ دل کیلئے — ہے وہی دارالاماں آؤ مدینے چلیں

کہنے کی حاجت نہیں، کوئی ضرورت نہیں — اُن پہ ہے سب کچھ عیاں آؤ مدینے چلیں

کس سے بیاں کیجئے، کس کو دُعا دیجئے — لیکے یہ دردِ نہاں آؤ مدینے چلیں

چین تو سب چھین کر لیگئی یادِ حبیب — چین یہاں اب کہاں آؤ مدینے چلیں

مائلِ پرواز ہوں، گوش بر آواز ہوں — کوئی کہے ناگہاں آؤ مدینے چلیں

عُمر کا حاصل ہے بس خاکِ درِ مصطفےٰ — عُمر نہ ہو رائگاں آؤ مدینے چلیں

مرکزِ صد جُستجو، حاصلِ ہر آرزو — یعنی ہے سب کچھ وہاں آؤ مدینے چلیں

فکر سی دن رات ہے، سچ کہو کیا بات ہے — چلتے ہو "مُنّے میاں[١]" آؤ مدینے چلیں

آؤ مدینے چلیں، ہونگی غزل خوانیاں — ہوں گی غزل خوانیاں آؤ مدینے چلیں

دل میں ہے برپا حمیدؔ شورشِ "ھَل مِن مَّزید"

کہتی ہیں بیتابیاں آؤ مدینے چلیں

---

١ رفیق العرفات محبی و مخلصی حاجی حافظ قاری احمد علی خاں صاحب۔ ١٢ حمید

مدینے میں ابرِ بہاری کے دن ہیں

مدینے میں ابرِ بہاری کے دن ہیں — یہی میکشو میگساری کے دن ہیں

سُنا ہے کہ جو اشکباری کے دن ہیں — وہی عشق کی آبیاری کے دن ہیں

یہی جو بہت بیقراری کے دن ہیں — یہی عشق کی پردہ داری کے دن ہیں

گذرتے ہیں جو دن حضوری میں اُنکی — وہی دن بہت ہوشیاری کے دن ہیں

درود و سلام اُنپہ ہر وقت پڑھئے — عطائے محبوبِ باری کے دن ہیں

مُبارک تمھیں تیرہ بختانِ فرقت — سُنا ہے وہاں نورباری کے دن ہیں

چلو عاصیو بابِ رحمت کھُلا ہے — خطاؤں کی آمرزگاری کے دن ہیں

وہی جوششِ لطف و کرم کا زمانہ — وہی شوقِ طاعت گذاری کے دن ہیں

مُبارک تمھیں رہروانِ مدینہ — ہمارے لئے شرمساری کے دن ہیں

انھیں میں مزہ ہے تڑپنے کا اے دل — یہی ہاں یہی آہ و زاری کے دن ہیں

نہ خلوت میں تسکیں، نہ جلوت میں راحت — عجب طرح کی بیقراری کے دن ہیں

مری ناتوانی نگاہوں میں رکھنا — یہی راہبر غمگساری کے دن ہیں

نسیمِ سحر کوئی جھونکا اِدھر بھی — یہی دن تو اُمیدواری کے دن ہیں

بہت لکھ چکے داستانِ محبت
حمید اب تو مدحت نگاری کے دن ہیں

یادِ ایّام

چمنِ طیبہ کی جب سیر کیا کرتے تھے
کیا کہیں کون سے عالم میں رہا کرتے تھے

ترجمانِ دلِ بیتاب ہوا کرتے تھے
خود بخود آنکھ سے آنسو جو بہا کرتے تھے

ہائے وہ دل کی اُمنگیں، وہ سرورِ تازہ
جب کبھی سیرِ گلستانِ قُبا کرتے تھے

"مرحبا، اہلاً وسہلاً" مدنی کر کے خطاب
کس محبّت سے بصد لطف مِلا کرتے تھے

چلتے چلتے کہیں رُکنا، کہیں آگے بڑھنا
ساتھ والے ہمیں آواز دیا کرتے تھے

آگے بڑھتے تھے تو بڑھتے ہی چلے جاتے تھے
بیٹھ جاتے تھے تو مشکل سے اُٹھا کرتے تھے

دیکھنے والے خدا جانے سمجھتے کیا تھے
ہم جو مدہوش سے گلیوں میں پھرا کرتے تھے

"لِی حَبِیْبٌ عَرَبِیٌّ مَدَنِیٌّ قُرَشِیْ"
عالمِ شوق میں ہر وقت پڑھا کرتے تھے

ماہ و انجم کی طرح رات کے سنّاٹے میں
قُبّۂ نور کا نظّارہ کیا کرتے تھے

نیند سے بند ہوئی جاتی ہوں آنکھیں جیسے
حرمِ پاک کے در بند ہوا کرتے تھے

جیسے کانوں میں سمائی ہو تہجّد کی اذاں
یک بیک نیند سے ہم چونک اُٹھا کرتے تھے

آکے دیتے تھے خبر سرد ہوا کے جھونکے
شب کو دروازے حرم کے جو کھُلا کرتے تھے

سر جھکائے ہوئے با دیدۂ نم، درد بہ دل — حاضرِ بارگہِ قدس ہوا کرتے تھے

شوقِ دیدار میں وہ کیفِ حضوری توبہ — لڑکھڑائے سے قدم اپنے پڑا کرتے تھے

جالیوں کی طرف اُٹھتی نہ ادب سے جو نگاہ — گوشۂ چشم سے ہم دیکھ لیا کرتے تھے

ہمہ تن دل اُسی جانب مُتوجّہ ہوتا — جب اشارہ سے کوئی بات بہا[۱] کرتے تھے

دل کو تھی نقشِ کفِ پائے مُبارک کی تلاش — جا بجا شوق میں ہم سجدے کیا کرتے تھے

اُنپہ حسرت سے ستاروں کی نظر پڑتی تھی — وہ جو دامن پہ مرے اشک گرا کرتے تھے

دیکھ لیتے تھے جنازہ جو حرم میں کوئی — دل سے بیساختہ مرنے کی دُعا کرتے تھے

رشک سے دیکھتے تھے ہم وہ کبوتر پیہم — گرد جو گنبدِ خضرا کے پھرا کرتے تھے

آبِ کوثر کی تمنّا جو ہوا کرتی تھی — صرف ساقی کی طرف دیکھ لیا کرتے تھے

محو رہتا تھا کوئی بے خبرِ ہوش، مگر — دونوں عالم بھی نگاہوں میں رہا کرتے تھے

اللہ اللہ کہ ہم خلوت و جلوت میں حمید

سو طرح ایک ہی نغمے کو سنا کرتے تھے

---

[۱] حبیبی و سیّدی الشیخ بہاء الدین صاحب خانچی معلّم مدینۂ منورہ جن کو ہم فرطِ محبت میں "بہا یا بہا" کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ ۱۲ حمید

بیچارگیِ عشق

اشکِ غم یوں ڈبڈبا کر رہ گئے
جیسے تارے جھلملا کر رہ گئے

جانے والے تو مدینے چل دیئے
ایک ہم آنسو بہا کر رہ گئے

اضطرابِ شوق میں بے ربط سے
چند فقرے لب تک آ کر رہ گئے

دل بھر آیا، آنکھ پُرنم ہو گئی
اُف نہ کی، لب تھرتھرا کر رہ گئے

دل پہ رکھا ہاتھ، ٹھنڈی سانس لی
کچھ نگاہوں سے بتا کر رہ گئے

گنبدِ خضرا کا جب آیا خیال
دل کے گوشے جگمگا کر رہ گئے

سُنتے ہی ذکرِ گلستانِ قبا
زخمِ دل سب مسکرا کر رہ گئے

آ گئی جب یادِ محرابِ نبیؐ
ہم ادب سے سر جھکا کر رہ گئے

ہائے وہ جلوے جو اُٹھتے ہی نظر
دیدہ و دل میں سما کر رہ گئے

اللہ اللہ اُن کی قسمت کا فروغ
جو درِ اقدس پہ جا کر رہ گئے

خیر تو ہے، بات کیا ہے اے حمیدؔ
ایک ہی مصرع سُنا کر رہ گئے

حُسنِ طلب

شمیمِ روضۂ خیرُ البشرؐ نہیں آئی
بہت دنوں سے نسیمِ سحر نہیں آئی

کھڑے ہیں بادہ کشانِ الست جام بدست
وہ خُم بدوش گھٹا جُھوم کر نہیں آئی

خُدا ہی جانے کہاں کھو گیا ہے دل اپنا
کہ اک زمانے سے کوئی خبر نہیں آئی

کوئی تو درد ہے جس کی نہیں مجھے بھی خبر
یہ بے سبب تو مری آنکھ بھر نہیں آئی

گُذر گیا ہے زمانہ اِسی تمنّا میں
ہنوز دعوتِ ذوقِ نظر نہیں آئی

نثارِ رُوحِ محبّت بھی جس کے آنے پر
وہی نویدِ محبّت اثر نہیں آئی

پھر اور کیا ہے جو رہ رہ کے دل دھڑکتا ہے
مری طلب کی بشارت اگر نہیں آئی

بہت سے مرحلے آئے، گُذر گئے، لیکن
تلاش جس کی ہے وہ رہگذر نہیں آئی

ہوا ہے یوں بھی کہ ہنگامِ دید پہروں تک
گئی نگاہ تو پھر لوٹ کر نہیں آئی

زہے مشاہدۂ حُسن و نسبتِ بے رنگ
نظر تجلّیِ دیوار و در نہیں آئی

مزہ ہے روضۂ اقدس پہ کھُل کے رونے کا
تری بہار ابھی چشمِ تر نہیں آئی

ہمیں یقیں نہیں آتا کہ اے حرم والو
ہماری یاد تمہیں بھُول کر نہیں آئی

وہ کون سی ہے تجلّی دیارِ رحمت کی
بیک نگاہ جو دل میں اُتر نہیں آئی

ہوئی تھی دُور مرے دل کی جس سے تاریکی
وہ چاندنی درو دیوار پر نہیں آئی

قدم قدم پہ جہاں اضطراب بڑھتا ہے
ابھی وہ منزلِ راہِ سفر نہیں آئی

جب آفتاب ہوا جا رہا تھا ہر ذرّہ
وہ جگمگاتی ہوئی دوپہر نہیں آئی

نگاہ میں ہیں قُبا کے لطیف نظّارے
مگر وہ نکہتِ گلہائے تر نہیں آئی

ہوئی تھی گنبدِ خضرا کے سائے میں جو نصیب
پھر ایسی شام، پھر ایسی سحر نہیں آئی

مرے تصوّرِ صبحِ حرم کا کیا کہنا
کہ آج نیند مجھے رات بھر نہیں آئی

نسیمِ صبح سے کچھ آس تھی، سو وہ بھی حمیدؔ
اُدھر گئی تو گئی، پھر اِدھر نہیں آئی

یادِ حرم

بہت آج اہلِ حرم یاد آئے
خود اُن کو بھی شاید کہ ہم یاد آئے

ستم یاد آئے، نہ غم یاد آئے
ہمیں تو کرم ہی کرم یاد آئے

یہ ترکِ تعلّق بھی ہے کیا تعلّق
وہ کچھ اَور بھی دمبدم یاد آئے

جہاں کچھ ہوا دل کو احساسِ فرقت
وہیں اُن کے لُطف و کرم یاد آئے

اِدھر چھڑ گیا خود بخود ساز دل کا
اُدھر طائرانِ حرم یاد آئے

گھنی چھاؤں والی ببولوں کے جھُرمٹ
مُقیمانِ اُمُّ السّلم یاد آئے

ہجُومِ تجلّی کے پُر کیف منظر
بہت یاد آئے، تو کم یاد آئے

ملی یک بیک لذّتِ تشنہ کامی
مجھے ساقیانِ حرم یاد آئے

حرم کے وہ رہ رہ کے جُنبش میں پردے
نسیمِ سحر کی قسم یاد آئے

کہاں کے گُل و لالہ و ماہ و انجم
وہی اُن کے نقشِ قدم یاد آئے

وہاں جاکے بادِ صبا کچھ نہ کہنا
ہماری اگر شامِ غم یاد آئے

سُنا ہے حمیدؔ آج اُس انجمن میں
بہت سب کو رہ رہ کے ہم یاد آئے

نوائے صبحگاہی

اہلِ طیبہ جو کبھی خواب میں آجاتے ہیں
خلشِ حسرتِ دیدار بڑھا جاتے ہیں

منظرِ حُسنِ جہانتاب دِکھا جاتے ہیں
دل کے ہر گوشے کو پُرنور بنا جاتے ہیں

دعوتِ ذوقِ نظر دیکے بصد لُطف و کرم
دل کی خوابیدہ اُمیدوں کو جگا جاتے ہیں

ڈال کر بیخودیِ شوق کے پردے دل پر
خود مجھے میری نگاہوں سے چُھپا جاتے ہیں

چھیڑ کر سازِ تمنّائے زیارت پیہم
دل کو اک دردِ مجسّم وہ بنا جاتے ہیں

جلوہ ہائے حرمِ پاک کا اللہ رے کرم
جب اُٹھاتا ہوں نظر سامنے آجاتے ہیں

آخرِ شب نگہِ شوق کو ماہ و انجم
سبز گنبد کی فضا، یاد دلا جاتے ہیں

آکے طیبہ سے نسیمِ سحری کے جھونکے
دِل کے مرجھائے ہوئے پھُول کھلا جاتے ہیں

اُٹھتے ہیں کعبے کی جانب سے جو بادل پیہم
نگہِ لُطف کی اُمید دِلا جاتے ہیں

شبِ غم پچھلے پہر ڈوبتے تارے دل کو
مژدۂ جلوۂ دیدار سُنا جاتے ہیں

ابر میں برق کی چشمک کے نظارے اکثر
عالمِ جلوہ گہِ ناز دِکھا جاتے ہیں

آہ وہ سوز میں ڈوبے ہوئے نغماتِ اذاں
دھڑکنیں دل کی مرے اور بڑھا جاتے ہیں

یاد آکے شب و روز، شب و روزِ حرم
دل کے جذبات میں طوفان اُٹھا جاتے ہیں

جالیاں روضۂ اقدس کی جو یاد آتی ہیں
دیدہ و دل پہ کچھ انوار سے چھا جاتے ہیں

یاد آتے ہیں حضوری کے وہ لمحے جو حمیدؔ
سچ تو یہ ہے غمِ کونین بھُلا جاتے ہیں

بَیادِ کوئے حبیبؐ

یاد آرہے ہیں، یاد آنے والے — اب کوئی کیسے دل کو سنبھالے

اے یادِ ماضی، اے فکرِ فردا — جتنا ترا جی چاہے ستا لے

اے عمرِ رفتہ آخر کہاں گئی؟ — دَورِ حضوری واپس بلا لے

یاد آرہے ہیں اہلِ مدینہ — معصوم چہرے وہ بھولے بھالے

وہ دلبرانہ نازک خرامی — گردن جھکائے، نظریں سنبھالے

اللہ اللہ اُن کا مقدّر — اللہ جن کو اپنا بنالے

اے رہ نوردِ کوئے مدینہ — ہم غمزدوں کی بھی کچھ دعا لے

اللہ تجھ پر منزل بہ منزل — لطف و کرم کے برسائے جھالے

سوزِ جنوں کو، دردِ طلب کو — خضرِ رہِ شوق اپنا بنالے

ہر اشک بن جائے دریائے رحمت — احساسِ عصیاں اتنا بڑھا لے

کھلنے نہ پائے رازِ محبّت — تنہائیوں میں آنسو بہالے

ان کے سوا میں کیا نذر کرتا — قلب و نظر ہیں تیرے حوالے

میرے بھی غم کی رُوداد کہنا — جب حالِ دل تو اُپنا سُنالے

یہ عرض کرنا باچشمِ گریاں — اے تاج والے، اُپنا بنالے

جانم فدایت ماہِ مدینہؐ — آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کے اُجالے

رحمے بحالم، رحمے بجانم — دل سے لبوں تک آئے ہیں نالے

رُوحی فداک اے محبوبِ باریؐ — "اَللّٰہ لِیْ" فرمانیوالے

تجھ بن ہے داتا، کون اَب کھوّیا — ندیا بھی گہری، نیّا بھی ہالے

ارضِ بقیعِ پاک اب خدارا — دامن میں اپنے مجھکو چھپالے

تا کے حمیدِ بیچارہ گردد

آزردہ خاطر، آشفتہ حالے

ہم غریبوں کا بھی سلطانِ غریباں کو سلام

زائرو عرض کرو جب شہِ ذیشاں کو سلام
ہم غریبوں کا بھی سلطانِ غریباں کو سلام

پیش کرنا بہ کمالِ ادب و شوقِ نیاز
قبلۂ اہلِ وفا، کعبۂ ایماں کو سلام

یاد رکھنا حرمِ پاک کے جانے والو
اِس گنہگار کا بھی رحمتِ یزداں کو سلام

بھول جانا نہ کہیں وقتِ تلاوت للّٰہ
مہبطِ روحِ امیں، حاملِ قرآں کو سلام

خوابگاہِ شہِ کونین پہ ہر لحظہ درود
سحر و شام مرے حاصلِ ایماں کو سلام

گوشہ گوشہ پہ شبستانِ رسالت کے درود
روضہ و منبر و محرابِ درخشاں کو سلام

قبۂ نور پہ ہوتے ہیں جو قرباں ہمہ شب
اُن ستاروں کو سلام اُس مہِ تاباں کو سلام

جس سے ہوتی ہیں مری ہجر کی راتیں روشن
حرمِ قدس کی اُس شمعِ شبستاں کو سلام

فرشِ پا رہتی ہے جو صحنِ حرم میں ہر سو
اُس شبِ ماہ کو، اُس صبحِ درخشاں کو سلام

جس سے روشن ہوئے دل ہم سے سیہ کاروں کے
اُس درِ پاک کی قندیلِ فروزاں کو سلام

گنبدِ سبز کا ہر روز جو کرتی ہیں طواف
اُن شعاعوں کو، اور اُس مہرِ درخشاں کو سلام

روضۂ خلد میں جو محوِ عبادت ہونگے — اُن کے حُسنِ نظر و چہرۂ تاباں کو سلام

ذرا قدس پہ جو مصروفِ گہرباری ہو — نگہِ شوق کا اُس دیدۂ گریاں کو سلام

وہ جو احساسِ ندامت سے ہو طوفاں بکنار — ڈبڈبائی ہوئی اُس چشمِ پشیماں کو سلام

گُم جو ہو جلوۂ بے رنگ کے نظّارے میں — دلِ مُشتاق کا اُس دیدۂ حیراں کو سلام

باصد اخلاص و باندازِ غلامی کہنا — حرمِ پاک کے ہر خادم و درباں کو سلام

دل کو دل چشمِ توجہ کو بنایا جس نے — دل سے اُس راہبرِ منزلِ عرفاں کو سلام

جن کو حاصل ہے شرف آپؐ کی پابوسی کا — اُن گلی کوچوں کے ذرّاتِ درخشاں کو سلام

جو پھرا کرتے ہیں مستوں کی طرح گلیوں میں — اُن سگانِ بلدِ شاہِ رسولاںؐ کو سلام

نگہِ سرورِ کونینؐ پڑی ہے جس پر — اُس رہ و منزل و کہسار و بیاباں کو سلام

اک نظر کوہِ اُحد پر مری خاطر پہلے — پھر اُسی وادیِ فردوس بداماں کو سلام

محوِ آرام ہیں جس خاک پہ اصحابِ اُحدؓ — ایک مہجور کا اُس گنجِ شہیداں کو سلام

کیف و مستی میں فراموش نہ ہوں اہلِ بقیع — جملہ اصحابِ شہنشاہِ رسولاںؐ کو سلام

جس میں ہر لحظہ مہکتی ہے نسیمِ رحمت — اُس گلستاں کو سلام، اہلِ گلستاں کو سلام

رنگ و نکہت پہ شمیمِ چمنِ خُلد نثار غنچہ و لالہ و گُل، سُنبل و ریحاں کو سلام

جس میں ہے خُلد در آغوش قُبا کی مسجد اُس خیاباں کو سلام، اُس چمنستاں کو سلام

سازِ دل گونج اُٹھا کیفِ نوا سنجی سے چمنِ طیبہ کے مُرغانِ خوش الحاں کو سلام

جنکے صدقے میں خلش ہوتی ہے اب تک دل میں سنگریزوں کو، اور اُن خارِ مُغیلاں کو سلام

جذبۂ شوق کے عالم میں ذرا یاد رہے قافلے والوں کو، اور اُنکے حُدی خواں کو سلام

مست و سرشار نظر آئیں جو کچھ ناقہ سوار اُنکے بکھرے ہوئے گیسوئے پریشاں کو سلام

جس جگہ کرتے ہیں حجّاج پہونچ کر منزل اُن مقامات کو، اُن کوہ و بیاباں کو سلام

پا پیادہ جو ملے راہ میں دیوانۂ شوق اُس غریب الوطن و بے سر و ساماں کو سلام

غازۂ خاکِ رہِ شوق ہو جس کے رُخ پر اُسکے ذوقِ طلب و رنگِ پریشاں کو سلام

نعت پڑھتا ہوا مل جائے جو کوئی یمنی غائبانہ مرا اُس مست و غزلخواں کو سلام

رحمتِ حق سے میسّر ہوں وہ دن کاش حمیدؔ
خود کریں عرض شہنشاہِ رسولاںؐ کو سلام

فغانِ درد

جانِ بیتاب پر بن آئی ہے
خاکِ طیبہ تری دہائی ہے

حسرتِ دید رنگ لائی ہے
روح آنکھوں میں کھنچ کے آئی ہے

درِ اقدس کی جبہ سائی ہے
جذبۂ شوق کی بن آئی ہے

حاصلِ زیست زندگی ہے وہی
جو مدینے میں جاکے پائی ہے

خاکِ طیبہ کے ذرّے ذرّے میں
ہائے کیا شانِ دلربائی ہے

عالم نور ہی نظر آیا
جس طرف بھی نظر اُٹھائی ہے

اللہ اللہ وہ نظر، جس کی
جلوۂ ذات تک رسائی ہے

آج تک وہ فضائے نورانی
دیدہ و دل پہ میرے چھائی ہے

قُبۂ نور ہی کا صدقہ ہے
دل نے یہ روشنی جو پائی ہے

کیوں نہ پُرسوز ہوں مرے نغمے
سازِ طیبہ سے لَے ملائی ہے

شرم رکھ لے خدا، کہ دل نے مرے
محفلِ آرزو سجائی ہے

یادِ طیبہ نے جب کیا ہے کرم　　آنکھ بے ساختہ بھر آئی ہے

عالمِ رنج و یاس میں اکثر　　یہ صدا میرے دل سے آئی ہے

"سبقت رحمتی علی غضبی"　　رحمتِ حق نوید لائی ہے

قطعہ

آستانِ نبیؐ پہ جب میں نے　　پئے سجدہ جبیں جھکائی ہے

جالیوں کے قریب جانے سے　　نگہِ شوق تھرتھرائی ہے

یک بیک عالمِ حضوری میں　　ایک ہیبت سی دل پہ چھائی ہے

پھر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہی　　کیسی تسکینِ قلب پائی ہے

سایۂ رحمتِ دو عالمؐ میں　　کیا ہی پُر کیف نیند آئی ہے

مرحبا عشق، آفریں اے دل　　نسبتِ حُسن رنگ لائی ہے

دل شکستہ حمیدؔ خلوت میں　　آج محوِ غزل سرائی ہے

پھر مدینے بلائیں گے وہ حمیدؔ

اِس قدر کیوں غمِ جدائی ہے

نذرِ عقیدت

صبا میری نذرِ عقیدت لئے جا
سلام و پیامِ محبّت لئے جا

گہرہائے چشمِ بصیرت لئے جا
یہ جتنے ہیں اشکِ ندامت لئے جا

نگاہوں کا جوشِ لطافت لئے جا
مرے دردِ دل کی امانت لئے جا

مری آرزوئیں، مری التجائیں
بدرگاہِ ختمِ رسالتؐ لئے جا

بچھانا مدینے کی اک اک گلی میں
یہ گلہائے داغِ محبّت لئے جا

سروکار کیا اس سے قلبِ حزیں کو
یہ جو کچھ ہے سامانِ احت لئے جا

سکونِ آبِ زمزم کے چھینٹوں سے ہوگا
مرے سوزِ دل کی حرارت لئے جا

ارادہ اگر ہے طوافِ حرم کا
مرے اشک بھی ابرِ رحمت لئے جا

طلب کی بشارت مجھے آکے دینا
مرا ذوق و شوقِ زیارت لئے جا

مدینے کی صبحِ تجلّی کا صدقہ
سوادِ غمِ شامِ فرقت لئے جا

مرے دیدہ و دل کا اللہ مالک
مرے دیدہ و دل کی حسرت لئے جا

میں کیا قبّۂ نور کے بعد دیکھوں
مری چشمِ نم کی بصارت لئے جا

حمیدِ حزیں کی طرف سے خدارا
پئے نذر نظمِ ارادت لئے جا

تشنہ لب با آب اندر

اے ساقیِ کونین یہ کیا بوالعجبی ہے
سیراب ہوں میں پھر بھی وہی تشنہ لبی ہے

اب اور کسی بزم کو کیا دیکھئے جاکر
آنکھوں میں سمایا ہوا دربارِ نبیؐ ہے

کٹتے ہیں مدینے کے تصوّر میں شب و روز
اب تک وہ خمارِ اثرِ نیم شبی ہے

اے گنبدِ خضرا ترے جلوؤں کے تصدّق
تو خوابگہِ خاص رسولِ عربیؐ ہے

رگ رگ میں مری، بنکے لہو دوڑ رہا ہے
وہ کیف، جو صد نازشِ کیفِ عنبی ہے

یاد آتے ہیں رہ رہ کے مدینے کے مناظر
اے لذّتِ غم پھر وہی راحت طلبی ہے

آتا ہے مدینے سے ہوا کا کوئی جھونکا
افسردہ نہ ہو آگ جو سینے میں دبی ہے

گونجا ہوا کانوں میں ہے وہ لحنِ حجازی
پیشِ نظر اک ایک خوش آوازِ صبی ہے

آرامگہِ سیّدِ لولاکؐ کی جانب
اٹھنا نگہِ شوق کا بھی بے ادبی ہے

کیا چیز ہے پھر گرمیِ ہنگامۂ محشر
جب سایۂ دامانِ رسولِ عربیؐ ہے

کہتے ہیں غزل سن کے حمیدؔ اہلِ محبت
کیا زمزمہ پردازِ گلستانِ نبیؐ ہے

سلام علیک

حضورِ سیّدِ ہر دو سرا سلام علیک
بذوق و شوق ہم از مصطفٰے سلام علیک
بصد ہزار ادب و التجا سلام علیک
زمن بریں بہ مدینہ صبا سلام علیک
چنانکہ می برد اہلِ وفا سلام علیک

حریمِ قدس میں دے حاضری بہ قلبِ صمیم
دکھا و فورِ ارادت پہونچ کے پیشِ حطیم
دعائیں مانگ بروئے مقامِ ابراہیم[1]
رساں رساں بہ درِ روضۂ رسولِ کریمؐ
بصد تضرّع ز ما بینوا سلام علیک

فدائے رحمتِ عالمؐ، نثارِ شانِ کرم
بہ ذوق و شوق و دعا بر لب و بہ دیدۂ نم
کئے ہی جا بہ ادب عرضِ مدّعا پیہم
بروزِ عینِ توقّع کہ از گنہگارم
نہ رد کنی بہ پذیری شہا سلام علیک

جنونِ شوق میں شاید ابھی ہے کچھ خامی
ستا رہا ہے بہت دل کو رنجِ ناکامی
حمید کا نہیں تیرے سوا کوئی حامی
زخستہ عاجز و مسکین و ناتواں جامیؔ
رساں بحضرتِ اوائے خدا سلام علیک

---

[1] باب کعبہ کی سمت مقابل میں محلِ نشانِ قدم حضرت ابراہیمؑ ہے، جس کی نسبت قرآنِ کریم میں آیا ہے:۔
"واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی" ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا ٹھکانا بناؤ۔۱۲

نسیما جانبِ بطحا گذر کُن

بہت ہے تجھ سے اُمیدِ تعاون   لگی ہے ایک مُدت سے یہی دُھن
خدارا میری عرضِ مُدعا سُن   نسیما جانبِ بطحا گذر کُن
زا حوالم محمدؐ را خبر کُن

کہاں تک کاہشِ غم یا محمدؐ   کہاں تک اشکِ پیہم یا محمدؐ
کہاں تک دامنِ نم یا محمدؐ   توئی سُلطانِ عالم یا محمدؐ
زراہِ لُطف سُوئے من نظر کُن

بہت مُدت سے ہوں شوقِ سراپا   مری نظریں بھی ہیں بیتابِ جلوا
کہاں تک آہ یہ امروز و فردا   برایں جانِ مُشتاقم درانجا
فدائے روضۂ خیر البشر کُن

بجانِ دردمندانِ محبت   بپاسِ گوشۂ دامانِ رحمت
حمیدِ خستہ پر ہو پھر عنایت   مُشرّف گرچہ شد جامیؔ زِ لُطفت
خُدایا ایں کرم بارِ دگر کُن

پیامِ ارادت

بخطاب بحضرت قبلۂ طریقت مرشدنا و مولٰنا مولوی حضرت الحاج محمد عبدالغفور شاہ صاحب نقشبندی مجددی مہاجر مدنی

صبا اگر گذرے اُفتدت بکوئے حبیبؐ — زمن سلام و نیازے ببر بسوئے حبیبؐ

انیسِ جان و دلِ مخلصان و اہلِ نیاز — خلوص پرور و مخدومی و حقیر نواز

چراغِ راہِ حرم، رہنمائے صدق و صفا — جنابِ مولوی عبدالغفور قبلۂ ما

سپس بگوئے کہ اے معدنِ عطا و کرم — یکے ز حلقہ بگوشانِ مخلصِ تو منم

بدامِ خلقِ کریمت اسیر ہر کہ و مہ — ز خوانِ عاطفتت بہرہ گیر ہر کہ و مہ

ہمیں شرف نہ ترا بس کہ در جوارِ نبیؐ — "فدائے او دل و جانِ حمیدؔ" جا داری

بشکر اینکہ بر آں آستانۂ قدسی — میسّرست ترا روز و شب جبیں سائی

چہ باشد ار بقدمگاہِ روضۂ انور — بشوق عرض کنی زیں غلام خستہ جگر

کہ "اے شفیعِ اُممؐ"، حامیِ خطا کاراں — یکے نگاہِ کرم، بر حمیدؔ بے ساماں

خطابِ خاص بہ قرآں ترا رؤف و رحیم — روا مدار کہ مانم چنیں بہ حالِ سقیم

بہ ہند خستہ و رنجور تا بکے باشم — ز آستانِ تو مہجور تا بکے باشم

تو ابرِ رحمتی، بر حالِ زارِ من رحمے

ایا رؤف، بجانِ نزارِ من رحمے

تو قربِ کسے دارِیؐ[1]

پہچان گئے پردۂ در دیکھنے والے
اللہ کے محبوبؐ کا گھر دیکھنے والے

چھایا ہوا اک رنگ ہے، اک کیف ہے، اک نور
کیا چیز ہوئی پیشِ نظر دیکھنے والے

اِس نور کے ٹکڑے میں عجب جذب و اثر ہے
دیکھا ہی کریں شام و سحر دیکھنے والے

جلوؤں کا نگاہوں سے نہ ہو جائے تصادم
ہُشیار، خبردار، اُدھر دیکھنے والے

اعجازِ بصیرت بھی بصارت میں نہاں ہے
آئینے میں دیکھ اپنی نظر دیکھنے والے

جلوؤں کا وہ عالم، کہ ٹھہرتی نہیں نظریں
دیکھیں گے یُونہی تجھ کو، مگر دیکھنے والے

ہوں پیشِ نظر رَوضۂ اَقدس کے مَناظر
دیکھیں مری نظروں سے، اگر دیکھنے والے

---

[1] اِس نظم میں اُن تاثرات کا اظہار کیا گیا ہے، جو رَوضۂ اطہر کے غلاف کا ایک ٹکڑہ دیکھ کر پیدا ہوئے۔ ۱۲

مرحبا مرحبا، تعال تعال!

جبذا جبذا نسیمِ شمال | مرحبا مرحبا تعال تعال
یاد آہی گیا تجھے آخر | ایک ہجراں زدہ شکستہ حال
تیرے آنے سے آئی جان میں جان | شدّتِ غم سے جی بہت تھا نڈھال
یادِ ایّامِ دل فروز، کہ جب | دولتِ دید سے تھے مالا مال
اب بھی آتی ہے کیا نسیمِ حرم؟ | "ذو الحُلیفہ" میں بہرِ استقبال
ساکنانِ مدینہ کیسے ہیں؟ | خادمانِ حرم کا ہے کیا حال
ہم جوارِ درِ حبیبِ خدا | خوبرو، خوشجمال، نیک خصال
اُن کے عزّ و شرف کا کیا کہنا | دولتِ قُرب سے ہیں مالا مال
کتنے اچھے ہیں سائلانِ حرم | حُسن و خوبی میں آپ اپنی مثال
تنگدستی کے باوجود کبھی | نہیں کرتے دراز دستِ سوال
نذر کر لیتے ہیں قبول، مگر | خواہ اِک "قُرش" ہو کہ ایک ریال

ہو گئے جو گدائے کوئے حبیب ﷺ — ہیں وہی خوش نصیب و خوش اقبال

پاک باطن غریب "تکرونی"[1] — جن میں ہوتے ہیں بعض صاحبِ حال

دیکھ کر جن کو یاد آتے ہیں — سیّدالعاشقین جنابِ بلالؓ

صُبح کے وقت کیا نماز کے بعد — اَب بھی پڑھتے ہیں "سورۂ انفال"؟

قابلِ رشک ہے وہ قسمت — جس کو حاصل ہو حاضری ہر سال

اللہ اللہ تھے کبھی ہم بھی — محوِ نظّارۂ حریمِ جمال

عیدِ نظّارہ تھا نظر کے لئے — قُبّۂ نور کے کلس کا ہلال

درِ اقدس کی جالیوں کی طرف — دیکھ لے آنکھ بھر کے کس کی مجال

---

[1] تکرونی (حبشی نما) مسجد نبویؐ کے ایک گوشے میں بیٹھے رہتے ہیں، مُہذّب، محترم قیمتی عبا، نفیس عمّامہ سے آراستہ، نفیس اور خوشنما حزام سے پیراستہ رہتے ہیں، جن کی وجاہت اور شان ہزاروں روپیوں سے ارفع و اعلیٰ معلوم ہوتی ہے، لیکن اگر آپ کچھ دینا چاہیں "قِلّت مِقدَارہٖ او کَثرت" لینے میں کوئی تأمّل بھی نہیں کرتے۔ بَارَکَ اللہ، جَزاکَ اللہ کہتے ہوئے نہایت خوشی سے قبول کر لیتے ہیں۔ لینے میں انکار نہیں، زیادتی پر اصرار نہیں۔ ۱۲

آج ہیں وقفِ انتظار آنکھیں | آج گویا نظر نظر ہے سوال

شوقِ دیدار میں ہیں محوِ سکوت | جُرأتِ عرضِ حال بھی ہے محال

اَپنے ہاتھوں ہوئے ہیں خود برباد | اُپنے قدموں سے خود ہوئے پامال

حالِ دل جس نے کر دیا اَبتر | ہے وہ خود اپنی شامتِ اعمال

کب نظر آئے گا وہ نورِ سحر | جائے گی کب یہ شامِ رنج و ملال

یاد آتی ہے صُبح و شامِ حرم | پڑھتے ہی "بِالغُدُوِّ وَالآصَال"

آجتک ہیں نگاہ و دل پہ مُحیط | جلوہ ہائے دیارِ حُسن و جمال

عینِ بیداری و حقیقت کو | کیسے سمجھیں ہم آہ خواب و خیال

یہ بھی اُن کے کرم کا صدقہ ہے | عالمِ ہجر بھی ہے عینِ وصال

تو رہے برقرار در دِ حبیبؐ | شادم از سوزِ ہجر در ہمہ حال

برق سی دل پہ گر گئی ہے حمیدؔ
جب مدینے کا آگیا ہے خیال

اَھلاً وسَھلاً

خوشا نگاہ کہ او بنگرد بشوقِ تمام
تجلّیِ حرم و رَوضۂ رسُولِ اَنامؐ

سب اَہلِ عشق جسے شہرِ حُسن کہتے ہیں
اُس اَرضِ پاک پہ شام و سحر درود و سلام

جو خاص جلوہ گہِ رحمتِ دوعالمؐ ہے
جو خود خدا کو بھی محبوب ہے، وہ پاک مقام

زہے چمن کہ نسیمِ کرم جہاں ہر وقت
شمیمِ رَوضۂ اطہر لئے ہے محوِ خرام

نفَس نفَس میں وہ کیف و نشاط کا عالم
نظر نظر میں وہ اَنوارِ حُسن گام بگام

کوائفِ سفرِ حج سُنائیے تو سہی
دیارِ پاک میں کتنے دنوں رَہا تھا قیام؟

جمالِ گنبدِ خضرا کے دیکھنے والے
ہمارے دیدۂ تر کا بھی کہدیا تھا پیام؟

مجھے بھی اپنی دُعاؤں میں یاد رکھا تھا؟
زباں پہ کیا کبھی آیا تھا اِس حقیر کا نام؟

حمیدؔ کے لئے کر دیجئے دُعا دل سے
درِ حضورؐ پہ حاضر ہو کاش پھر یہ غلام

خدا دکھائے مجھے پھر مدینۃ المحبوبؐ
بحقِّ خاصۂ خاصانِ انبیائے کرامؑ

زائرانِ حرم کی آمد

خاکِ درِ رسولؐ کی دولت لئے ہوئے / آتے ہیں سب خزینۂ رحمت لئے ہوئے

گھر سے گئے تھے دیدۂ حسرت لئے ہوئے / آئے ہیں نورِ چشمِ بصیرت لئے ہوئے

کعبے سے آ رہی ہے گھٹا جھومتی ہوئی / دامن میں اپنے بارشِ رحمت لئے ہوئے

آئی نسیمِ صبح عجب لطف و ناز سے / گلہائے باغِ طیبہ کی نکہت لئے ہوئے

آئے ہیں زائرانِ حرم آج اے جمیلؔ / دل میں سرور و کیفِ زیارت لئے ہوئے

دیکھے تو چشمِ خاص سے اُنکی طرف کوئی / کیا چیز ہے نگاہِ محبّت لئے ہوئے

ہر اک نگاہِ شوق قدم چومنے لگی / آنکھیں جو ہیں جمالِ زیارت لئے ہوئے

کیوں اہلِ دل نہ فرطِ محبّت سے چوم لیں / یہ دستِ شوق کس کی ہیں نسبت لئے ہوئے

شاید غلافِ کعبہ سے اکثر ہوئی ہیں مس / آنکھیں ہیں ایک خاص لطافت لئے ہوئے

خاکِ درِ حبیبؐ کا دیکھے کوئی اثر / رُخ ہے سرور و نورِ عبادت لئے ہوئے

محسوس ہو رہا ہے یہ لطفِ کلام سے / ہر سانس ہے پیامِ مسرّت لئے ہوئے

نظارۂ حریمِ رسالتؐ کے فیض سے — دل کا ہر ایک گوشہ ہے جنّت لئے ہوئے

کیا جانئے کہ سجدے کئے ہیں کہاں کہاں — اک نور ہے جبینِ عقیدت لئے ہوئے

ہر گوشۂ نگاہ کے قربان جائیے — ہے منظرِ حریمِ رسالت لئے ہوئے

سچ پوچھئے تو اس کی ہمیں خود خبر نہیں — دل ہے جو اک لطیف امانت لئے ہوئے

تشریف لائے مولوی اسلمؔ[1] بفضلِ حق — طیبہ سے دو جہان کی دولت لئے ہوئے

ہم بیکسوں کے واسطے بھی کیجیے دُعا — دل آپ کا ہے دردِ محبّت لئے ہوئے

حاضر درِ نبیؐ پہ جگرؔ[2] بھی ہوں اے خدا — آنکھوں میں جوشِ اشکِ ندامت لئے ہوئے

پہونچے درِ حبیبؐ پہ اے کاش پھر حمیدؔ — دردِ غمِ فراق کی لذّت لئے ہوئے

اِک آہ کھینچ کر یہ کہے "یا رسُولِ پاکؐ"

آیا ہوں در پہ دردِ محبّت لئے ہوئے

---

[1] مخدوم و مکرم جناب مولوی محمد اسلم صاحب قبلہ فرنگی محلی -۱۲

[2] محترمی استاذی حضرت جگرؔ مُرادآبادی مدظلہ العالی -۱۲

غلامانِ شاہِ ہُمم آ رہے ہیں

غلامانِ شاہِ ہمم آ رہے ہیں
گدایانِ کوئے حرم آ رہے ہیں

گئے تھے گنہگار بن بن کے، لیکن
سزاوارِ لُطف و کرم آ رہے ہیں

زیارت کو بیتاب ہے دل یہ سُنکر
مرے مخلص و محترم آ رہے ہیں

تجھے اب تک اے دل یقیں کیوں نہیں ہے
تری آرزو کی قسم آ رہے ہیں

پئے ساغرِ زمزم و جامِ کوثر
وہی مست با کیف و کم آ رہے ہیں

ضیا بار آنکھیں ہیں، روشن جبینیں
لئے نورِ صبحِ حرم آ رہے ہیں

فسردہ دلوں کیلئے "حاجی صاحب"[1]
مثالِ نسیمِ کرم آ رہے ہیں

نظر رُوح پرور، قدم رہبرانہ
بفیضانِ شاہِ اُمم آ رہے ہیں

اِدھر سے بھی باچشمِ نم ہی گئے تھے
اُدھر سے بھی باچشمِ نم آ رہے ہیں

نثار اُن پہ کونین کی شادمانی
جو دل میں لئے دردِ غم آ رہے ہیں

حمیدؔ اپنی آنکھوں سے بڑھ کر لگاؤ
درِ پاک سے وہ قدم آ رہے ہیں

---

[1] یعنی مخدومی و محترمی حاجی محمد شفیع صاحب بجنوری مدظلہ العالی اور آپ کے ہمراہیان کی آمد آمد میں ایک خاص جذبہ سے متاثر ہو کر یہ نظم کہی گئی ہے۔ ۱۲ حمیدؔ

وہ آئے دیکھئے اللہ کا گھر دیکھنے والے

کوئی عالم ہو رُک سکتے ہیں کیونکر دیکھنے والے
وہ آئے دیکھئے اللہ کا گھر دیکھنے والے

پسِ پردہ کوئی ہے جلوہ گستر دیکھنے والے
اُسی جانب کو دیکھے جا برابر دیکھنے والے

نہ ہوں کیوں دیکھ کر قربان تجھ پر دیکھنے والے
تری آنکھیں لئے ہیں خاص منظر دیکھنے والے

سراپا حُسن بنکر آرہے ہیں زائرِ طیبہ
سنبھالیں اپنا اپنا قلبِ مضطر دیکھنے والے

قسم ہے تجکو ذوقِ دید کی اتنا تو بتلادے
نظر آیا تھا کیا، کعبے کے اندر دیکھنے والے

کوئی اُس وقت محویت کی اک تصویر لے لیتا
تری آنکھیں تھیں جب حیران و ششدر دیکھنے والے

تری حیرت زدہ آنکھوں نے دیکھا کون سا جلوہ
حریم کعبہ کے پردے میں چھپکر دیکھنے والے

فرشتے سر بسجدہ رہتے ہیں جس آستانے پر
وہ دیکھا تو نے گھر اللہ اکبر دیکھنے والے

حریم پاک کے جو وقت پردے اُٹھ رہے ہونگے
وہ عالم تو نے دیکھا ہوگا کیونکر دیکھنے والے

تری جنّت کو اے رضواں اگر دیکھیں تو کیا دیکھیں
مدینے کی بہشتِ رُوح پرور دیکھنے والے

اِدھر آ تیری آنکھوں کی بلائیں تو ذرا لیلوں
بہارِ گنبدِ خضرا کا منظر دیکھنے والے

مگر نقش و نگارِ بزمِ ہستی کس طرح دیکھیں
رسُول اللہ ؐ کا دربارِ انور دیکھنے والے

تصدّق رُبعِ مسکوں کی لطافت تیری آنکھوں پر
یہ چراغ و مسجد و محراب و منبر دیکھنے والے

خدا جانے یہ کیسا جذب ہے تیری نگاہوں میں
تجھے دیکھے ہی جاتے ہیں برابر دیکھنے والے

حمید اپنی غزل میں کھینچ دے نقشہ مدینے کا
تڑپ جائیں جسے سُنکر وہ منظر دیکھنے والے

تمنّائے اہلِ نظر بن کے آئے

اُمیدوں کی شام و سحر بن کے آئے — نظر میں وہ حُسنِ نظر بن کے آئے

پیامِ محبّت اثر بن کے آئے — کہ موجِ نسیمِ سحر بن کے آئے

مداوائے دردِ جگر بن کے آئے — دُعا بن کے آئے، اثر بن کے آئے

کسی کو بنایا ہلاکِ تمنّا — کسی کے لئے چارہ گر بن کے آئے

لبوں پر دُرود اور نگاہوں میں مستی — ثنا خوانِ خیر البشرؐ بن کے آئے

صبا[1] جس سے ہے رسمِ پیغام جاری — اُسی کے شریکِ سفر بن کے آئے

عجب شان سے طے ہوئی راہِ طیبہ — گئے شعلہ ساماں شرر بن کے آئے

کسے ڈھونڈھتی ہیں یہ مشتاق نظریں — جو آئے تو حیرت نگر بن کے آئے

زمانے کی پڑتی ہیں ان پر نگاہیں — کوئی چیز المختصر، بن کے آئے

صِلہ مل کے رہتا ہے ذوقِ طلب کا — وہ مقبولِ خیر البشرؐ بن کے آئے

تہی دامنوں کیلئے "اصطفا خاں" — عطائے شہِ بحر و برؐ بن کے آئے

مبارک حمیدؔ اُن کو یہ ہوش و مستی

بہت بے خبر، باخبر بن کے آئے

---

[1] استعارہ ہے ہوائی جہاز سے سفر کرنے کی جانب۔ ۱۲ حمید

مدینے کے مُسافر

مسرّت رقص میں ہے ہر طرف عشرت کا ساماں ہے
سُرور و وجد میں ہر ایک دل خود ہی غزلخواں ہے

چمکتا ہے جو رہ رہ کر یہ کیا ہے نورِ ایماں ہے
نگاہیں خیرہ ہیں جس سے وہ موجِ برقِ عرفاں ہے

فضائیں چھائی ہیں ہر سمت گویا جنّتیں بنکر
برسنے کو ہیں یہ کالی گھٹائیں رحمتیں بنکر

خدا کے نیک بندے ہم گنہگاروں میں آئے ہیں
خطائیں بخشوا کر پھر خطا کاروں میں آئے ہیں

لئے ایماں کی دولت ہم سے ناداروں میں آئے ہیں
گلستاں چھوڑ کر یہ پھول پھر خاروں میں آئے ہیں

مدینے کے مُسافر جانبِ ہندوستاں آئے
کسی صحرا میں گویا چھوڑ کر اک گلستاں آئے

عرب میں دیکھ آئے ہیں یہ نظّارہ حقیقت کا
انھوں نے موجزن دیکھا ہے سرچشمہ ہدایت کا

انھیں معلوم ہے ہر رازِ اسرارِ محبّت کا
انھوں نے غور سے دیکھا ہے اک اک باب فطرت کا

زہے قسمت کہ تھے "اکبر میاں"[1] دربارِ حضرت میں
خوشا وقتے کہ جب تھے سایۂ دامانِ رحمت میں

وہ چشمِ شوق جو دیکھے بہارِ گنبدِ خضرا
وہ چشمِ شوق جو دیکھے رسُول اللہ کا روضہ

وہ چشمِ شوق نظّارہ کیا جس نے مدینے کا
وہ چشمِ شوق دیکھا جسنے حُسنِ جلوۂ بطحا

وہ چشمِ شوق کعبہ جسنے دیکھا ہے اُسے چومو
لطافت جذب کر لو آنکھ سے اور وجد میں جھومو

---

[1] مخلص کرم گستر حاجی محمد اکبر علی خاں صاحب۔ واحیثہ

عرب کے میکدے سے پی کے آئے مے حقیقت کی
گھٹائیں چھائی ہیں "احمد علی"[1] کے سر پہ رحمت کی

کیا حج، ہو گئیں طے منزلیں راہِ محبت کی
مبارک "اعظم و بھابی"[2][3] کو یہ دولت شفاعت کی

یہ دنیا ہو کہ جنت اب یہ "بھابی" سب تمہاری ہے
خدا کی ہو گئیں تم، تو خدائی اب تمہاری ہے

خدا اب "فضلو بھائی"[4] کو بھی یہ دن جلد دکھلائے
دیارِ پاک میں "باجی"[5] کو بھی اللہ پہونچائے

عنایت کی نظر "قاسم"[6] پہ بھی اللہ فرمائے
کمالِ جذبۂ الفت انھیں بھی جلد بلوائے

ادا ہو فرض حج کا، حاجیوں میں یہ بھی ہو جائیں
جو داغِ معصیت دامن پہ ہوں انکے وہ دھو جائیں

یہاں "جنت بداماں آمنہ"[7] آنا مبارک ہو
مئے وحدت سے بھر کر زمزمی لانا مبارک ہو

مبارک ہو سرورِ سرمدی پانا مبارک ہو
حریمِ مصطفےٰ میں پھر تمھیں جانا مبارک ہو

ثنا خوانی مری مقبول ہو گی مدعا بنکر
حمید اشعار میرے رنگ لائینگے دعا بنکر

---

[1] حبیبی و محبی حاجی حافظ قاری احمد علی خاں صاحب۔ ۱۲

[2] محبِ دلنواز حاجی محمد اعظم علی خاں صاحب۔ ۱۲

[3] اہلیہ حاجی محمد اعظم علی خاں صاحب۔ ۱۲

[4] شفیقِ مکرم سید فضل حسین صاحب۔ ۱۲

[5] محترمہ ساجدہ خاتون صاحبہ۔ ۱۲

[6] عزیزِ دلم ابو القاسم خاں صاحب۔ ۱۲

[7] رفیقۂ سفرِ حجاز، رہبرِ راہِ شوق و نیاز، محرمِ رازِ نسیم ناز، حمید نواز، نور دیدہ آمنہ خاتون سلمہا۔ ۱۲

جمالِ صورت و معنی ہمین ہمت تست
کہ ظاہرت و رزم و باطنت نژند مباد

وہ آئے ہیں نورِ علیؑ نور ہو کر

خوشی سے ہر اک کیوں نہ آنکھیں بچھائے
جگر صاحب آئے، جگر صاحب آئے

نظر میں حقائق کے جلوے چھپائے
محبّت کے زخموں کو دل سے لگائے

دل اُن کا ہے واقف وہی جانتے ہیں
خدا سے انھوں نے جو انعام پائے

انھیں کی نگاہِ بصیرت سے پوچھو
جو منظر محبت نے ان کو دکھائے

حقیقت سفر کی وُہی جانتا ہے
قدم جو رہِ جستجو میں بڑھائے

مُبارک ہو اُن مُضطرب سینیوں کو
جُدائی کے صدمے جنھوں نے اُٹھائے

بفضلِ خدائے نگہبانِ عالم
سفر سے مع الخیر تشریف لائے

اِدھر بھی نظر ہو ذرا بندہ پرور
نگہ میں یہ جلوے ہیں کس کے سمائے

زبانِ حقیقت سے فرمائیے کچھ
تصوّر ہی میں کاش کچھ لُطف آئے

وہ محمود و مسعود آئے زمانہ
کہ پھر رَبِّ کعبہ مدینے بُلائے

حریمِ رسالتؐ میں ہو باریابی
دل اُسکے نظاروں سے تسکین پائے

چلو دیکھیں سکھی طیبہ نگری

جس دیس میں ہے اللہ کا گھر — وہ پیارے نبیؐ کا پیارا نگر
ہر شے ہے جہاں فردوسِ نظر — انوار کی بارش آٹھ پہر

من موہنی سُندر رہر ڈگری
چلو دیکھیں سکھی طیبہ نگری

طیبہ کی بھری برساتوں میں — پُرنور، سُہانی راتوں میں
آئیں گے مزے دیہاتوں میں — دن رین کٹیں گے باتوں میں

مِٹ جائے گی یہ تڑپن سگری
چلو دیکھیں سکھی طیبہ نگری

کچھ حُسنِ نظر بڑھ جائے گا — کچھ رنگ تصوّر لائے گا
دل کیوں نہ حمیدؔ اترائے گا — جب اپنی مُرادیں پائے گا

حد سے ہے سوا سوزِ جگری
چلو دیکھیں سکھی طیبہ نگری

بمہمانِ محترم

اے خوشا نصیب آئیں ہند میں "بہاء الدین"[1] | کس قدر زمانے میں محترم ہے نام ان کا
ان کی میزبانی سے آج ہم مشرف ہیں | خاص ہم غریبوں پر ہے یہ فیض عام ان کا
رشکِ صد تمنا ہے ان کی یہ جواں بختی | ہے جوارِ رحمت میں رات دن قیام ان کا
کیوں نہ ہو، مزوّر ہیں یہ حریمِ اقدس کے | اللہ اللہ یہ رفعت اور یہ مقام ان کا
مسکن و مقام ان کا ہے دیارِ محبوبی | کیوں نہ دل کرے اپنا عزّ و احترام ان کا
ہر گھڑی حضوری کا ہے شرف انھیں حاصل | سنتے ہیں رسول اللہ ﷺ روز و شب پیام ان کا

---

[1] یہ نظم مجسمۂ خلوص و ایثار سراپا مہر و محبت رئیس المزوّرین حضرت شیخ بہاء الدین صاحب خانقجی مدظلہ العالی کی تشریف آوری کے موقع پر ہوئی تھی، آپ کی ہستی رسماً و تعظیماً نہیں بلکہ حقیقتاً ایک قابلِ قدر ہستی ہے، حسنِ اخلاق و وسعتِ مدارات کا اندازہ آپ کے کاموں سے ہوتا ہے، صبح سے شام تک مہمانوں کی خدمت میں مشغول رہتے ہیں، زائرین کے قیام کا بندوبست آرام و آسائش پہونچانے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے ہیں، ہمارے مخدوم و محترم حاجی محمد مصطفٰے خاں صاحب نے حرم نبوی کے قریب ایک مکان (مصطفٰے منزل) کے نام سے خرید کر زائرین کے قیام کیلئے وقف کر دیا ہے، کہ (شاید اسی بہانے حشر میں اہلِ مدینہ میں شمار ہو جائے) اس رباط کے آپ مہتمم بھی ہیں۔۱۲

آنکھ محوِ نظّارہ، لب پہ یا رسول اللہؐ حاصلِ عبادت ہے شغل صبح و شام ان کا

ہو غریب یا منعم، سب کو دیکھنا یکساں حسنِ خلق یہ انکا، اور یہ لطفِ عام ان کا

زائرانِ طیبہ سے پوچھئے حقیقت میں دیکھنے کے قابل ہے حسنِ انتظام ان کا

حاضرینِ مجلس کی التجائے غم سُنئے صرف ایک حسرت ہے مختصر پیام ان کا

بارگاہِ حضرتؐ میں، حاضری ہو جب حاصل دل سے پیش فرمائیں ہدیۂ سلام ان کا

دل بھی تو حمیدؔ اپنا اب نہیں کسی قابل

نذر انکی خدمت میں کیا کرے غلام ان کا

آستانۂ عالیہ مجدّدیہ سرہند شریف

سُرور افزا فضا "سرہند" کی معلوم ہوتی ہے
یہاں کی زندگی میں زندگی معلوم ہوتی ہے

کشش ایسی کہیں بھی دیکھنے سُننے میں کب آئی
کبھی محسوس ہوتی ہے، کبھی معلوم ہوتی ہے

فضا معمور ہے یوں حُسن کے جلوؤں کی کثرت سے
کہ ہر ذرّے کو جیسے آگہی معلوم ہوتی ہے

یہاں کا ذرّہ ذرّہ دے رہا ہے درسِ رُوحانی
سُکونِ قلب کی سی خامُشی معلوم ہوتی ہے

تجلّی ضو فگن ہے بالیقیں ماہِ رسالتؐ کی
کہ دن میں چاندنی چھٹکی ہوئی معلوم ہوتی ہے

تصرّف ہے یہ سیرت کا، تجلّی ہے یہ سُنّت کی
جھلک بالکل دیارِ پاک کی معلوم ہوتی ہے

وہی جمعیّتِ خاطر، وہی اَنوار کی بارش
مدینے کی سی جیسے حاضری معلوم ہوتی ہے

مسرّت خیز ہے موجِ ہوا کی شبنم افشانی
شگفتہ آج کچھ دل کی کلی معلوم ہوتی ہے

یہاں راہیں دکھائی جاتی ہیں گُم کردہ راہوں کو
یہاں آکر خودی بھی بے خودی معلوم ہوتی ہے

زمیں سے آسماں تک موجزن ہے نور کا دریا
فضا میں روشنی ہی روشنی معلوم ہوتی ہے

شُعاعیں عکس افگن ہیں کسی کے جلوۂ رُخ کی
دلِ تاریک میں تابندگی معلوم ہوتی ہے

سکونِ قلبِ مُضطر ہے، نشاطِ رُوح پرور ہے
حقیقت میں یہ "جنّت کی گلی" معلوم ہوتی ہے

سُرور و کیف سے از خود ہوئی جاتی ہیں بند آنکھیں
پہونچتے ہی یہاں کچھ نیند سی معلوم ہوتی ہے

زبانِ حال سے بھی شرح جس کی ہو نہیں سکتی
کوئی مخصوص ایسی بات بھی معلوم ہوتی ہے

کچھ ایسا مطمئن ہے جذبۂ بے اختیارِ دل
اسی دَر کی مجھے نسبت قوی معلوم ہوتی ہے

مزارِ "حضرتِ معصومؒ" کے جلوؤں کا کیا کہنا
اُدھر اک بات کوئی دوسری معلوم ہوتی ہے

حمیدؔ اللہ اکبر کس قدر شانِ جلالت ہے
دُعا کرتے ہوئے بھی کپکپی معلوم ہوتی ہے

برآستانۂ خضرِ طریقت حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمان صاحب گنج مُرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ

لیکے آئی ہے کہاں یہ میری حیرانی مجھے
گم کئے دیتی ہے جلوؤں کی فراوانی مجھے

ہو بہو "سرہند" کا نقشہ ہے میرے سامنے
منظرِ اوّل بنا ہے منظرِ ثانی مجھے

میں کہاں "گنجِ مُرادآباد کا روضہ" کہاں
کھینچ لایا ہے یہاں تک فضلِ رحمانی مجھے

اور بھی اکثر مزاروں پر ہوئی ہے حاضری
لیکن ایسی تو نظر آئی نہ تابانی مجھے

دل میں استغنا کی دولت، سر میں سودائے طلب
کچھ تو پہونچا ہے اُدھر سے فیضِ رحمانی مجھے

شعر پڑھ پڑھ کر ترے مستوں نے کیفِ حال سے
کردیا بیساختہ محوِ غزل خوانی مجھے

کیا بیاں ہوں مسجد و محراب و منبر کے صفات
خود بخود یاد آگئی "محرابِ عثمانی" مجھے

اللہ اللہ کیا فضائے نور و نکہت ہے یہاں
ہے مُرادِ دل، مزارِ فضلِ رحمانی مجھے

کیجئے میری سفارش بھی ذرا "احمدؐ میاں"
اک نظر بس دیکھ لے محبوبِ سُبحانی مجھے

منتشر شیرازۂ دل کی تسلّی کے لئے
ہے بہت اُن گیسوؤں کی مُشک افشانی مجھے

اک نظر درکار ہے اے چارہ سازِ دردِ دل
عالمِ افکار میں کیوں ہو پریشانی مجھے

منظرِ طیبہ کی دل میں آرزو رکھتا ہوں میں
اس زیارت سے ملے، اُس در کی دربانی مجھے

گرچہ اس قابل نہیں ہوں، پھر بھی حسرت ہے یہی
فیضِ حضرت سے ملے، وہ بزمِ نورانی مجھے

واقعاتِ حالِ دل کیونکر کہوں میں اے حمید
سنگِ در سے سر اُٹھانے دے تو پیشانی مجھے

مدرسۂ صولتیہ

یہ نظم محترمی مولوی محمد سلیم صاحب کی فرمائش سے مدرسۂ صولتیہ (مکۂ مکرمہ) کے سالانہ جلسہ میں ۵ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ کو زائرِ حرم نے خود پڑھ کر سنائی تھی

مجھے دیتی ہے مژدۂ شادکامی — نسیمِ سحر کی یہ نازک خرامی
حمیدؔ اور حبیبِ خدا کے وطن میں — فدایم ہزاراں بجانِ گرامی
بڑا خوش نصیب اللہ اللہ وہ ہے — میسر ہوا اس در کی جس کو غلامی
وہ ہے کون جو "صولتیہ" نہ جانے — کہ مشہور ہے درسگاہِ گرامی
دعا ہے یہ "صولت جہاں" تیرے حق میں — رہے تا قیامت ترا نام نامی
"سلیم" اسکے موجودہ ناظم ہیں، لیکن — کبھی "رحمت اللہ" تھے انتظامی
سعادت میں کیا شک سلیم آپ کی ہو — مبارک بزرگوں کی قائم مقامی
یہاں طالبِ علم پڑھتے ہیں آکر — عراقی و مصری و ہندی و شامی
یہ ذوقِ سلیم اصل میں آپ کا ہے — کہ جاری یہاں بھی ہے درسِ نظامی
جو سچ پوچھئے ناظمِ مدرسہ کی — ستایش کے قابل ہے خوش انتظامی
یہ سب انکے اخلاص اور کوششوں سے — ادارے کو حاصل ہوئی نیکنامی
حقیقت میں اس مدرسے کی طرف سے — ز سرتا قدم آپ خود ہیں پیامی
توجہ اگر آپ کرتے رہیں گے — تو باقی رہے گی نہ کوئی بھی خامی
ترقی کرے گا نہ کیونکر وہ مرکز — خدا جس کا ہوگا مددگار و حامی

حمیدؔ اور نظم، آپ خود جانتے ہیں
یہ ہے صرف تعمیلِ ارشادِ سامی

"لالۂ صحرا"

وادیٔ غیر ذی زرع میں "وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ" کی دُعا کی قبولیت کا رُوح نواز و نگاہ پرور اثر مکہ مکرمہ کے ایک باغ میں دیکھ کر اور پھر اسکے گُل و لالہ سے دل کی ہر چوٹ کس طرح اُبھر آتی ہے، اس کا اندازہ اس نظم سے کیجئے جو عالی مرتبت جناب عبداللہ سلیمان وزیر مال حکومت سعودی کے ایک گُلستانِ شاداب کی گلگشت کے عالم میں جناب حاجی محمد یوسف صاحب نقشبندی مہاجر مکی مدیر بوستان کی فرمائش سے کہی گئی ہے!

کی گُلستاں نے دشت پیمائی — یعنی صحرا میں بھی بہار آئی
"غیر ذِی زرع" وادی اور یہ باغ؟ — حُسنِ فطرت کی کارفرمائی
شانِ ترتیب سے نمایاں ہے — انتہائے کمال و دانائی
سرو و سُنبل کی دُور تک وہ قطار — وہ چمن بندیوں کی پہنائی
ہر طرف اہتمامِ ذوقِ نظر — ہر نظر محوِ گلشن آرائی
ہر روش، بوستانِ محبوبی — ہر شجر نو بہارِ زیبائی
نرگس و نسترین و لالہ و گُل — نکہت و رنگ و حُسن و رعنائی
اے زہے عالمِ گُل افشانی — ہے فضا میں سُرورِ صہبائی
گُل بداماں ہیں صحنِ گلشن میں — لالہ رُخ دُخترانِ صحرائی
دیکھ کر جلوہ ہائے رنگا رنگ — دل کی ہر چوٹ پھر اُبھر آئی
ہو مُبارک جناب یُوسف کو — ذوقِ رنگیں کی جلوہ پیرائی
باغ سارا سدا بہار رہے — بہمہ دلکشی و زیبائی

تہنیت خواں ہے صدقِ دل سے حمید
بامیدِ قبول فرمائی

پرِ پرواز

در پردۂ چشمِ یار کا منشا کچھ اور ہے

بُلبُل از فیضِ گُل آموخت سخن ورنہ نبود
ایں ہمہ حُسنِ غزل تعبیہ در منقارش
(حضرت حافظؒ)

منکہ ایں گوہرِ مجبوب بہ نظم آوردم
آبش از یک "نظرِ آمنہ بی" می بینم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجھ سے مرا دوست جُدا ہو گیا — دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا

اُسکی نظر پھرتے ہی کیا ہو گیا — جیسے زمانہ ہی خفا ہو گیا

دید سے کیا درد میں ہوتی کمی — اور بھی کمبخت سوا ہو گیا

شدّتِ احساسِ محبّت نہ پوچھ — جیسے یہ جذبہ ہی فنا ہو گیا

ہائے اُن آنکھوں میں بھی بھر آئے اشک — غیرتِ دل اَب تجھے کیا ہو گیا

ہوش میں آ اے دلِ بیزارِ شوق — اَبتو وہ آغوش بھی وَا ہو گیا

تو مرادمساز ہو اَب یا نہ ہو — میں تو بہر حال ترا ہو گیا

شعر سے بھی اَبتو بہلتا نہیں
دل کو حمید آہ یہ کیا ہو گیا

کشاکشِ غمِ دُنیا سے بے نیاز کیا
بڑا یہ تونے کرم اے نگاہِ ناز کیا

پھر اُس کو دولتِ کونین کی ضرورت کیا
جسے جنونِ محبت نے سرفراز کیا

نہ امتیازِ خودی ہے نہ بے خودی باقی
یہ سحر تونے عجب چشمِ نیم باز کیا

یہ سب تمہاری نگاہِ کرم کا صدقہ ہے
کہ دل سے دردِ محبت نے ساز باز کیا

کہاں یہ عنصرِ خاکی، کہاں یہ جوہرِ رُوح
تری نگاہِ توجّہ نے سرفراز کیا

خوشا وہ اشک، جو غمّازِ رازِ عشق بنے
زہے وہ دل، کہ جسے آشنائے راز کیا

خدا بھلا کرے اُس نغمۂ محبّت کا
حمید جس نے مجھے محوِ سوز و ساز کیا

دل میں سُرور، آنکھوں میں اک نور آگیا
کیا میں قریبِ جلوہ گہِ طور آگیا

اَب دیکھتا ہوں میں تو کوئی ہمسفر نہیں
اپنے خیال و فکر سے بھی دُور آگیا

جلوے کچھ اِس طرح نظر آتے ہیں ہر طرف
جیسے وہ خود ہی نور سے معمور آگیا

یہ جوشِ بیخودی ہے کہ کچھ سوجھتا نہیں
نزدیک آگیا ہوں کہ میں دُور آگیا

اور اُس نگاہِ ناز سے کیا چاہتا ہے دل
رنجور اگر گیا تھا، تو مسرور آگیا

اَب بحث ختم ہوتی ہے ذات و صفات کی
وہ بھی مقام حضرتِ منصورؒ آگیا

کیوں ہو رہا ہے پیرہنِ ہوش چاک چاک
شاید خیالِ نرگسِ مخمور آگیا

یہ سب اُنھیں کی بندہ نوازی ہی اے حمید
محفل میں اُن کی پھر جو بدستور آگیا

جذبۂ جوشِ محبت کا اثر دیکھ لیا
گوشۂ چشم سے آج اُسنے اِدھر دیکھ لیا

متحمل نہ ہوئے قلب و جگر دیکھ لیا
دیکھنا سہل نہ تھا اُن کو، مگر دیکھ لیا

نہ ہوئی کم تپشِ سوزِ جگر دیکھ لیا
تجھ کو بھی عشق میں لے دیدۂ تر دیکھ لیا

برق سی دَوڑتی پھرتی ہو مری رگ رگ میں
اُن کی دُزدیدہ نگاہوں کا اثر دیکھ لیا

دیدنی ہے یہ نگاہوں کا بہم عالمِ شوق
اُدھر اُٹھی نگہِ شوخ، اِدھر دیکھ لیا

اُبتو پڑتی ہی چلی جاتی ہیں مجھپر نظریں
شاید اُسنے بھی مرا حُسنِ نظر دیکھ لیا

وہ بھی تھا برہمیِ حُسن کا عالم کیا خوب
اُنکی نظروں سے اُنھیں بچکے اگر دیکھ لیا

اِس قدر کیوں نگہِ ناز ہے تیری برہم
کیا ہوا تجھ کو اگر ایک نظر دیکھ لیا

صَف کی صَف بجھ گئی بدست ہوئی لوٹ گئی
اُسنے مخمور نگاہوں سے جدھر دیکھ لیا

دیکھنا تجھ کو مُبارک، مگر اے دیدۂ شوق
اور اگر اُسنے بھی اک بار اِدھر دیکھ لیا

اَب مرے دردِ محبت کی تھیں کیا پروا
تم نے تو میری طرف ایک نظر دیکھ لیا

اُسنے سب دیکھ لیا حاصلِ کونین حمیدؔ
جس نے اللہ کے محبوبؐ کا گھر دیکھ لیا

غمِ عشق کا ہو جب، تو غمِ روزگار کیا
یکساں مرے لئے ہے خزاں کیا بہار کیا

دل کیا ہے، اعتبارِ دلِ بیقرار کیا
میں کیا ہوں، میری زندگیِ مستعار کیا

سُنتے ہی سب اسیرِ قفس میں تڑپ اُٹھے
لائی تھی یہ پیام نسیمِ بہار کیا

تارے بھی ڈوبتے ہیں دلِ منتظر کے ساتھ
اب میرا ساتھ دے گی شبِ انتظار کیا

شامل ہے اُن کا درد بھی دردِ فراق میں
آئے گا اب قرارِ دلِ بیقرار کیا

میں چُپ کھڑا ہوں داورِ محشر کے سامنے
کہتی ہے دیکھئے نگہِ شرمسار کیا

ڈوبی ہوئی اثر میں دُعائے سحر ہے آج
اُن تک پہنچ گئی مرے دل کی پکار کیا

بیدار ہو رہی ہیں اُمیدیں بصد نیاز
ہے مائلِ کرم وہ تغافل شعار کیا

نقشِ خرامِ ناز سے گُلشن بنا ہے دل
گُذرا ہے اِس دیار سے وہ شہسوار کیا

اب کیوں سُنے گا بات بھی میری وہ اے حمیدؔ
دل اُن کا ہو گیا، تو مرا اختیار کیا

اُدھر سے اگر کچھ سہارا نہ ہوگا
تو ہم کو بھی جینا گوارا نہ ہوگا

وہ دردِ محبّت کا مارا نہ ہوگا
ترا غم جسے دل سے پیارا نہ ہوگا

کوئی میری خاطر رہے دل گرفتہ
کسی حال میں یہ گوارا نہ ہوگا

بھروسہ ہے کیا کیا ہمیں دل پہ لیکن
تمھارا تو ہوگا، ہمارا نہ ہوگا

کوئی منزلِ عشق شاید ہو ایسی
جہاں دل نے تجھ کو پکارا نہ ہوگا

سکونِ دلِ مضطرب، غیر ممکن
اُن آنکھوں کا جبتک اشارا نہ ہوگا

جسے عشق سے نسبتِ خاص ہوگی
کبھی ہمّتِ دل وہ ہارا نہ ہوگا

گُذر جائے جو کچھ بھی جانِ حزیں پر
مگر رازِ غم آشکارا نہ ہوگا

گرا ہے زمیں پر جو اشکِ ندامت — فلک پر بھی ایسا ستارا نہ ہوگا

مجھی سے تو دل بے خبر ہو چکا ہے — یہ کیونکر کہوں میں تمھارا نہ ہوگا

اُنھیں، اور زحمت ہو میرے سبب سے — یہ ذوقِ طلب کو گوارا نہ ہوگا

بدلتی نہیں رسم و راہِ محبت — ہم اُسکے ہیں، وہ کیوں ہمارا نہ ہوگا

اب نکہتِ گُل یاد، نہ گلشن کی فضا یاد — مجھ کو تو فقط ہے ترے کوچے کی ہَوا یاد

پامالیِ دل یاد ہے، وہ شوخیِ پا یاد — آغازِ محبت کی ہے ایک ایک ادا یاد

تسکینِ محبت ہے کہ یہ عالمِ حیرت — اب تیرے سوا کچھ بھی نہیں ہے بخدا یاد

ہوتی ہے خلش جب کوئی تازہ مرے دل میں — محسوس یہ ہوتا ہے کہ پھر تو نے کیا یاد

دیکھا جو اُنھیں پھر گئیں دُنیا سے نگاہیں — سب بھول گئے، کچھ نہ رہا اُنکے سوا یاد

مُنھ پھیر کے اقرارِ محبت جو کیا تھا — اب بھی ہے وہ تیرا کرمِ جَور نما یاد

جس پر دلِ آگاہ نے لبیک کہا تھا — کیا تجھ کو نہیں خاص وہ پیمانِ وفا یاد

اتنی تو ہوئی ترکِ تمنّا میں ترقّی — آتے ہیں بھلانے پہ وہ کچھ اور سوا یاد

منزل ہے کہاں، راہ کہاں، کس کی طلب ہے — دیوانگیِ شوق میں یہ بھی نہ رہا یاد

توفیق کی ہے بات، وہ غم ہو کہ خوشی ہو — جس وقت بھی انسان کو آجائے خدا یاد

مستی میں حمیدؔ اور تو سب بھول گیا ہوں
لیکن مجھے ساقی کی ہے وہ لغزشِ پا یاد

یونہی تو رہا نہ جائے گا چشمِ کرم سے دُور دُور
رہتی ہے جیسے چاندنی اب شبِ غم سے دُور دُور

کون حریمِ ناز تک لیکے پیامِ شوق جائے
بادِ صبا بھی آجکل رہتی ہے ہم سے دُور دُور

دَیر و حرم کی منزلیں ترک تو ہمنے کیں، مگر
رہ بھی سکیں گے یا نہیں، دَیر و حرم سے دُور دُور

عشق کا جذبۂ وفا رنگ ضرور لائے گا
دامنِ دوست تا کجا، دیدۂ نم سے دُور دُور

عشق پہ بس نہ چل سکا شوق کی احتیاط کا
سجدے نہ ہم سے ہو سکے نقشِ قدم سے دُور دُور

کس کی سمجھ میں آئیں یہ حُسن کی سحر کاریاں
یعنی ہمیں میں رہ کے وہ، رہتے ہیں ہم سے دُور دُور

دردِ فراق سے حمیدؔ چارۂ کار ہی تھا کیا
سجدے کئے ہیں مدّتوں بابِ کرم سے دُور دُور

مدّت سے مبتلا ہیں اسی حُسنِ ظن میں ہم
جیسے کہ ہر جگہ ہیں تری انجمن میں ہم

رہتے ہیں سر جھکائے تری انجمن میں ہم
ورنہ کسی سے کم ہیں کوئی بانکپن میں ہم

کس گُل کی جستجو ہے، کسی سے بتائیں کیا
دیوانہ وار پھرتے ہیں کیوں ہر چمن میں ہم

اُمید پر بس اک نگہِ التفات کی
کس درجہ شاد شاد ہیں رنج و محن میں ہم

بیٹھے ہیں اس طرح کہ خود اپنی خبر نہیں
کوئی بتائے ہیں کہ نہیں، انجمن میں ہم

خونباریاں قفس کی خود آئینہ دار ہیں
کیا کیا بہار لوٹ چکے ہیں چمن میں ہم

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ دیتے ہیں کیا جواب
اک بات کہہ گئے ہیں جو دیوانہ پن میں ہم

اِک نظر دیکھ تو لے شوقِ فراواں کی قسم
حُسن والے تجھے اپنے رُخِ تاباں کی قسم

میری جمعیتِ خاطر کو پریشاں کر دے
تجھ کو اپنی نگہِ حشر بداماں کی قسم

اور کچھ دردِ محبّت میں اضافہ کر دے
میری بیتابیِ شوق و غمِ حرماں کی قسم

ہر تڑپ دردِ غمِ دل کی ہے محبوب مجھے
نگہِ ناز تری پُرسشِ پنہاں کی قسم

اک تری یاد ہے اب مونسِ تنہائیِ غم
اشکِ پیہم کی قسم، دیدۂ گریاں کی قسم

"اے نسیمِ سحری بندگیِ ما برساں"
تجھ کو اُس نکہتِ گیسوئے پریشاں کی قسم

اک غزل حضرتِ حافظؔ کی سُنا دے مجھ کو
تجھ کو مُطرب مرے افکارِ پریشاں کی قسم

دلِ پژمُردہ کو پھر میرے شگفتہ کر دے
تجھ کو اے بادِ صبا کوچۂ جاناں کی قسم

او غمِ دردِ محبّت میں تڑپنے والے
غم بڑی چیز ہے دردِ غمِ پنہاں کی قسم

اب بڑے لُطف سے کٹتی ہے شبِ غم میری
آپ کی نکہتِ گیسوئے پریشاں کی قسم

میکدہ اپنی توجّہ کا کھلا رہنے دے
میرے ساقی تجھے میخانۂ عرفاں کی قسم

بے غمِ عشق نہیں زیست کا کچھ لُطف حمیدؔ
عشق اور عشق کے سوزِ غمِ پنہاں کی قسم

اپنی نظر میں جذب وہ پیدا کرینگے ہم
تجھ کو تری نگاہ سے دیکھا کرینگے ہم

اُن کو بھی بیقرارِ تمنّا کرینگے ہم
یہ کُفرِ عاشقی بھی گوارا کرینگے ہم

چھُپ چھُپ کے ہر نگاہ سے دیکھا کرینگے ہم
اے ذوقِ دید اُن کو نہ رُسوا کرینگے ہم

پھر آرزوئے دید بتا، کیا کرینگے ہم
وہ آج کہہ رہے ہیں کہ پردا کرینگے ہم

سر میں جنونِ شوق وہ پیدا کرینگے ہم
تیرا خیال آتے ہی سجدا کرینگے ہم

تجھ سے معاملہ ہے خدا سے معاملہ
اب تیرے بعد کس کی تمنا کرینگے ہم

وابستۂ نگاہِ کرم ہو چکا ہے دل
ہر حال میں تجھی کو پکارا کرینگے ہم

آمادۂ ستم تو ہو اُن کی نگاہِ ناز
اے جوشِ عشق یہ بھی گوارا کرینگے ہم

اُف بھی غمِ فراق میں نکلے تو کیا مجال
اک حُسنِ پردہ دار کو رُسوا کرینگے ہم

جلوے تمہارے حُسن کے سچ ہے کہاں نہیں
ہر شے اِس اعتبار سے دیکھا کرینگے ہم

کہدے نگاہِ یاس، تو وہ اَور بات ہے
اک رازِ خاص جس کو نہ افشا کرینگے ہم

سب کچھ ہمیں ہیں، اور بھی کچھ ہمیں میں ہے
اپنے سوا کسی کو نہ دیکھا کرینگے ہم

پہونچا دیا جنونِ طلب نے، تو اے **حمید**
پیہم طوافِ روضۂ طیبہ کرینگے ہم

یوں حُسن و محبت مِل کے بہم، گذرے ہیں، گذرتے جاتے ہیں
کچھ کام بگڑتے جاتے ہیں، کچھ کام سنورتے جاتے ہیں

کیا عشق کی ہستی ہستی ہے، کیا دل کی بستی بستی ہے
اک نقش جو مٹتا جاتا ہے، سو نقش اُبھرتے جاتے ہیں

کچھ حُسن و جوانی کا بھی فسوں، کچھ بادِ صبا کی شوخی بھی
اُس عارضِ رنگیں پر گیسو رہ رہ کے بکھرتے جاتے ہیں

ایک ایک رَوش پر گلشن کی، اُس جانِ بہار کی آمد سے
غنچے ہیں کہ کھِلتے جاتے ہیں، گُل ہیں کہ نکھرتے جاتے ہیں

رہ رہ کے چمک سی ہوتی ہے یوں برقِ جمال کے پردے میں
آنکھوں میں سما کر وہ جلوے سب دل میں اُترتے جاتے ہیں

جس طرح مُسافر کی منزل بنتی ہے، جہاں تھک جاتا ہے
آنکھوں سے جُدا ہو کر آنسو، دامن پہ ٹھہرتے جاتے ہیں

اَب میری سمجھ میں آیا ہے دُزدیدہ نگاہی کا مطلب
پھر چھیڑ رہے ہیں وہ اُن کو جو زخم کہ بھرتے جاتے ہیں

دراصل وہی اک عالم ہے، جو دیدہ و دل میں سما جائے
کہنے کو تو یوں صدہا عالم نظروں سے گذرتے جاتے ہیں

یہ موسمِ گُل، یہ جوششِ نمو، یہ مستیِ عام، یہ جام و سُبو
اربابِ چمن کیوں رہ رہ کر صیّاد سے ڈرتے جاتے ہیں

اُس دستِ نگاریں کے آگے، توبہ سے پشیماں ہو کے حمیدؔ
ساغر کو بھی لیتے جاتے ہیں، انکار بھی کرتے جاتے ہیں

کُشتۂ تیغِ نگاہِ ناز ہوں ‏ اہلِ دل میں قابلِ اعزاز ہوں

چھیڑتے تو ہو، مگر یہ جان لو ‏ درد میں ڈوبا ہوا اک ساز ہوں

کیوں نہ ہوں نغمے مرے وجد آفریں ‏ ہمنوائے بلبلِ شیراز ہوں

اُس سے کہتا ہے ہر اک تارِ نفس ‏ تو مرا نغمہ ہے، اور میں ساز ہوں

حاملِ بارِ امانت، اور میں؟ ‏ اللہ اللہ میں امینِ راز ہوں

بازوؤں میں دم نہیں، طاقت نہیں ‏ لیکن اَب بھی مائلِ پرواز ہوں

مجھ میں پوشیدہ ہے صوتِ سرمدی ‏ تیری محفل میں صدائے ساز ہوں

شمع سوزاں ہوں، پگھلنے دو مجھے ‏ راز ہوں، اور خود ہی شرحِ راز ہوں

بلبلیں بھی مست ہو جائیں حمیدؔ
میں چمن میں گر نوا پرداز ہوں

شکر ہے منّت کشِ سعیِ مداوا، دل نہیں ‏ سہل ہونا جس کو آتا ہو، مری مشکل نہیں

آپ کے جور و ستم ہیں میری نظروں کے فریب ‏ اپنا خود قاتل ہوں میں، میرا کوئی قاتل نہیں

ہر قدم پر شوقِ منزل بڑھ رہا ہے، خیر ہو ‏ دل یہ کہتا ہے، مگر میری کوئی منزل نہیں

شکوہ سنجی پر مرے کانوں میں آتی ہے صدا ‏ تو ہی غافل ہو گیا، تجھ سے کوئی غافل نہیں

ایک اک ذرّے میں ہے ایک ایک صحرا اے حمیدؔ
دیکھتا جا تو ابھی وحشت تری کامل نہیں

حقیقت میں وہی قاتل ہے، جس کو دل سمجھتے ہیں
غلط فہمی ہے اُن کی، جو تمھیں قاتل سمجھتے ہیں

مٹانا لوحِ دل سے نقشِ پیمانِ وفاداری
تمھارے واسطے آساں ہے، ہم مشکل سمجھتے ہیں

اَناالحق کہنے والا مُستحقِّ دار ہو جائے
ستم ہے لوگ اَمرِ حق کو بھی باطل سمجھتے ہیں

سمجھ میں آگئیں دُشواریاں راہِ محبّت کی
کہ اَب ہر ہر قدم کو ایک ایک منزل سمجھتے ہیں

بظاہر صُوفیِ صافی، بباطن رندِ لامشرب
ہمیں خوب آپ کو اے مُرشدِ کامل سمجھتے ہیں

مٹانے والے یہ دُنیائے دل ہے، مِٹ نہیں سکتی
ہم اپنی اشک کی ہر بوند کو اک دل سمجھتے ہیں

کہیں بھی ہو کوئی مجمع ہمیں اُس سے تعلّق کیا
جہاں وہ جلوہ فرما ہوں اُسے محفل سمجھتے ہیں

نہ شاعر ہوں حمیدؔ، اور ہوں نہ فنِ شعر سے واقف
احبّا کی محبّت ہے، جو اِس قابل سمجھتے ہیں

نہ دلجوئیاں ہیں، نہ دلداریاں ہیں دل آزاریاں ہیں، دل آزاریاں ہیں

یہاں جان پر بن گئی ہے یہ سُنکر وہاں دل کے لینے کی تیاریاں ہیں

ذرا جذبِ کامل تو پیدا کر اے دل یہ سب تیری ہی سہل انکاریاں ہیں

چلا جا رہا ہوں میں نقشِ قدم پر یہ دیوانگی میں بھی ہشیاریاں ہیں

کفن خونچکاں تن میں، خنجر کمر میں

کہاں کی حمیدؔ آج تیاریاں ہیں

لگی ہے جھڑی مسلسل التجائیں ہوتی جاتی ہیں

نظر میں جذب سب دل کی اُدائیں ہوتی جاتی ہیں

مری جانب مدینے کی فضائیں ہوتی جاتی ہیں

دُعائیں درحقیقت اب دُعائیں ہوتی جاتی ہیں

پیامِ نو بنو، تازہ بتازہ سُنتا جاتا ہوں

کرم فرما مدینے کی ہوائیں ہوتی جاتی ہیں

اُدھر گھیرے ہوئے ہیں رحمتوں پر رحمتیں انکی

اِدھر ہم سے خطاؤں پر خطائیں ہوتی جاتی ہیں

مرا ذوقِ طلب ہر گام پر لبیک کہتا ہے

اثر انداز یوں دل کی صدائیں ہوتی جاتی ہیں

اَدائے شُکر کیونکر ہو ترے احسانِ بیحد کا

جفائیں بھی مرے حق میں وفائیں ہوتی جاتی ہیں

کہاں کی تابِ گویائی کسی کے سامنے لیکن

نگاہِ شوق سے کچھ التجائیں ہوتی جاتی ہیں

ملی ہیں اُن کی تعزیروں میں پیہم لذّتیں ایسی

کہ دانستہ بھی اَب مجھ سے خطائیں ہوتی جاتی ہیں

یہ کس نے سازِ دل پر اپنی نازک اُنگلیاں رکھ دیں

ترنّم آفریں غم کی نوائیں ہوتی جاتی ہیں

مُبارک اے حمیدِ زار، یہ دلسوزیاں اُن کی

دُعائیں کرتے جاتے ہیں، دوائیں ہوتی جاتی ہیں

حمید اَب تو بس عافیت ہے اِسی میں
رہیں روز و شب عالمِ بیخودی میں

ترے در پہ گذرے تھے جو بیخودی میں
وہی خاص لمحات تھے زندگی میں

ضرورت نہیں مجھ کو ہوش و خرد کی
مزے سے گذرتی ہے دیوانگی میں

ابھی کون محفل سے اُٹھ کر گیا ہے
کمی سی نمایاں ہوئی روشنی میں

بڑی عافیت ہے، بڑی راحتیں ہیں
محبّت کی باہوش دیوانگی میں

حمید، آہ، انعامِ سجدہ کی خواہش

یہ احساس بھی کُفر ہے بندگی میں

سوز ہی دل میں نہیں، ساز کہاں سے لاؤں
نالہائے اثر انداز کہاں سے لاؤں

جی بہلتا ہی نہیں اور کسی محفل میں
آپ کی انجمنِ ناز کہاں سے لاؤں

سازِ غم سننے کو وہ گوش بر آواز تو ہیں
دل میں گھر کرلے، وہ آواز کہاں سے لاؤں

زندگی بنکے جو رگ رگ میں خراماں تھی کبھی
آہ اب وہ نگہِ ناز کہاں سے لاؤں

نیمجاں کر کے مجھے چھوڑ دیا ہے جس نے
وہ نگاہِ غلط انداز کہاں سے لاؤں

ڈھونڈھتا ہوں وہی کھویا ہوا عالم اپنا
تو بتا اے نگہِ ناز کہاں سے لاؤں

جی میں ہے اڑ کے کسی طرح مدینے پہونچوں
لیکن اب طاقتِ پرواز کہاں سے لاؤں

حُسنِ انجام تو حاصل ہے، مگر آہ حمیدؔ
عالمِ لغزشِ آغاز کہاں سے لاؤں

آسودۂ فراق مرا دل ہے کیا کروں
شاید کسی کی یاد سے غافل ہے کیا کروں

آساں ہر ایک عقدۂ مشکل ہے کیا کروں
بے کیف اب تو زندگیِ دل ہے کیا کروں

میں اور حُسن و عشق کی رسوائیاں مگر
تائیدِ چشمِ یار بھی شامل ہے کیا کروں

صحرا میں یادِ گُل سے میسّر کہاں سکوں
برپا چمن میں شورِ عنادل ہے کیا کروں

بیتاب دردِ شوق انھیں کر تو دوں مگر
اک راز درمیان میں حائل ہے کیا کروں

دل نے کسی کی راہ میں رکھّا تو ہے قدم
ناآشنائے جادہ و منزل ہے کیا کروں

کچھ ایسی آپڑی ہیں محبت میں مشکلیں
آسانیِ فراق بھی مشکل ہے کیا کروں

وہ دل میں جلوہ گر ہیں، مگر آہ اے حمیدؔ
افسردہ پھر بھی انجمنِ دل ہے کیا کروں

جو یقینِ کاملِ عشق ہو، کوئی چیز وہم و گماں نہیں
مجھے وہ نظر بھی عزیز ہے، جو مری طرف نگراں نہیں

ترا اک تبسّمِ ناز ہے، رگ و پے میں خون رواں نہیں
ترے فیضِ حُسن کی خیر ہو، ترا دردِ عشق کہاں نہیں

کوئی اُس کا راز بتائے کیا، کوئی اُس کا حال سُنائے کیا
وہ مقامِ فکر و نظر کا بھی کوئی دخلِ خاص جہاں نہیں

یہ کہاں سے لائی کہاں مجھے، کہ حریفِ شوق ہے بیخودی
وہ زمیں نہیں، وہ زماں نہیں، وہ مکیں نہیں، وہ مکاں نہیں

وہ ہزار حُسنِ نظر سہی، وہ ہزار جوشِ اثر سہی
یہ بڑی کمی ہے خیال کی، ترا نام وردِ زباں نہیں

مری ہر نگاہ زبان ہے، مرا ہر سکوت بیان ہے
مرا راز پھر بھی وہ راز ہے، جو عیاں بھی ہو کے عیاں نہیں

وہ جو محوِ حُسنِ صفات ہے، اُسے کچھ سکون سا ہو تو ہو
جو ہلاکِ جلوۂ ذات ہے، اُسے خلد میں بھی اماں نہیں

غمِ ہجر کے بھی ہزار لُطف حمیدؔ تم نے اُٹھا لئے
چلو پھر دیارِ حبیبؐ میں کہ سکونِ قلب یہاں نہیں

یہ کیا سحر اے چشمِ تر دیکھتے ہیں
کہ آج اُن کو پیشِ نظر دیکھتے ہیں

وہ اِس طرح مُنھ پھیر کر دیکھتے ہیں
کہ جیسے بہت بیخبر دیکھتے ہیں

ارے توبہ اک اک نظر کی بلاغت
وہ جب ہر طرف دیکھ کر دیکھتے ہیں

سلامت رہے حُسنِ ظن عاشقی کا
یقیں ہے وہ جیسے اِدھر دیکھتے ہیں

دلِ مُضطرب تجھ سے اللہ سمجھے
پشیمان اُن کی نظر دیکھتے ہیں

بس اے حُسنِ صورت خدا تیرا حافظ
طبیعت برنگِ دِگر دیکھتے ہیں

سبھی اُن کی محفل میں ہیں اہلِ محفل
ہمیں کو وہ کیوں خاصکر دیکھتے ہیں

اِدھر میرا دل ہے، اُدھر شمع روشن
حمیدؔ اب وہ دیکھیں کدھر دیکھتے ہیں

اک خاص لمحہ صرفِ دُعا کر رہا ہوں میں
اے اضطرابِ شوق یہ کیا کر رہا ہوں میں

اک نورِ رُخ سے کسبِ ضیا کر رہا ہوں میں
پھر دل کے آئینے کی جِلا کر رہا ہوں میں

دیکر تسلّیاں دلِ ایذا پسند کو
اُن کا بھی فرض خود ہی ادا کر رہا ہوں میں

دل کو مرے نصیب نہ ہو لذّتِ خلش
تیرے فراق کا جو گِلا کر رہا ہوں میں

مرغوبِ دل ہے برہمیِ حُسن کی ادا
اُن کو منا منا کے خفا کر رہا ہوں میں

جب دل ہی بجھ گیا، تو سلام آرزو کو بھی
اَب کس غرض سے ترکِ وفا کر رہا ہوں میں

پنہاں خطا میں لذّتِ عُذرِ خطا بھی ہے
دانستہ یوں خطا پہ خطا کر رہا ہوں میں

کیسا نیاز، کیسی طلب، کس کی آرزو
دل چاہتا ہے، جان فدا کر رہا ہوں میں

رنگینیِ خیال بھی اَب بن گئی حجاب
رنگِ خیال کو بھی فنا کر رہا ہوں میں

پھر ہو رہی ہے عشق میں توہینِ جذبِ عشق
پھر انتظارِ بادِ صبا کر رہا ہوں میں

وَاللہ غیرِ گُل کا تصوّر بھی ہے گناہ
دامن کو خار و خس سے جُدا کر رہا ہوں میں

اشعار کے حجاب میں دراصل اے حمیدؔ
مفہوم دردِ دل کا اَدا کر رہا ہوں میں

یہ کس کا تصوّر ہے، کہ ہم جھوم رہے ہیں
ہم ہی نہیں خود دیر و حرم جھوم رہے ہیں

شمع و گُل و پروانہ و بُلبل، مہ و انجم
پُر کیف نگاہوں کی قسم جھوم رہے ہیں

چھایا ہوا اک عالمِ مستی ہے فضا میں
ہر سمت غزالانِ حرم جھوم رہے ہیں

ہے عکس فگن کس کی نگاہِ چمن آرا
گُل جتنے ہیں با دیدۂ نم جھوم رہے ہیں

آنے کو ہے اک سروِ خراماں کی سواری
مُرغانِ چمن مِل کے بہم جھوم رہے ہیں

ہر چیز درخشاں ہے، ہر اک ذرّہ ہے رقصاں
کیا خود ہی وہ سرتا بقدم جھوم رہے ہیں

اُس محفلِ عشرت میں حمیدؔ آج بصد شوق
ہم بھی لئے "گلبانگِ حرم" جھوم رہے ہیں

اے عشق مُبارک ہو تجھ کو، اب ہوش اُڑائے جاتے ہیں

جو ہوش کے پردے میں تھے نہاں، وہ سامنے آئے جاتے ہیں

یہ دل ہے کہ مچلا جاتا ہے، ہم ہیں کہ منائے جاتے ہیں

کمبخت محبّت کی خاطر، سب ناز اُٹھائے جاتے ہیں

نقّاشیِ فطرت کیا کہنا، لیکن یہ مُعمّہ حل نہ ہوا

جو نقش بنائے جاتے ہیں، پھر کیوں وہ مٹائے جاتے ہیں

جب حُسن کو ہونے لگتا ہے اندازہ عشق کی فطرت کا

کچھ راز بتائے جاتے ہیں، کچھ راز چھُپائے جاتے ہیں

جو خالی جائے وہ آہ نہیں، تاثیر کی کوئی پناہ نہیں

اُٹھ اُٹھ کے جو پچھلی راتوں میں، کچھ تیر لگائے جاتے ہیں

کچھ بزمِ جہاں سے کام نہیں، جب عشق کی فطرت عام نہیں

ہم ہیں کہ اُٹھائے جاتے ہیں، وہ ہیں کہ بٹھائے جاتے ہیں

جب چوٹ پہ چوٹ اِس طرح پڑے، حیرانیِ دل کیونکر نہ بڑھے

فطرت کی طرف سے آئینے، ہر وقت دکھائے جاتے ہیں

اے سازِ دو عالم کیا کہنا، اے مُطربِ فطرت صلِّ علےٰ

رہ رہ کے ہمارے ہی نغمے، خود ہم کو سُنائے جاتے ہیں

اللہ رے جذبِ حُسنِ طلب، یہ حُسنِ طلب ہے، حُسنِ طلب
آنکھوں سے بھی جن کو پردہ تھا، وہ دل میں سمائے جاتے ہیں

آنکھیں ہیں کہ اُبتک ویراں ہیں، سینہ ہے کہ اُبتک سوزاں ہے
اور دل سے برابر اشکوں کے، طوفان اُٹھائے جاتے ہیں

پردے تو ہزاروں حُسن کے ہیں، اللہ رے کمالِ حُسن مگر
کچھ ایسے بھی جلوے خاص ہیں جو جلوؤں میں چھپائے جاتے ہیں

اک دردِ مجسّم ہم بھی ہیں، وہ بھی ہیں سراپا گوش حمیدؔ
اشعار کے پردے میں دل کے، نغمات سُنائے جاتے ہیں

نالۂ دل اثر انداز نہیں ہے تو نہ ہو
لب تو ہل جاتے ہیں، آواز نہیں ہے تو نہ ہو

شکر کرتا ہوں ابھی حسرتِ پرواز تو ہے
اب اگر طاقتِ پرواز نہیں ہے تو نہ ہو

حُسن کی ذات سے نسبت ہے یہی کیا کم ہے
عشق خود باعثِ اعزاز نہیں ہے تو نہ ہو

ہم تو حالِ غمِ دل اپنا کہے جائیں گے
تو اگر گوش بر آواز نہیں ہے تو نہ ہو

نظر اپنی ہے فقط تیرے کرم پر ساقی
درِ توبہ بھی اگر، باز نہیں ہے تو نہ ہو

آنکھوں آنکھوں میں تو ہے سلسلۂ ناز و نیاز
گفتگو ہوتی ہے، آواز نہیں ہے تو نہ ہو

دل تو میرا نگہِ ناز کی جانب ہے حمیدؔ
دل کی جانب نگہِ ناز نہیں ہے تو نہ ہو

ہر تعیّن سے صورت دکھا دیجئے | یہ حجابِ تعیّن اُٹھا دیجئے
رُوئے انور سے پردہ اُٹھا دیجئے | اُہتو دل کو مرے جگمگا دیجئے
پہلے شائستۂ غم بنا دیجئے | پھر سزا دیجئے، یا جزا دیجئے
کیوں دُعا کیجئے، کیوں دوا دیجئے | درد ہی کو نہ کیوں دل بنا دیجئے
ہر تجلّی نظر سے گرا دیجئے | کوئی ایسی تجلّی، دکھا دیجئے
دل دیا، دل کو جوشِ محبّت دیا | غم اُٹھانے کا بھی حوصلا دیجئے
رَس بھرے ان لبوں سے تو پی لی بہت | مدھ بھری انکھڑیوں سے پلا دیجئے
ہر ادا پر تری، چاہتا ہے دل | دونوں عالم کی قیمت لٹا دیجئے
کیجئے غم پہ اپنے بھی احساں کوئی | دیجئے غم، تو راحت فزا دیجئے
اپنے ہنسنے پہ گُل کو بہت ناز ہے | اک ذرا آپ بھی مسکرا دیجئے
آپ اپنا تو پہلے سمجھ لیجئے | دل کو جو چاہئے پھر بنا دیجئے
ڈگمگانے لگے ہیں قدم پھر مرے | دور سے دستِ نازک بڑھا دیجئے

آپ، اور یہ محبّت کے نغمے حمید
اُن کی چشمِ کرم کو دُعا دیجئے

ہم یہ کہہ سکتے ہیں، آسودۂ محفل آئے | جب گئے ہوش میں تھے، آئے تو غافل آئے
لو نقاب اُلٹے ہوئے وہ سرِ محفل آئے | تابِ نظّارہ ہو جس کو وہ مقابل آئے

سرِ بحث یوں تو ہزاروں سرِ محفل آئے
اک ہمیں تھے کہ جو ہاتھوں پہ لئے دل آئے

اک نظر حسنِ دل افروز اگر دیکھ لیا
ہوش میں پھر ترے دیوانے بمشکل آئے

عالمِ آغازِ محبّت کا کوئی کیا جانے
کسی بیدرد پہ جب پہلے پہل دل آئے

دل میں کچھ سوچ کے مُنہ پھیر لیا لیلیٰ نے
ذرّے جب اُڑتے ہوئے جانبِ محمل آئے

ہمصفیرانِ چمن بھول نہ جانا ہم کو
جب کہیں تذکرۂ شورِ عنادل آئے

چل کے دو چار قدم اِسلئے رک جاتا ہوں
تاکہ کچھ لُطفِ غمِ دُوریِ منزل آئے

لذّتِ عُمر، محبّت پہ ہے موقوف حمیدؔ
زیست بیکار ہے، جبتک نہ کہیں دل آئے

قوّتِ مشقِ تصوّر، کارگر ہونے لگی
اُن کی پرچھائیں مرے پیشِ نظر ہونے لگی

خون برسائینگے اک دن دیدۂ گوہر فشاں
سوزشِ دل گر شریکِ چشمِ تر ہونے لگی

اور پروانے بھی ہیں سرگرم راہِ عاشقی
کیوں ابھی سے رخصت اے شمعِ سحر ہونے لگی

مل گئی غمہائے دُنیا سے مجھے فرصت حمیدؔ
زندگانی میکدے میں اب بسر ہونے لگی

وہ چمک جائے جو اُس شمع کا پروانہ بنے
ہو وہ خورشید، جو خاکِ درِ جانانہ بنے

آج وہ شرحِ غمِ دل کی سناؤں تم کو
جس کا ہر لفظ اک افسانہ در افسانہ بنے

ڈال دے اک نگہِ مست اِدھر بھی ساقی
کچھ تو پُر کیف مری عمر کا پیمانہ بنے

حسنِ لیلیٰ کے لئے چاہیئے چشمِ مجنوں
ہوشیاری تو اسی میں ہے، کہ دیوانہ بنے

اُن کی مخمور نگاہوں کا اثر ہو یہ **حمید**
شیشۂ دل مرا ٹوٹے بھی تو پیمانہ بنے

دیکھنا تو اے نگاہِ شوق یہ کیا راز ہے
ہے بھی کچھ پردے میں، یا آواز ہی آواز ہے

ابتدا و انتہائے عشق بھی اک راز ہے
در حقیقت ہے وہی انجام، جو آغاز ہے

جلوہ ہر شے سے عیاں، اور پھر نگاہوں سے نہاں
بزم آرائی کا تیری اک نیا انداز ہے

یاد ہے اچھی طرح مجھکو بھی پیمانِ الست
جو فضا میں گونجتی ہے یہ وہی آواز ہے

راہِ اُلفت میں اُسی دل نے دیئے لاکھوں فریب
جس کو ہم سمجھے تھے، یہ سرمایۂ صد ناز ہے

آ رہی ہے دیر سے غافل صدائے الرحیل
نغمۂ مُطرب پہ تو کیوں گوش بر آواز ہے

کچھ تو ہیں مجبوریاں اے ہمصفیرانِ قفس
اُڑ نہیں سکتا ہوں میں، گو طاقتِ پرواز ہے

طالب و مطلوب میں ہے فرق اتنا اے **حمید**
ایک دل میں سوز ہے، اور ایک دل میں ساز ہے

کیا شوخیاں ہیں جلوۂ پُر اضطراب کی
ہو جائے منتشر نہ تجلّی نقاب کی

کچھ اس ادا سے آج کہوں اپنی سرگذشت
تصویر کھینچ دوں دلِ پُر اضطراب کی

سوزِ دروں نے خاک کیا جب دلِ **حمید**
ذرّوں نے بڑھ کے کھینچ لی ضوِ آفتاب کی

پھر وہ گیسو ہیں پریشان بڑی مشکل ہے
پھر تباہی کے ہیں سامان بڑی مشکل ہے

ابھی اُٹھی نہیں اُنکے رُخِ رَوشن سے نقاب
دل ہے پہلے ہی سے حیران بڑی مشکل ہے

جس پہ پڑ جائیں کسی شوخ کی کافر نظریں
پھر سلامت رہے ایمان بڑی مشکل ہے

راہِ اُلفت میں قدم رکھ کے رضا جو رہنا
تو ہے اے دل ابھی نادان بڑی مشکل ہے

زُلفیں بکھرائے جو وہ جانِ تمنّا آجائے
اہلِ دل ہوں نہ پریشان بڑی مشکل ہے

چشمِ گستاخ تماشے کی کہاں طاقتِ دید
میں تصوّر سے ہوں حیران بڑی مشکل ہے

کعبہ و دَیر کی اوٹھوکریں کھانے والے
دید اُس کی نہیں آسان، بڑی مشکل ہے

غیر ممکن ہے کہ جذباتِ محبّت سے حمیدؔ
مُتأثّر نہ ہو انسان بڑی مشکل ہے

ذرا ہشیار ہو جا محوِ عشرت نالۂ دل سے
کہ یہ وہ آتشِ سوزاں ہے جو بجھتی ہے مشکل سے

وفورِ شوق میں احساس بھی ہوتا ہے مشکل سے
کہ منزل دُور ہے ہم سے کہ ہم ہیں دُور منزل سے

دلِ بیتاب اُسکی بزم میں تجھ کو بھی لیجاتے
مگر افسوس، تو واقف نہیں آدابِ محفل سے

ہم اپنی موت کو بھی زندگانی ہی سمجھ لیتے
تماشا ڈوبنے کا دیکھ لیتے آپ ساحل سے

حمیدؔ انجام اِس خود رفتگی کا دیکھئے کیا ہو
خدا جانے بھٹک کر کیوں پلٹ آتا ہوں منزل سے

ہر عشوہ ترا قاتل ہی تو ہے — جو دل ہے ترا بسمل ہی تو ہے

ہشیار نہیں، غافل ہی تو ہے — ہم کیا کریں آخر دل ہی تو ہے

نالوں سے مرے کیوں برہم ہو — آوازِ شکستِ دل ہی تو ہے

کیا حاصلِ سعیِ مہر و وفا — یہ سعیِ بے حاصل ہی تو ہے

لو آ ہی گیا اک کافر پر — کیا کیجئے آخر دل ہی تو ہے

اے جذبۂ دل، اے پائے طلب — وہ سامنے کیا منزل ہی تو ہے

ہر موجِ محبّت کی ہے صدا — گرداب نہیں، ساحل ہی تو ہے

جس نے کہ تمھیں آزردہ کیا — کمبخت یہ میرا دل ہی تو ہے

تم ساز بنو، جس محفل کے — دلسوز وہی محفل ہی تو ہے

کیوں سنئے حمیدؔ کی آپ غزل
ہر شعر پیامِ دل ہی تو ہے

خاک آنسوؤں سے شرحِ تمنّا کرے کوئی — قطرے ہیں کس طرح اِنھیں دریا کرے کوئی

دار و رسن کہیں ہے، کہیں قتل گاہ ہے — کس حوصلے پہ تیری تمنّا کرے کوئی

محتاجِ تابِ دید ہے ارمانِ دید بھی — جب تاب ہی نہ ہو، تو بھلا کیا کرے کوئی

آساں نہیں ہے مرحلۂ عشق اے حمیدؔ
کیونکر کہوں کہ اُس کی تمنّا کرے کوئی

باغ میں پیدا ہوئیں وہ صورتیں اُن کے لئے
بہرِ استقبال آئیں نکہتیں اُن کے لئے

مجھکو ہر کلفت گوارا، مجھکو ہر ایذا قبول
چاہئے ہاں راحتیں ہی راحتیں اُن کے لئے

دیکھئے پڑتی ہے کس کس پر نگاہِ التفات
جمع کر دوں ہر طرح کی نعمتیں اُن کے لئے

جانِ دل کی کیا حقیقت ہے مقامِ عشق میں
ہیں گوارا شوق سے سب زحمتیں اُن کے لئے

گو سراپا درد ہوں، لیکن تمنّا ہے یہی
عشرتیں اُنکے لئے ہوں، راحتیں اُن کے لئے

ہے چمن اُنکا جہاں چاہیں وہ ہوں مستِ خرام
ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں نکہتیں اُن کے لئے

تیری خاطر جورِ عشق و وفا میں جان دیں
کیوں نہ ہوں بیتاب تیری رحمتیں اُن کے لئے

جو اداے مہ جبینوں کی بہار افروز ہے
ہر جگہ ہیں جنّتیں ہی جنّتیں اُن کے لئے

جن کا یارب ہر نفس گذرا ہے تیری یاد میں
وقف کردے دو جہاں کی دولتیں اُن کے لئے

اُن سے ملنے کی تمنّا ہے اگر تجھکو **حمید**
چھوڑ دے دُنیا کی ساری راحتیں اُن کیلئے

دردِ وہ کیا ہے کہ جو قابلِ درماں ہو جائے
وہ بھی مشکل کوئی مشکل ہے جو آساں ہو جائے

میرے رونے پہ جو ہنستے ہیں یہ کہدو اُن سے
اِنھیں اشکوں سے نہ پیدا کوئی طوفاں ہو جائے

اور سو طرح کے آزار ہوں دل کو یارب
ہاں، مگر عشق سے مجبور نہ انساں ہو جائے

وسعتِ ذوقِ تماشا ہو جنوں میں اتنی
کہ ہر اک ذرّہ نگاہوں میں بیاباں ہو جائے

قابلِ حسرتِ اربابِ نظر ہے وہ اسیر
فصلِ گُل آتے ہی جو داخلِ زنداں ہو جائے

یوں نیاز و ناز کا آغاز ہونا چاہئے
میرا سر اور تیرا پائے ناز ہونا چاہئے

سازِ دل میں چھیڑنے کے واسطے تیّار ہوں
آپ کو بھی گوشں بر آواز ہونا چاہئے

خونِ دل شامل نہ ہو، خونِ جگر شامل نہ ہو
آنسوؤں کو بھی امینِ راز ہونا چاہئے

جب ارادہ کر لیا سب منزلیں طے ہو گئیں
مثلِ پروانہ، پرِ پرواز ہونا چاہئے

اگ یہی رنج نہیں ہم کو کہ رُسوا نکلے
تیری محفل سے لئے ہم غمِ دُنیا نکلے

مجھ سا وحشی بھی نہ دُنیا میں ہوا ہے اُب تک
دشتِ وحشت میں بہت بادیہ پیما نکلے

خوگرِ ضبطِ محبّت ہوں میں اے سوزشِ دل
بارہا ورنہ انھیں آنکھوں سے دریا نکلے

سر بکف میں تو بہت دیر سے ہوں مقتل میں
قتل کرنے کی ہو اب جس کو تمنّا نکلے

شاعر اس دَور میں دیکھا تو بہت کم ہیں حمیدؔ
بزم میں ہم سے بہت قافیہ پیما نکلے

طلب سے دل جو کہیں بے نیاز ہو جائے
جہاں کو ہستیِ انساں پہ ناز ہو جائے

تمام خلق سے دل بے نیاز ہو جائے
اگر تری نگہِ دل نواز ہو جائے

قصور اپنے ہی جذباتِ دل کا ہے ورنہ
قفس کا دَر ابھی صیّاد باز ہو جائے

جبینِ شوق کو تو سجدہ ریز رہنے دے
عجب نہیں ہے جو یہ سرفراز ہو جائے

حمیدؔ، گریہ و زاری نہ کیجئے اتنی
اِن آنسوؤں سے نہ افشائے راز ہو جائے

خاموشیِ فضا میں نغمے ہوں بیکسی کے
کٹ جائیں محویت میں دن میری زندگی کے

پیشِ نظر ہیں منظر، دل کی شگفتگی کے
یاد آ رہے ہیں قصے، بھولے ہوئے کبھی کے

میں اُن کو ڈھونڈھتا تھا اب خود ہی کھو گیا ہوں
دراصل شعبدے ہیں یہ میری بیخودی کے

سازِ طرب کو رکھ دے اے محوِ عیش و عشرت
نغمے سُنا رہا ہوں دل کی شکستگی کے

دیکھو حمیدؔ دیکھو، قبلے سے ابر اُٹھا
رندوں سے کوئی پوچھے اب لطف میکشی کے

گریہ آتا نہیں، ہنسی کیسی
دل، ارے دل یہ بیکسی کیسی

ہم تو اک آہ کر کے پچھتائے
آگ دل میں بھڑک اٹھی کیسی

میری جانب نظر نہیں اُٹھتی
آج یہ بے توجہی کیسی

چھیڑ، پھر چھیڑ، نغمۂ جانسوز
اے مرے دل یہ بیحسی کیسی

جب تمہاری خوشی خوشی نہ رہی
پھر ہماری خوشی، خوشی کیسی

پھر کسی کا خیال آتے ہی
جل اُٹھی دل میں شمع سی کیسی

میں ہوں، اور آپ کا تصوّر ہے
مل گئی مجھ کو زندگی کیسی

بھر دیا دل میں کیفِ تازہ حمیدؔ
یہ غزل آپ نے کہی کیسی

راز رکھے، یا نہ رکھے، راز جو چاہے کرے
ایک اشکِ دیدۂ غمّاز جو چاہے کرے

گرمیِ ہنگامۂ محفل انھیں کے دم سے ہے — شمع و پروانہ کا سوز و ساز جو چاہے کرے

جذبِ دل سے اپنے ہوں مجبور، گستاخی سہی — دے رہا ہوں اب یہی آواز "جو چاہے کرے"

زندگی یا موت ہم کو عشق میں سب کچھ قبول — اب ہماری خاطرِ ناساز جو چاہے کرے

دل کے عالم کا بدل دینا بھی کوئی بات ہے — جانتا ہوں وہ سراپا ناز جو چاہے کرے

کر دیا اُن کو بھی آخر، آبدیدہ کر دیا — درد میں ڈوبی ہوئی آواز جو چاہے کرے

دیکھ کر رہ جاتے ہیں اپنا نشیمن یاس سے — ہمصفیرو! حسرتِ پرواز جو چاہے کرے

اک خلش، اک درد، اک سوزِ نہاں، اک اضطراب — دل کا ہے اب تک وہی انداز جو چاہے کرے

شوق سے ہم نے تو دل اُنکے حوالے کر دیا
اب حمیدؔ اُن کی نگاہِ ناز جو چاہے کرے

اُٹھی وہ گھٹا جھوم کے میخانہ کہاں ہے — مطرب ہے کدھر، بادہ و پیمانہ کہاں ہے

افسردگیِ دل کا یہ عالم ارے توبہ — دکھلا دے جھلک نرگسِ مستانہ کہاں ہے

گھبرا گیا ہنگامۂ گلشن سے مرا دل — ویرانہ کہاں ہے، مرا ویرانہ کہاں ہے

کیا چاہتا ہے وہ بھی ہوں بیتابِ محبت — آخر تری غیرت دلِ دیوانہ کہاں ہے

بیچین عبث رہتا ہے سجدوں کیلئے دل — ہر وقت میسر درِ جانانہ کہاں ہے

وہ انجمنِ ناز تو برپا ہے اُسی طرح — ہاں شمع پہ گرتا ہوا پروانہ کہاں ہے

ہو جس پہ ترا لطف و کرم، اُس کو عطا ہو — قسمت میں ہر اک کی دلِ دیوانہ کہاں ہے

وہ سامنے منزل ہے، قدم اُٹھ نہیں سکتے امداد کو آ، ہمتِ مردانہ کہاں ہے
تاریک ہوا جاتا ہے غمخانۂ ہستی لے جلد خبر، جلوۂ جانانہ کہاں ہے

محفل میں حمیدؔ آکے وہ اب پوچھ رہے ہیں
وہ میرا فدائی، مرا دیوانہ کہاں ہے

نگاہوں سے لیکر بلائیں تمہاری میں سب بھول بیٹھا جفائیں تمہاری
تم اور بس تمہاری محبت، ہماری یہ دُنیا، اور اس کی فضائیں تمہاری
پلٹ جائے خود کفرانِ زاہدوں پر اگر اک جھلک دیکھ پائیں تمہاری
ہم اپنے کو بھی بھول جائیں، یہ ممکن مگر، یاد کیونکر بھلائیں تمہاری
بنا دیں نہ میخانہ سارے جہاں کو یہ زُلفیں، یہ کالی گھٹائیں تمہاری
تعجب سے دیکھے گا اک دن زمانہ تغافل مرا، التجائیں تمہاری
محبت نے کیا خوب تقسیم کی ہے وفائیں ہماری، جفائیں تمہاری

جو حقیقت ہے وہ مستور ہوئی جاتی ہے کیا قیامت دلِ رنجور ہوئی جاتی ہے
آنکھ کو دعوتِ نظارہ وہ اس طرح نہ دیں گریۂ شوق پہ مجبور ہوئی جاتی ہے
واہ اے حُسنِ فسونکار، ترا کیا کہنا ایک دُنیا ہے کہ مسحور ہوئی جاتی ہے
ساقیا! تیری نگاہیں ہیں کہ میخانۂ عشق بے پیئے ہستیِ دل، چور ہوئی جاتی ہے

کوئی نادیدہ تجلّی ہے مگر عکس فگن — بزمِ دل نور سے معمور ہوئی جاتی ہے
کیا ترے حُسن سے نسبت ہے کہ اللہ اللہ — ہر نظر صاعقۂ طور ہوئی جاتی ہے
پھر پہونچنے کو ہے کیا تازہ غمِ عشق کوئی — کیوں طبیعت مری مسرور ہوئی جاتی ہے

بات دل کی نہ زباں پر کبھی لایا میں حمیدؔ
پھر یہ کیا بات، کہ مشہور ہوئی جاتی ہے

ہے پیشِ نظر کوچۂ سلمیٰ کئی دن سے — آباد ہے دل کی مرے دُنیا کئی دن سے
یاد آتی ہے وہ بزمِ تماشا کئی دن سے — حیراں ہے مری چشمِ تمنّا کئی دن سے
عالم ہے مرے دل کا یہ کیسا کئی دن سے — ہنسنا ہی نہ آتا ہے، نہ رونا کئی دن سے
پھر جوشِ جنوں کا ہے اشارا کئی دن سے — یاد آتا ہے وہ عالمِ صحرا کئی دن سے
دیکھا جو نہیں وہ رُخِ زیبا کئی دن سے — ہوتا ہی نہیں دل میں اُجالا کئی دن سے
کھُلتا نہیں کیا راز ہے، کیا کہئے کسی سے — کیا جانئے کیا حال ہے اپنا کئی دن سے
وہ جانِ تمنّا جو تصوّر میں نہیں ہے — خالی سا ہے آغوشِ تمنّا کئی دن سے
ہونے کو ہے برپا کوئی پھر حشرِ محبّت — پھر قلب میں پاتا ہوں سکوں سا کئی دن سے
لے بادِ صبا اُن سے بصد شوق یہ کہنا — ہے وردِ زباں نام تمھارا کئی دن سے
رہ رہ کے اُٹھا کرتی ہے اک ٹیس سی دل میں — یہ راز سمجھ میں نہیں آتا کئی دن سے
لے اے دلِ بیتاب مُبارک ہو مُبارک — ہے دردِ محبّت میں اضافہ کئی دن سے

ہر شے نظر آتی ہے حسیں اور درخشاں ‏ آنکھوں میں ہے وہ حُسنِ سراپا کئی دن سے

وہ پیشِ نظر خود ہیں، کہ ہے حُسنِ تصوّر ‏ اکثر یہی ہو جاتا ہے دھوکا کئی دن سے

کیا، دیکھ لیا گنبدِ خضرا کے کلس کو ‏ روشن ہے بہت صبح کا تارا کئی دن سے

شاید کہ طوافِ حرمِ طیبہ میں ہے محو ‏ ہم نے مہِ نو کو نہیں دیکھا کئی دن سے

پھر ہوں وہی دن رات حمیدؔ اور مدینہ
پیہم ہے یہی دل کا تقاضا کئی دن سے

یہ کیا کہہ گئی وہ نظر، چُپکے چُپکے ‏ بڑھی دل کی دھڑکن، مگر چُپکے چُپکے

کیا شوقِ دل نے اثر چُپکے چُپکے ‏ وہ ہو ہی گئے باخبر چُپکے چُپکے

بنا ہی لیا دل میں گھر چُپکے چُپکے ‏ رگ و پے میں ڈوبی نظر چُپکے چُپکے

مرے دل میں ظالم تری یاد آئی ‏ کہ آئی نسیمِ سحر چُپکے چُپکے

وہ ہونے لگے مہرباں رفتہ رفتہ ‏ ہوا جذبِ دل کارگر چُپکے چُپکے

خدا جانے دیکھا تھا کیسی نظر سے ‏ کہ دل بن گئی وہ نظر چُپکے چُپکے

ترے ہجر میں ہے یہ اب دل کا عالم ‏ جلے جیسے شمعِ سحر چُپکے چُپکے

مٹا فرقِ ناز و نیازِ محبت ‏ اِدھر چُپکے چُپکے، اُدھر چُپکے چُپکے

پہونچ تو گئی ہے اب آگے مقدّر ‏ نظر ماورائے نظر چُپکے چُپکے

حمیدؔ اُن کے دامن کی تاثیر دیکھو
بنے اشک میرے گہر چُپکے چُپکے

صبر آزما دل کو یوں بھی آزمائیں گے
خود نظر سے چھیڑینگے، خود ہی مُسکرائیں گے

جلوہ گاہ سے نظریں، اَب نہ ہم ہٹائیں گے
دیکھنا ہے وہ کبتک سامنے نہ آئیں گے

جس قدر بھی وہ غم کی وسعتیں بڑھائیں گے
حوصلے مرے دل کے اور بڑھتے جائیں گے

جب کسی طرف کوئی آسرا نہ پائیں گے
پاؤں توڑ کر اپنے ہم بھی بیٹھ جائیں گے

اور تو محبت نے سب اُٹھا دیئے پردے
ایک پردہ باقی ہے، اُس کو ہم اُٹھائیں گے

بڑھ رہا ہے پہلے سے لُطفِ انتظار اُن کا
ہاں وہ آج آئیں گے، اور ضرور آئیں گے

دیکھنا ہیں جی بھر کر مست انکھڑیاں اُنکی
یہ تو جانتا ہوں میں پاؤں لڑکھڑائیں گے

آپ نے اگر دیکھا، آپ سے بھی کچھ بڑھ کر
اک حسین سی دُنیا آنسوؤں میں پائیں گے

اے مری نگاہِ شوق ایسی بدگمانی کیا
دعوتِ نظر دیکر سامنے نہ آئیں گے

ہر طرح محبت کا ہوگا امتحاں اے دل
جلوہ بھی دکھائیں گے، پردہ بھی گرائیں گے

حُسن و عشق کے چرچے ہونگے سارے عالم میں
تم بھی یاد آؤ گے، ہم بھی یاد آئیں گے

چل کھڑے ہوئے اُبتو جادۂ محبت پر
سختیاں بھی جھیلیں گے، ٹھوکریں بھی کھائیں گے

زندگی میں آئے گا ایک وقت ایسا بھی
خود وہ زندگی بن کر زندگی پہ چھائیں گے

حشر دیکھئے کیا ہو، رازدارِ گلشن کا
چھُپ کے لالہ و گُل میں آپ مُسکرائیں گے

جذبِ دل سلامت ہے اے حمید اگر اپنا
اُن کی بزمِ عشرت میں پھر بُلائے جائیں گے

مبتلائے شوق و حرماں کر گئے ‏ ‏ ‏ میری دلچسپی کا ساماں کر گئے

جاتے جاتے بھی یہ احساں کر گئے ‏ ‏ ‏ شمع سی دل میں فروزاں کر گئے

چھاؤں میں تاروں کی وہ رخصت ہوئے ‏ ‏ ‏ صبح کو بھی شامِ ہجراں کر گئے

اک نگاہِ خاص مجھ پر ڈال کر ‏ ‏ ‏ سب کی نظروں میں نمایاں کر گئے

اب کہاں جمعیتِ خاطر نصیب ‏ ‏ ‏ دل کا شیرازہ پریشاں کر گئے

دل سے یوں نظریں ملا کر پھیر لیں ‏ ‏ ‏ جیسے پیوستِ رگِ جاں کر گئے

اللہ اللہ وہ نگاہِ جلوہ ریز ‏ ‏ ‏ دل کا ہر گوشہ درخشاں کر گئے

اب نظر میں دوسرا کوئی نہیں ‏ ‏ ‏ اپنے جلووں سے وہ حیراں کر گئے

دیکھ کر دقت پسندی عشق کی ‏ ‏ ‏ میری ہر مشکل وہ آساں کر گئے

جلوۂ رخ کی دکھا کر اک جھلک ‏ ‏ ‏ بے نیازِ ہر گلستاں کر گئے

ڈال کر اک پرتوِ حسنِ تمام ‏ ‏ ‏ وہ مجھے آئینہ ساماں کر گئے

ایک پوشیدہ امانت سونپ کر ‏ ‏ ‏ خود مجھے میرا نگہباں کر گئے

اُنکے دامن تک نہ پہنچے کوئی آنچ ‏ ق ‏ دل کو جو شعلہ بداماں کر گئے

وہ رہیں اُفتادِ غم سے دُور دُور ‏ ‏ ‏ جو مجھے ہنس ہنس کے گریاں کر گئے

اب کسی سے کیا کہوں میں اے حمید

کیا نوازشہائے پنہاں کر گئے

ہر نفس ہے تری آواز خدا خیر کرے — دل ہے اور نغمۂ بے ساز خدا خیر کرے

حُسن میں عشق کے اندازِ خدا خیر کرے — اللہ اللہ یہ آغاز خدا خیر کرے

اب مرے ضبطِ محبّت کا خدا حافظ ہے — مُلتفت ہے نگہِ ناز خدا خیر کرے

دل سے پوچھو مرے اس حُسنِ طلب کا عالم — دے رہا ہے کوئی آواز خدا خیر کرے

کہیں افشا نہ کرے شدّتِ بیتابیِ دل — راز اب تک ہے جو اک راز خدا خیر کرے

دل دھڑکتا ہے، تری بات رہے تابِ نظر — امتحانِ نگہِ ناز، خدا خیر کرے

ساز میں پردۂ دل کے جو چھڑا ہے نغمہ — کیا اُنھیں کی ہے یہ آواز خدا خیر کرے

پھر مری پیشکشِ شوق میں رکھّا کیا ہے — جبُ دھر ہی سے ہو آغاز خدا خیر کرے

جانِ مُضطر ہے کہ رگ رگ سے کھنچی آتی ہے — کون ہے زمزمہ پرداز خدا خیر کرے

ہائے وہ چشمِ سُخن گو، وہ اشاراتِ لطیف — غزلِ حافظؒ شیراز خدا خیر کرے

"بادہ و مُطرب و گُل جُملہ مہیّا ست ولے" — دل کے اچھّے نہیں انداز خدا خیر کرے

آج یہ کیا ہے کہ پیہم مرے کانوں میں حمیدؔ
آ رہی ہے یہی آواز، خدا خیر کرے

بیتابیِ خیال کا ساماں کیا تو ہے — ذوقِ نظر کو سلسلہ جُنباں کیا تو ہے

دل کو دکھا دکھا کے اُمیدوں کے سبز باغ — ویراں کدے کو میں نے گلستاں کیا تو ہے

اب یہ مرا نصیب کہ غم مجھ کو راس آئے — اُن کی نگاہِ ناز نے احساں کیا تو ہے

رگ رگ میں دردِ عشق کی بیتا بیاں نہ پوچھ
اُن کو نفس نفس میں خراماں کیا تو ہے

دل جلوہ گاہِ حُسن کبھی بن ہی جائے گا
ظُلمتکدے کو اپنے درخشاں کیا تو ہے

دینا پڑے جواب نہ توہینِ عشق کا
اظہارِ شوق اے دلِ ناداں کیا تو ہے

لینا ہے تجھ سے اے نگہِ یاس انتقام
تو نے کسی کو آج پشیماں کیا تو ہے

یہ کہہ کے اُسنے دل کی طرف اک نگاہ کی
مانوسِ لذّتِ غمِ ہجراں کیا تو ہے

کیوں عشقِ باریاب کی اُٹھتی نہیں نظر
جلوؤں نے رازِ حُسن نمایاں کیا تو ہے

اے عشقِ نامُراد بچائے ہوئے اُنھیں
اک نیشتر قریبِ رگِ جاں کیا تو ہے

پروانہ بنکے اب تھیں رہنا ہے اے حمیدؔ
شمعِ حرم کو دل میں فروزاں کیا تو ہے

اُس لب پہ تبسُّم کی موجیں، موجوں کا تبسُّم کیا کہئے
بے لفظ و بیاں، بے ساز و صدا، اندازِ ترنُّم کیا کہئے

اللہ رے یہ گلگشتِ چمن، جس سمت نظر اُٹھ جاتی ہے
کلیاں سی چٹکنے لگتی ہیں، اعجازِ تکلُّم کیا کہئے

اُف جوش و خروش کا وہ عالم، کونین لرزنے لگتے ہیں
جب حُسن و عشق میں ہوتا ہے ناگاہ تصادم کیا کہئے

خود جذبۂ عشق نے پہونچایا، اک حُسن کی ایسی منزل تک
کچھ نغمے تھے جن میں خود اپنی آواز ہوئی گُم، کیا کہئے

بیگانۂ شوق ہوئی اکثر، ہر چیز سے اپنی فکر و نظر
یوں دیدہ و دل پر چھائے ہو، جیسے ہو تمھیں تم کیا کہئے

وہ اُٹھتے ہی پردہ پہلے پہل، اک عالمِ حیرت دونوں طرف
نظروں میں تصادم ہوتے ہی، جلوؤں کا تلاطم کیا کہئے

مستِ مئے عرفاں کہئے اُسے، یا رندِ خراب و خستہ حمیدؔ
جو خاکِ درِ میخانہ سے کرتا ہو تیمّم کیا کہئے

عالم کچھ اور ہے، وہ تماشا کچھ اور ہے — میری نظر جہاں ہے وہ دُنیا کچھ اور ہے
پیشِ نگاہ صورتِ زیبا کچھ اور ہے — دل میں جو ہے وہ جلوۂ رعنا کچھ اور ہے
یہ کیف، یہ سُرور، مئے ناب میں کہاں — سرشار ہوں میں جس سے، وہ صہبا کچھ اور ہے
میرا مذاقِ عشق ہے ہر رند سے جُدا — میری نظر میں حاصلِ مینا کچھ اور ہے
ظاہر میں ہوشِ عشق کی ہیں دعوتیں، مگر — در پردہ چشمِ یار کا منشا کچھ اور ہے
ہر چند بزمِ شوق ہے لبریزِ سوز و ساز — پھر بھی نگاہ و دل کا تقاضا کچھ اور ہے
کیوں ہو مناظرِ مہ و خورشید پر نظر — کھُل جائے جس سے آنکھ، وہ جلوا کچھ اور ہے
آج اک نگاہِ شوق نے یہ بھی دکھا دیا — دُنیائے رنگ و بو کے علاوا کچھ اور ہے

اِس جلوہ زارِ حُسن سے دل مُطمئن نہیں — اَب جُستجو کچھ اَور، تمنّا کچھ اَور ہے

جلوے اگرچہ دَیر و حَرم میں بھی ہیں وہی — لیکن جمالِ منزلِ سلمیٰ کچھ اَور ہے

کس کے فراق و وصل، کہاں کے حجاب و دید — اک خاص بات انکے علاوا کچھ اَور ہے

شاعر تو اَور بھی ہیں زمانے میں اے حمیدؔ
کیوں رنگِ خاص تیری غزل کا کچھ اَور ہے

رُوئے اَنور سے نظر کسبِ ضیا کرتی ہے — صُحبتِ اَہلِ صَفا دل کی جِلا کرتی ہے

نازِ پیہم نگہِ ہوش رُبا کرتی ہے — دل کو رَہ رَہ کے مرے چھیڑ دیا کرتی ہے

بَرملا دل کی کوئی بات ہوا کرتی ہے — راز میں گفتگوئے راز رَہا کرتی ہے

ہم تری چشمِ فسونکار کو پہچان گئے — لُطف کا کام تغافل سے لیا کرتی ہے

عالمِ یاس میں بھی اَب تو تجلّیٰ اُن کی — ایک ایک نقش میں سَو رنگ بھرا کرتی ہے

میرے سَر عشق کا اِلزام اِلٰہی توبہ — اِبتدا پہلے اُدھر ہی سے ہوا کرتی ہے

ہم جہاں بھی ہوں خوشا تیرا تصوّر، تری یاد — شکل اک خلوت و جلوت میں رَہا کرتی ہے

یاد آتی ہے تری جلوہ گہِ ناز مجھے — بَرق جب اَبر کے دامن میں چھُپا کرتی ہے

سچ یہ ہے بیخودیِ کیف تمام اَور کہاں — وہ تو بس خدمتِ ساقی میں مِلا کرتی ہے

دل کو اُس راہ سے گذرے ہوئے مُدت گذری — اک خلش پھر بھی بدستور ہوا کرتی ہے

کیوں سب اَربابِ چمن سہمے ہوئے رہتے ہیں — ہر نشیمن پہ کہیں بَرق گرا کرتی ہے

تجھ سے پروانوں کا جلنا نہیں دیکھا جاتا — شمع کو دیکھ، کہ تا صبح جلا کرتی ہے

آپ آزردہ نہ ہوں، آپ پشیمان نہ ہوں — دل کی حالت تو اسی طرح رہا کرتی ہے

وہ غزل کہنے کا اگلا سا کہاں شوق حمیدؔ

اب فقط خاطرِ احباب ہوا کرتی ہے

جب وہ تصوّر میں کبھی آ گئے — میری ہی صورت مجھے دکھلا گئے

آنکھ سے یوں اشک وہ برسا گئے — آتشِ غم اور بھی بھڑکا گئے

ایسے بھی لمحاتِ فراق آ گئے — جیسے کچھ ارشاد وہ فرما گئے

اٹھ کے مرے پاس سے وہ کیا گئے — اور بھی کچھ میرے قریب آ گئے

دیدہ و دل کی مرے تسکین سی — آنکھوں ہی آنکھوں میں وہ فرما گئے

پڑ گئی ان پر جو اچانک نگاہ — خود ہی نظر جھک گئی، شرما گئے

درد کا اب خاک مداوا کریں — درد کے پردے میں انھیں پا گئے

جن کو غرض مجھ سے نہ تھی، کچھ وہی — حال مرا دیکھ کے گھبرا گئے

ہائے یہ پھولوں کی جواں مرگیاں — غنچے تو غنچے ہی تھے، مرجھا گئے

دل ہی نہ سمجھے تو کوئی کیا کرے — آپ تو ہر طور سے سمجھا گئے

خود مجھے ملتا نہیں میرا سراغ

آج کہاں مجھ کو وہ پہونچا گئے

آج اِس شان سے بے پردہ ہوا ہے کوئی جس طرف دیکھئے خود جلوہ نُما ہے کوئی

اللہ اللہ یہ معراجِ تصوّر میری جیسے ہر لحظہ مجھے دیکھ رہا ہے کوئی

خامشی سے بھی غمِ عشق کا چلتا ہے پتہ راز داروں سے کہیں راز چُھپا ہے کوئی

زُلف بِکھری ہوئی عارض پہ، گریبان کُھلا لیکے انگڑائیاں بستر سے اُٹھا ہے کوئی

"بندِ بُرقع بکشا، اے مہِ خورشید لقا" کب سے قدموں پہ ترے ناصیہ سا ہے کوئی

اپنے اس حُسنِ تصوّر کی رسائی معلوم یعنی خود اپنے ہی جلووں میں چُھپا ہے کوئی

ہو چکیں سوزِ محبّت سے فضائیں معمور سازِ دل اب مرا کیوں چھیڑ رہا ہے کوئی

دردِ دل ایک طرف، وہم و گماں ایک طرف نہ کوئی بھول گیا ہے، نہ خفا ہے کوئی

دلِ پُرسوز کی ڈوبی ہوئی آواز ہے یہ پردۂ ساز میں یا نغمہ سرا ہے کوئی

یارب اس جذبِ محبّت کا ہوا انجام بخیر ہر ادا سے مری اب جلوہ نُما ہے کوئی

کس کو اب ہوش ہے باقی کہ یہ عالم دیکھے بزم سے جھاڑ کے دامن کو اُٹھا ہے کوئی

جس قدر شعر پڑھے جائیں، پڑھے جاؤ حمیدؔ
سُنتے ہیں گوش بر آواز ہوا ہے کوئی

بظاہر تو ہیں درد و غم کے بہانے مگر کیا ہے مقصود اللہ جانے

ہم آہنگِ غم کر دیا سازِ دل کو خدا جانے کس مُطربِ خوشنوا نے

تجلّی کی موجوں میں گُم ہو نہ جائے بڑھی ہے نظر رُخ سے پردہ اُٹھانے

مرے ساتھ اُن کو بھی تڑپا کے چھوڑا
دھڑکتے ہوئے دل کی نازک صدا نے

خدا جانے کیا بن گئی اُنکے دل پر
چلے تھے مرا دردِ دل آزمانے

سرِ بزم ٹوٹی مرے دل کی دُنیا
نظر کے علاوہ بھی خاص اک ادا نے

دبے پاؤں خلوتکدے میں کسی کے
نسیم سحر آرہی ہے جگانے

نہیں منحصر کچھ غم و درد ہی پر
تجھے یاد کرنے کے ہیں سو بہانے

کیا اور مانوسِ غم دل کو میرے
تمھاری نگاہِ کرم آشنا نے

مجھے ناز ہے تم کو میں جانتا ہوں
تمھیں اب کوئی اور جانے نہ جانے

حمیدؔ اُس نگاہِ توجہ کے قرباں
غزلخواں کیا جسکی اک اک ادا نے

کسی کی یاد یہ ہر لحظہ آئی جاتی ہے
یہ آج کس لئے زحمت اُٹھائی جاتی ہے

یہ شوقِ دید کی بپتا بیاں معاذ اللہ
ابھی سے میری نظر تھرتھرائی جاتی ہے

کہیں تو کیا کہیں اربابِ جلوۂ معنی
لبوں پہ مُہرِ خموشی لگائی جاتی ہے

جو رازدارِ محبت ہیں وہ سمجھتے ہیں
مجاز ہی میں حقیقت بھی پائی جاتی ہے

یہ چاندنی نہیں قسمت میں تیرہ بختوں کے
شبِ فراق کی زینت بڑھائی جاتی ہے

ابھی یہ صحنِ گلستاں سے کون گزرا ہے
کلی کلی ہے کہ بس مُسکرائی جاتی ہے

نگاہ و دل پہ تحیّر کے ڈال کر پردے
ہماری بات ہمیں سے چھپائی جاتی ہے

کہیں جفا کا تمھاری بھرم نہ کھُل جائے ‎ ‎ مری وفا تو بہت آزمائی جاتی ہے

جہاں پہونچ کے خود اپنی خبر نہیں رہتی ‎ ‎ وہیں پہ منزلِ مقصود پائی جاتی ہے

جگر کے حُسنِ توجّہ کا فیض ہے یہ حمیدؔ

ترے کلام میں نُدرت جو پائی جاتی ہے

ہر گُل میں وہی رنگِ وفا ڈھونڈھ رہی ہے ‎ ‎ میری ہی طرح تجھ کو صبا ڈھونڈھ رہی ہے

رُک جاتے ہیں ہر گام پہ رہ رہ کے قدم کیوں ‎ ‎ کیا چیز مری لغزشِ پا ڈھونڈھ رہی ہے

پڑتی ہی نہیں اب نگہِ شوق کسی پر ‎ ‎ ہر سمت تجھی کو بخدا ڈھونڈھ رہی ہے

اللہ رے مرے ضبطِ غمِ عشق کی ہمّت ‎ ‎ اب جادۂ تسلیم و رضا ڈھونڈھ رہی ہے

لائی یہ کہاں لے مری دیوانگیِ شوق ‎ ‎ مجکو نگہِ راہنما ڈھونڈھ رہی ہے

جلوے ترے کچھ ایسے سمائے ہیں نظر میں ‎ ‎ "تاریکیِ غم" بنکے ضیا ڈھونڈھ رہی ہے

کس شوق میں کس جوش میں آئی ہے اُمنڈ کر ‎ ‎ کیا خانۂ کعبہ میں گھٹا ڈھونڈھ رہی ہے

بیہوش نظر آتا ہے ہر ایک سرِ بزم ‎ ‎ کس کو نگہِ ہوشربا ڈھونڈھ رہی ہے

گُم ہو کے فراوانیِ جلوہ میں کسی کی ‎ ‎ میری نگہِ شوق یہ کیا ڈھونڈھ رہی ہے

دل اپنا کھنچا آتا ہے سینے سے حمیدؔ آج

شاید کہ مجھے شانِ عطا ڈھونڈھ رہی ہے

ڈوب رہے ہیں چاند ستارے — پُر معنی سے کر کے اشارے
حُسن کا منظر، غم کے نظارے — نیند تمھاری، خواب ہمارے
ایک حسین دامن کے سہارے — بَن گئے آنسو عرش کے تارے
خرمنِ دل کی خیر ہو یارب — پھونک نہ ڈالیں غم کے شرارے
غازۂ رُخ ہے صُبحِ تجلّی — بادِ صبا نے بال سنوارے
نقش ہوئے جاتے ہیں دل پر — اُنکی نظر کے خاص اشارے
چاندنی راتیں، اُنکا تصوّر — اللہ اللہ اُپنے نظارے
اے غمِ جاناں تجھ کو خبر ہے — ہم جیتے ہیں تیرے سہارے
بیٹھ نہیں سکتے دم بھر بھی — ایک جگہ ہم درد کے مارے
سُنتا ہوں آواز اُنھیں کی — کوئی صدا دے، کوئی پکارے

سارے عالم کی نگاہوں میں سماتے چلئے — یہ جو اک تفرقہ برپا ہے مٹاتے چلئے
ہاں نگاہِ غلط انداز اِدھر بھی کوئی — واعظوں کے بھی ذرا ہوش اُڑاتے چلئے
پھر یہ وقت آئے نہ آئے پئے تکمیلِ جنوں — اور کچھ وُسعتِ کونین بڑھاتے چلئے
ماہ و انجم تو ہیں خود نقشِ قدم کے ذرّے — ماہ و انجم سے بھی دامن کو بچاتے چلئے
آپ نے دی تھی صدا حضرتِ دل خیر ہوئی — اور جو پردہ سے وہ باہر نکل آتے، چلئے
دل کو تو درد بنایا ہے کرم سے اپنے — درد کو دل بھی ٹسر دست بناتے چلئے

آپ رہبر ہیں کسی اور سے میں کیوں پوچھوں — اپنی منزل کا پتہ آپ بتاتے چلئے

تا کجا قیدِ نگاہ و دلِ دیدار طلب — رہ گئے ہیں جو حجاب اُٹھاتے چلئے

صاف سُنتا نہیں میں آپ کی آواز ابھی — دل کی دھڑکن کو ذرا اور بڑھاتے چلئے

میں جہاں سجدہ کروں، پھر کوئی سجدہ نہ کرے — اپنا ہر نقشِ قدم آپ مٹاتے چلئے

رہروِ راہِ محبت ہیں اگر آپ حمیدؔ
غزلِ حافظِؒ شیراز سُناتے چلئے

جلوۂ حُسنِ دوست کا لیکے اثر چلی گئی — جیسے اُنھیں کے ساتھ ساتھ اپنی نظر چلی گئی

کیسی بہار، کیا چمن، سُونی پڑی ہے انجمن — جب سے گئے وہ زینتِ قلب و جگر چلی گئی

اشک نہ ساتھ دے سکے، اشکوں کا غم نہیں مگر — رنج یہ ہے کہ رونقِ دیدۂ تر چلی گئی

یہ بھی مجھے بتائے جا، جی کے میں پھر کروں گا کیا — یاد بھی تیری روٹھ کر مجھ سے اگر چلی گئی

کھُل نہ سکی زبانِ شوق، ہو نہ سکا بیانِ غم — چھیڑ کے آج دل کو پھر، بادِ سحر چلی گئی

دیکے فریبِ رنگ و بو، جلوہ دکھا کے چار سو — مجکو مری ہی جستجو، لیکے کدھر چلی گئی

حُسن ہے مائلِ نیاز، کھُل گیا ہچکیوں کا راز — یاد کسی کی آئی تھی، دیکے خبر چلی گئی

اُنکی نگاہِ التفات، پرسشِ غم کو آئی تھی — ہم رہے محوِ غم اِدھر، اور وہ اُدھر چلی گئی

درد نے گدگدا دیا، شوق نے چٹکیاں سی لیں — بابِ قبول تک دُعا، آج مگر چلی گئی

اُن کی حریمِ ناز میں، آہِ رسا مری حمیدؔ
دے کے بس ایک جنبشِ پردۂ در چلی گئی

پردہ رُخِ عالم سے اُٹھاتے ہوئے آئے
تنہا وہی تنہا نظر آتے ہوئے آئے

سر تا قدم، آئینہ بناتے ہوئے آئے
آئے، مری رگ رگ میں سماتے ہوئے آئے

اعجازِ تبسّم وہ دکھاتے ہوئے آئے
دل کو گلِ فردوس بناتے ہوئے آئے

زلفیں رُخِ روشن سے ہٹاتے ہوئے آئے
یا شب کو شبِ قدر بناتے ہوئے آئے

ہر جلوۂ صد رنگ کو کرتے ہوئے پنہاں
اک جلوۂ بے رنگ دکھاتے ہوئے آئے

اللہ رے اعجازِ فروغِ رُخِ تاباں
اک شمع سی رگ رگ میں جلاتے ہوئے آئے

پُرشوق نگاہوں کا وہ جھرمٹ تھا کہ توبہ
گھبرائے ہوئے، بچتے بچاتے ہوئے آئے

سر تا بقدم غرقِ مئے حُسن و جوانی
پیتے ہوئے آئے، وہ پلاتے ہوئے آئے

اک حشرِ تمنّا تھا ہر اک گام پہ، لیکن
کانٹوں سے وہ دامن کو بچاتے ہوئے آئے

کس شان سے آئے ہیں مرے خانۂ دل میں
جو پردے اُٹھانا تھے، گراتے ہوئے آئے

ڈالی گئی اس طرح نگاہِ متبسّم
غنچے سے رگ و پے میں کھلاتے ہوئے آئے

کچھ ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے ہیں
جیسے وہ کوئی راز چھپاتے ہوئے آئے

ہر لحظہ نیا رنگ، نئی آن، نئی شان
ہر بار نیا جلوہ دکھاتے ہوئے آئے

تمئیزِ دل و دیدہ و منظور و نظر کیا
تفریقِ من و تو بھی مٹاتے ہوئے آئے

وہ بزم میں تھے گوش بر آواز ہی جیسے
اشعار حمیدؔ اپنے سناتے ہوئے آئے

گُم ہو کے ترے نظّارے میں، کچھ اَور تمنّا کون کرے
پا کر تجھے پھر جنّت کی طلب، اے حُسنِ سَراپا کون کرے
خاموش ہیں ہم اے اہلِ نظر، اب ہو بھی تو شکوا کون کرے
جب حُسن کی بھی رُسوائی ہو، پھر عشق کو رُسوا کون کرے
جو دل پہ گُزرتی ہے گُزرے، لیکن یہ گوارا کون کرے
اپنی ہی طرح خود اُن کو بھی بیتابِ تمنّا کون کرے
بے وجہ نہیں ہم مُہر بلب، اِس پاسِ اَدب کا بھی ہے سبب
جس راز کو وہ اپنا کہدیں، اُس راز کو افشا کون کرے
ہر جام کے بعد بھی اے ساقی، رہتی ہیں تمنّائیں باقی
توبہ کی حقیقت ظاہر ہے، ترکِ مے و مینا کون کرے
پہلی ہی تجلّی سے اُنکی، ہم ہوش و خرد سب کھو بیٹھے
نظّارۂ حُسنِ کامل کا، اب اَور تقاضا کون کرے
جلوؤں کا کسی کے یہ عالم ہے، کچھ وَجد میں ہیں، کچھ حیرت میں
دُنیا ہے تماشائی اُن کی، احساسِ تماشا کون کرے
ہوتی ہے خلش تو ہونے دو، بہتے ہیں جو آنسو بہنے دو
جس غم کو خود اُن سے نسبت ہو، اُس غم کا مداوا کون کرے

چہرے سے مرے دل کا مقصد، دیکھے تو سمجھ جائے شاید
مشکل ہے نظر اُٹھنا اپنی، ساقی کو اشارا کون کرے

مانا غم و رنج کی شدّت ہے، لیکن یہ حمیدؔ حقیقت ہے
جب عشق نے پردہ ڈالا ہو، پھر حُسن کو رُسوا کون کرے

شوق دَر پردہ اک افسانہ ہوا جاتا ہے
دل غمِ دوست سے بیگانہ ہوا جاتا ہے

مُضطرب کیوں دلِ دیوانہ ہوا جاتا ہے
کیا کِسی شمع کا پَروانہ ہوا جاتا ہے

سچ یہ ہے جب سے ہوئی دل کو حقیقت کی تلاش
محرمِ کعبہ و بتخانہ ہوا جاتا ہے

بادہ کش کس لئے توبہ کا سہارا ڈھونڈیں
بند ابھی کیا درِ میخانہ ہوا جاتا ہے

دیدہ و دل میں سمانے کا وہ انداز نہیں
جانے کیا جلوۂ جانانہ ہوا جاتا ہے

قابلِ رحم ہے اُس دل کی تباہی اے دوست
ہو کے آباد جو ویرانہ ہوا جاتا ہے

محفلِ ناز میں جب زینتِ محفل ہیں وہی
کیوں ہر انداز حریفانہ ہوا جاتا ہے

دل کو اے کشمکشِ جوشِ جنوں کیا کہئے
اپنی منزل سے بھی بیگانہ ہوا جاتا ہے

مُسکراتا ہوا آئے تو تصوّر میں کوئی
رشکِ جنّت ابھی غمخانہ ہوا جاتا ہے

تھی فقط رند کو ساقی کی توجّہ درکار
آشنا شیشے سے پیمانہ ہوا جاتا ہے

عام ہے آج یہاں فیضِ نگاہِ ساقی
مست میخانے کا میخانہ ہوا جاتا ہے

ڈالدی تو نے کچھ ایسی غلط انداز نظر
اور ہی کچھ ترا دیوانہ ہوا جاتا ہے

نسبتِ خاص نے وہ رنگ بھرے ہیں، کہ حمیدؔ
اِک مُرقّع مرا افسانہ ہوا جاتا ہے

جلوے کسی کے آئینۂ دل میں آگئے
اب حُسن و عشق ایک ہی منزل میں آگئے

یوں بے نقاب آج وہ محفل میں آگئے
جیسے سمٹ کے کون و مکاں دل میں آگئے

خوش ہیں شناورانِ محبت، مگر یہ کیا
طوفاں سے بچ کے دامنِ ساحل میں آگئے

اُٹھتی نہیں ہے کیوں رُخِ لیلیٰ سے اب نقاب
ذرّے یہ کس کے گوشۂ محمل میں آگئے

اے رہروانِ منزلِ بے نام الوداع
ہم تو حدودِ کوچۂ قاتل میں آگئے

وہ ننگِ زندگی جو زمیں پر بھی بار تھے
کیا جانے کیونکر آپ کی محفل میں آگئے

آمادۂ ستیز زمانے سے عشق تھا
یہ کیا کیا، کہ آپ مقابل میں آگئے

اللہ رے پردہ داریِ کامل کا اہتمام
آنکھوں سے جب وہ چھپ نہ سکے، دل میں آگئے

کچھ امتیازِ شوق، نہ حیرت کی انتہا
ہم اے حمیدؔ کون سی منزل میں آگئے

"کافر دلم را، ناید قرارے"

هوشم ربودا آں سفاک یارے
کافر نگاہے، زیبا نگارے

برقِ مجسّم، حُسنِ سراپا
فتنہ طرازے، آشوب کارے

در صحنِ گُلشن دیدم خراماں
طُرفہ بہارے، اندر بہارے

رحمے بہ جانم، فرمود، لیکن
کافر دلم را، ناید قرارے

عُمرے گذشت و شوقِ خرابم
محمل بہ بیند، در ہر غبارے

از من چہ پُرسی حالِ دل و جاں
ایں ہم شکارے، آں ہم شکارے

شادم حمیدؔ ایں فیضِ جگر ہست
نازم بہ طبعِ جادو نگارے

محرمِ دل

فَحُبُّکِ کاظِمَہ فِی کُلِّ حِینٍ
وَذِکرُکِ مُونِسِی فِی کُلِّ حَالٍ

کاظمہ[1] اے محرمِ دل کاظمہ
میری اُمیدوں کا حاصل کاظمہ

خوش ادا، رنگیں شمائل کاظمہ
مہرِ خلوت، ماہِ محفل کاظمہ

تیری خلوتگاہ، چشمِ منتظر
قلبِ مضطر، تیری محمل کاظمہ

اک تری نسبت سے جانِ آرزو
میرا دل بھی بن گیا دل کاظمہ

زندگی میں حُسن پیدا کیوں نہ ہو
زندگی میں تو ہے شامل کاظمہ

تو ہم آغوشِ تصوّر جب ہوئی
بن گئی خلوت بھی محفل کاظمہ

ہو گئی تیری بدولت زندگی
زندگی کہنے کے قابل کاظمہ

آنکھوں آنکھوں میں بتا دیتی ہے تو
کس طرح ملتے ہیں دو دل کاظمہ

حُسنِ صورت، حُسنِ سیرت میں ترا
کون ہے مدِّ مقابل کاظمہ

ہاں وہی پھر اک نگاہِ نیمباز
دل ہوا ہے جس سے بسمل کاظمہ

اعتبارِ ہستی بے اعتبار
ہے تری اُلفت میں حاصل کاظمہ

شاہراہِ زندگی میں ساتھ ساتھ
تو رہے منزل بہ منزل کاظمہ

چوں بنی عامر ہمہ مجنوں شوند
گر بروں آید یکے لیلیٰ زحے
(حضرت حافظؒ)

---

[1] تلمیح ... ... "عشق کی نمائش ہے حُسن کے بہانے سے" ... ... (اصغر)

گلگشتِ چمن

بادِ صُبحی بہوایش ز گُلستاں برخاست
یارِ من چوں بخرامد بتماشائے چمن

رشکِ گُل کون یہ آیا ہے پئے سیرِ چمن
خیر مقدم کو بڑھے جس کے لئے سروِ سمن

رُخِ رنگیں پہ تصدّق ہو بہارِ گلشن
نکہتِ زُلفِ مُعنبر پہ فدا مُشکِ ختن

چشمِ میگوں پہ وہ مژگانِ سیہ کی چلمن
رُخ پہ ڈالے ہوئے آنچل ہو کوئی جیسے دُلہن

اُف وہ سرتا بقدم پیکرِ ریعانِ شباب
جیسے رعنائی و رنگینی ہو خود جُزوِ بدن

نرگسِ مست پہ لہرائے ہوئے وہ گیسو
جیسے میخانے پہ ہو ابرِ سیہ سایہ فگن

دِلستاں، آفتِ جاں، دُشمنِ دیں، سحر طراز
شمع رُو، زہرہ جبیں، شوخ نظر، غنچہ دہن

جلوہ ہائے سحر و شام ہوں جیسے یکجا
ہائے وہ زلفِ سیہ تاب، وہ رُوئے روشن

اُف وہ رفتار، کہ ہر گام پہ فتنے اُٹھیں
بجلیاں جس میں تڑپتی ہوں، وہ چشمِ پُرفن

گفتگو میں ہے لطافت، تو حیا میں شوخی
مُتبسم ہیں نگاہیں تو جبیں پر ہے شکن

جس کا ہر عشوہ ہے غارت گرِ صد ہوش و خرد
جس کی ایک ایک ادا صبر و سکوں کی دشمن

اللہ اللہ وہ نسیمِ سحری کی چھیڑیں
پھر وہ اُس شاہدِ رنگیں کا گُل افشاں دامن

گُنگُناتا ہے جو رہ رہ کے وہ سرمستِ شباب
تیز تیز اور ہوئی جاتی ہے دل کی دھڑکن

چوں توئی نرگسِ باغِ نظر اے چشم و چراغ
حیفم آید کہ خرامی بتماشائے چمن

(حضرت حافظؒ)

سہرا

سہرا بہ تقریبِ شادی عزیزی و مخلصی حاجی محمد اکبر علی خاں صاحب پسر جناب حاجی محمد مصطفیٰ خاں صاحب

شکرِ خالق کہ ہے تحریرِ مقدّر سہرا — جب تو ہے زینتِ پیشانیٔ انور سہرا
نکہتِ حسن سے ہے آج معطّر سہرا — کیوں نہ ہو گلشنِ فردوس سے بہتر سہرا
ہر لڑی حسن کی گرمی سے ہوئی غرقِ عرق — بن گیا بزم میں ہنگامۂ محشر سہرا
جتنی کلیاں ہیں مسرّت سے کھلی جاتی ہیں — جب مچلتا ہے ترے پاؤں پہ گر کر سہرا
ہر رگِ گل میں ہے پیغامِ محبت روپوش — جادۂ عشقِ حقیقی کا ہے رہبر، سہرا
دیکھا نوشاہ کو ہمشکلِ مہِ کامل جب — بن گیا بزم ستاروں کی چمک کر سہرا
کہکشاں اس سے خجل، عقدِ ثریّا ہے ماند — نور کی موج ہے وَاللہ سَراسر سہرا
ہر لڑی حسن کے پرتو سے بنی آیتِ نور — کیوں نہ ہو زیب دہِ روئے منوّر سہرا
ہر گلِ تازہ میں ہے بوئے محبت کی مہک — عطرِ الفت سے نہ پھر کیوں ہو معطّر سہرا
بزمِ شادی میں ہے ابرِ مسرّت ہر سو — پیش کرتا ہے نئے حسن کا منظر سہرا
جب کلی کوئی چٹکتی ہے، تو آتی ہے صدا — ہو مبارک تجھے اے خالقِ اکبر سہرا
"اصطفا خاں" کو مبارک ہو یہ سامانِ سرور — کہہ رہا ہے یہ سرِ بزم مہک کر سہرا

سالِ تاریخ کی ہے فکر اگر تجھ کو حمید
لکھ "دل افروز مبارک ترے سر پر سہرا"
۲۹ ۱۹

سہرا بہ تقریب عقد نکاح حبیبی و محبی حاجی محمد اعظم علی خانصاحب خلف جناب حاجی محمد مصطفٰی خانصاحب

کیوں نہ ہو کیوں نہ ہو روشن گرِ عالم سہرا
کثرتِ نور سے ہے نیرِ اعظم سہرا

تابِ نظارہ نہیں، طاقتِ دیدار نہیں
کہو چہرے سے اُٹھائیں ابھی کم کم سہرا

باغِ عالم کی ہر اک چیز میں ہے جوشِ نشاط
کیوں نہ ہو فرطِ خوشی سے خوش و خرم سہرا

آج وہ دن ہے کہ دیتا ہے مرے نوشہ کو
خبرِ طالعِ اسکندرِ اعظم سہرا

کلیاں کہتی ہیں چٹک کر رُخِ روشن کے قریب
جوش میں سورۂ اخلاص کرے دم سہرا

ہے جو مشہور زمانے میں دُلھن کی آمد
جوشِ عشرت میں صدا دیتا ہے" دل کم" سہرا

ڈھل گیا حُسن کے سانچے میں کچھ اِس طرح حمید
رُخِ نوشاہ پہ ہے نورِ مجسم سہرا

سہرا بہ تقریب جشنِ شادی مخلصم سید حامد حسین صاحب رضوی عرف اسلم میاں

اللہ اللہ کس غضب کی دلکشی سہرے میں ہے
بات جو "اسلم میاں" میں ہے، وہی سہرے میں ہے

گلشنِ طیبہ کے پھولوں کی لڑی سہرے میں ہے
یا کہ تخئیلِ "حمیدِ لکھنوی" سہرے میں ہے

اہلِ محفل کی نگاہیں جس ادا پر لوٹ ہیں
وہ ادا مخصوص ایسی کون سی سہرے میں ہے

اضطرابِ شوق کا عالم ہے لڑیوں سے عیاں
جذبۂ خاموش کی تصویر بھی سہرے میں ہے

دید کے قابل ہے کیسا منظرِ راز و نیاز
کیا کوئی تارِ نظر کی بھی لڑی سہرے میں ہے

دیدۂ پُر شوق کہئے، یا دلِ پُر آرزو
ہر گُلِ شاداب کی جو پنکھڑی سہرے میں ہے

اشتیاقِ دید میں ہر اک لڑی بیتاب ہے
دیکھئے کس درجہ شانِ دلبری سہرے میں ہے

حسن ہی اس راز سے در اصل ہوگا آشنا
وہ جو اک پوشیدہ رازِ عاشقی سہرے میں ہے

عشق کے جذبات کا آئینۂ روشن ہے یہ
یا نگاہِ حسن کی تابندگی سہرے میں ہے

اس کو آنکھوں میں جگہ دیتے ہیں سب اہلِ نظر
رشتۂ حسن و محبّت کی لڑی سہرے میں ہے

پھول کھل کر کہہ رہے ہیں یہ زبانِ حال سے
غنچۂ دل ہے کسی کا، جو کلی سہرے میں ہے

اُسکے دل سے پوچھئے، اُسکی نظر سے دیکھئے
جس کی اک موجِ نشاطِ زندگی سہرے میں ہے

محوِ نظّارہ ہوئی جاتی ہے ساری انجمن
کوئی نسبت خاص حسن و عشق کی سہرے میں ہے

دید کی طاقت کہاں، پھر تابِ نظّارہ کیسے
یہ غنیمت ہے رُخِ نوشہ ابھی سہرے میں ہے

شرح جس کی معنی و الفاظ سے ممکن نہیں
ایک ایسی بھی تجلّی حسن کی سہرے میں ہے

یوں تو سہرے اور بھی دیکھے ہیں میں نے اے حمید
جاذبیت اور کشش لیکن اسی سہرے میں ہے

سہرا بہ تقریب کتخدائی عزیزِ دلم سیّد حیدر حسین سلمہٗ پسر سیّد فضل حسین صاحب

صبا یہ کس کی نویدِ شادی، چمن چمن کو سُنا رہی ہے
جدھر نگاہیں اُٹھا کے دیکھو، کلی کلی مسکرا رہی ہے

جھکی ہی پڑتی ہے ڈالی ڈالی، چُنے گا سہرے کے پھول مالی
بھرے ہوئے ساغروں سے شبنم، گلوں کے منہ کو دھلا رہی ہے

ہر ایک گلشن میں ہے یہ چرچا، بنے ہیں "حیدر حسین" دولھا
بہارِ سہرے کی نکہتوں کے بھرے خزانے لٹا رہی ہے

وہ رسم و راہِ وفا بنا دی، سُرور کی اک جھلک دکھا دی
بہت مُبارک ہے بزمِ شادی، کہ دو دلوں کو ملا رہی ہے

گلے ملے ہیں شباب و طفلی، حدِ شریعت میں راہ نکلی
پڑے گی بُنیاد زندگی کی جہاں سے، منزل وہ آ رہی ہے

کچھ ایسی ہے اس میں دلرُبائی، چُھپا نہیں سکتے "فضلو بھائی"
نظر میں مستی سی آ رہی ہے، خوشی جو چہرے پہ چھا رہی ہے

ہماری "باجی" کا ساغرِ دل، مسرّتوں سے چھلک رہا ہے
خوشی کی تمہید ہے یہ سہرا، مُراد دل کی بر آ رہی ہے

نہ کیوں ہوں مسرور "صالحہ بی" بنا ہے نوشاہ چھوٹا بھائی
نفس نفس ہے سُرورِ تازہ، نظر نظر مُسکرا رہی ہے

جمالِ نوشاہ کے مقابل، نظر کی وابستگی ہے مشکل
ضیائے رُخ سے تمام محفل، کچھ اس طرح جگمگا رہی ہے

مری نگاہیں تو چار جانب، اُنھیں بہاروں کو ڈھونڈھتی ہیں
ہر اک لڑی گلشنِ مدینہ کی یاد مجھ کو دلا رہی ہے

حمیدؔ اک وجد کا ہے عالم، ہیں شاد و خرّم انیس و ہمدم
اِدھر چھڑے نغمہائے پیہم، فضا اُدھر گنگنا رہی ہے

سہرا بہ رنگِ غزل

بہ تقریبِ شادی خانہ آبادی عزیزی خواجہ سعید الدین صاحب سعیدؔ (مصوّر) خلف جناب خواجہ حمید الدین صاحب

سہرے میں عجب جذب و اثر دیکھ رہے ہیں
رُخ کو ترے فردوسِ نظر دیکھ رہے ہیں

سہرے کی پھبن، رونقِ محفل کے تقاضے
ہم تو رُخِ نوشاہ، مگر دیکھ رہے ہیں

سب دیکھنے والوں کا یہ عالم ہے، کہ جیسے
آغوش میں پھولوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

مسرور نظر آتے ہیں اربابِ تماشا
کلیوں کے تبسّم کا اثر دیکھ رہے ہیں

لڑیاں رُخِ نوشاہ کا بن جاتی ہیں پردہ
یہ دیکھ کے سب لوگ اُدھر دیکھ رہے ہیں

کیا حُسنِ تخیّل کا کوئی شعر ہے دل ہیں
سہرے کو بصد شوق جگرؔ دیکھ رہے ہیں[1]

تصویر بنے بیٹھے ہیں محفل میں سعیدؔ آپ
اور آپ کو اربابِ نظر دیکھ رہے ہیں

ملنے کو ہیں دو دل جو اِدھر شوق سے باہم
حیرت سے اُدھر شمس و قمر دیکھ رہے ہیں

یا صُبح سے کس شوق میں تھے منتظرِ شام
یا شام سے آثارِ سحر دیکھ رہے ہیں

جو یاد دلاتا ہے مدینے کے چمن کی
سہرے میں اک ایسا گُلِ تر دیکھ رہے ہیں

خوش خوش نظر آتے ہیں بہت خواجہ حمیدؔ آج
ہنس ہنس کے رُخِ نورِ نظر دیکھ رہے ہیں

---

[1] رئیس المتغزلین حضرت جگرؔ مرادآبادی مدظلہ العالی۔ ۱۲

سہرا

(بطرزِ نو)

بتقریب شادی مجتبیٰ عبد القیوم خاں صاحب

سہرے کی آب و تاب برابر لئے ہوئے
اک جلوہ زار ہے رُخِ انور لئے ہوئے

اللہ رے اہلِ بزم کی حیرانیِ جمال
آئینہ رُو برو ہے سکندر لئے ہوئے

سب جگمگا اُٹھے رُخِ تاباں کی چھوٹ سے
جلوہ ہے ہر لڑی کا گُلِ تر لئے ہوئے

سہرے کے سب یہ منتخبِ روزگار پھول
دامن میں ہیں بہار کا منظر لئے ہوئے

نوشاہ کی نگاہِ محبت پناہ بھی
اُٹھتی ہے ایک شوق کا دفتر لئے ہوئے

سہرے سے کیوں نہ زینتِ آغوشِ شوق ہو
ہر گُل ہے بُوئے زُلفِ مُعنبر لئے ہوئے

کیونکر رہے گا آرسیِ مُصحف کا راز، راز
آتا ہے کوئی شیشہ و ساغر لئے ہوئے

"قیوم" حُسنِ شوق کی تم کو خبر بھی ہے
آج ایک رنگِ خاص ہُو خبر لئے ہوئے

کیا ذہن میں ہیں عرضِ تمنا کی شوخیاں
کس کا خیال ہے دلِ مُضطر لئے ہوئے

گلہائے باغِ طیبہ کی نسبت سے اے حمید
لڑیاں ہیں موجِ نور سراسر لئے ہوئے

تحفۂ عُروس

در تہنیت عروسی نورِ دیدہ آمنہ خاتون بنت حاجی محمد مصطفیٰ خانصاحب

"آمنہ" نیک صفت، عاقل و فرزانہ بنو
مرکزِ علم و ادب کے لئے میخانہ بنو
مئے عصمت سے چھلکتا ہوا پیمانہ بنو

عُمر بھر سَر پہ تمھارے رہے ظلِّ رحمت
نام کو پاس نہ آئے کبھی رنج و کُلفت
دیدہ و دل کے لئے جلوۂ جانانہ بنو

حق کی طاعت میں رہے خم سرِ تسلیم و رضا
کبھی آئے نہ زباں پہ گلۂ نازیبا
شمعِ ملّت کے لئے صُورتِ پروانہ بنو

مُطمئن ذکرِ خدا ہی سے رہیں قلب و جگر
سیرتِ عائشہؓ ہر وقت رہے پیشِ نظر
عشق میں سیّدِ کونینؐ کے دیوانہ بنو

دیکھنا فرضِ محبت سے نہ غافل ہونا
بار جو سر پہ ہوں اُن کی متحمّل ہونا
ضبطِ احکامِ شریعت سے نہ بیگانہ بنو

نورِ اخلاق سے گھر بھر میں اُجالا کردو
حُسنِ تہذیب و تمدّن کو دوبالا کردو
زینتِ بزمِ ادب، علم کی پروانہ بنو

ہاں خدا ہی کے لئے چاہیے جینا مرنا
اپنے سرتاج کا ہر حال میں کہنا کرنا
کاشکہ تم دلِ نوشاہ کی سُلطانہ بنو

گھر کو گلہائے محبت سے بناؤ تو چمن
رہتی دُنیا پہ رہے نام تمہارا روشن
شمعِ اخلاص بنو، رونقِ کاشانہ بنو

غیرت و شرم میں بنجاؤ تم اپنی ہی مثال
اپنے شوہر کی اطاعت کا رہے دل سے خیال
آبرو بنکے رہو، گوہرِ یکدانہ بنو

کام جتنے بھی ہوں سب حکمت و دانائی سے
زندگانی ہو بسر، صبر و شکیبائی سے
خندہ زن کوئی ہو، دیکھو کہیں ایسا نہ بنو

اور بہنوں کو بھی خود راہِ عمل دکھلاؤ
صبر و ایثار و تحمّل کا سبق سکھلاؤ
نازشِ شمع بنو، یا عشمِ پروانہ بنو

یہ تمھارے لئے کرتا ہے دُعا دل سے حمیدؔ
کہ ہمیشہ ہو مُبارک یہ تمھیں دورِ جدید
شاہزادی دُرِ شہوار رہو، دُردانہ بنو

"نغمۂ عید"

شیریں ہو مہربان، یہ ہے کوہکن کی عید
دامن میں گُل بھرے ہوں، یہ اہلِ چمن کی عید

وہ جوششِ انبساط کہاں دل میں اے حمیدؔ
پیشِ نظر ہے ایک غریب الوطن کی عید

گلہائے تمنّا

بتقریب رخصتی کتخدائی عزیزہ عابدہ خاتون بنت حکیم سعید الرحمٰن خانصاحب مرحوم

شریکِ زیست کے دل کا قرار بنکے رہو　　خلوص و شوق کے پھولوں کا ہار بنکے رہو
بہار بنکے چلی ہو، بہار بنکے رہو

خلوص و شوق و محبت بہم رہے قائم　　گُلِ مُراد سے دامن بھرا رہے دائم
حیا و شرم کی تم پردہ دار بنکے رہو

پھرے نہ منھ کبھی سرتاج کی اطاعت سے　　قدم ہٹے نہ کبھی جادۂ محبت سے
وفا شعار رہو، کامگار بنکے رہو

بنا دو رشکِ چمن گھر کو اِس سلیقے سے　　کہ لوگ رشک کریں تم پہ ہر طریقے سے
تم ایسی شان سے عفّت شعار بنکے رہو

نہ دائرے سے اطاعت کے ہو کبھی باہر　　سمجھ لو اپنے فرائض میں خدمتِ شوہر
ہمیشہ پیکرِ صد انکسار بنکے رہو

تمہارے خُلق کے دل معترف ہوں نادیدہ　　تمہارے لُطف سے چھوٹے بڑے ہوں گرویدہ
صفائے قلب کی آئینہ دار بنکے رہو

ہو دائرے میں شریعت کے ساری عمر بسر　　ہر ایک رگ میں ہو اخلاقِ فاطمہؓ کا اثر
ردائے عفّت و عصمت کا تار بنکے رہو

حمیدؔ کی ہے تمنّا، کہ شاد کام رہو　　جہانِ حُسن و محبت میں نیکنام رہو
جہاں رہو ابدی یادگار بنکے رہو

دُعائے عُروس

بموقع عقدِ نکاح عزیزۂ قلبی صالحہ خاتون سلمہا بنتِ سید فضل حسین صاحب

چمن چمن میں گُلِ آفتاب ہو کے رہو
رَوش رَوش پہ بہارِ شباب ہو کے رہو

حجاب ہو کے رہو، بے حجاب ہو کے رہو
کسی کی چشمِ تمنّا کا خواب ہو کے رہو

فضائے حُسن میں ہمجولیوں کے جھرمٹ میں
سپہرِ ناز پہ تم، ماہتاب ہو کے رہو

نگارِ حُسن بنو اپنی ہمنشینوں میں
جس انجمن میں رہو، کامیاب ہو کے رہو

نصیب ہوں تمھیں، دن عیش و کامرانی کے
تم اپنے حُسنِ عمل کا جواب ہو کے رہو

صفات و ذات میں پیدا وہ امتیاز کرو
ہر اک نگاہ میں تم انتخاب ہو کے رہو

نہ کر سکے کوئی پہلو تہی شریکِ حیات
کتابِ دل میں محبّت کا باب ہو کے رہو

نہ اُٹھ سکے کبھی تم پر نگاہِ نامحرم
خود اپنے مُصحفِ رُخ کی نقاب ہو کے رہو

خدا بچائے ہمیشہ تمھیں جُدائی سے
غمِ فراق کا تم سدِّ باب ہو کے رہو

مظاہرے ہوں روایاتِ خاندانی کے
مثالِ سلسلۂ بوترابؓ ہو کے رہو

بناؤ ذکرِ خدا کو انیسِ تنہائی
فدائے لذّتِ اُمّ الکتاب ہو کے رہو

خدائے پاک کی رحمت سے وہ بھی دن آئیں
حریمِ قُدس میں بھی باریاب ہو کے رہو

حمید کی تو دُعا ہے خلوصِ دل سے یہی
نثارِ ذاتِ رسالتمآب ہو کے رہو